ہدیۂ اہلحدیث

اہلحدیث حضرات کے متعلق
حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ
کے اصلاحی و تحقیقی ارشادات کا مجموعہ

مرتب
صوفی محمد اقبال صاحب قریشی

المکتبۃ المدنیۃ

ہدیہ اہلحدیث

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ
کی تصانیف، فتاویٰ اور ملفوظات سے منتخب علمی جواہر معارف اور ذخیرہ
دلائل کہ اگر کوئی منصف مزاج خالی الذہن تعصب سے بالا ہو کر
ان کا مطالعہ کرے تو ضرور بالضرور تقلید کی ضرورت محسوس کریگا۔

مرتب
صوفی محمد اقبال قریشی صاحب


المکتبۃ المدنیہ
Ph: 24729 23183

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیث مبارکہ اتقوافراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله کے تحت اللہ تبارک و تعالیٰ ۔نے بزرگان دین کے مبارک کلمات میں ایسی برکت و تاثیر رکھی ہے کہ چند لمحات کی صحبت و مجالست انسان کی دنیاوآخرت سنوار دیتی ہے۔

اکابر علماء دیوبند میں سے حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔آپ نے اپنی تصانیف کثیرہ وارشادات مبارکہ سے لاکھوں انسانوں کی زندگیوں کو منور فرمایا۔ حکیم الامت قدس سرہ سے اللہ پاک نے جو عظیم الشان کام لیااسی کا کرشمہ ہے کہ ان کے کیے ہوئے کام سے نہ جانے کتنے گلدستے تیار ہورہے ہیں اور تیار ہوتے رہیں گے۔ یہ گلدستہ "ہدیہ اہلحدیث" بھی ان میں سے ایک ہے۔ حضرت میں اللہ پاک نے جو مجدد الملت کی صلاحیت ودیعت فرمائی اسی کی روشنی میں آپ نے مسلمانان عالم کے لئے بالعموم اور غیر منقسم ہند وپاک کے مسلمانوں کے لئے بالخصوص صراط مستقیم کی ایسی راہ ہموار کی کہ احباب تو کیا اغیار نے بھی آپکی مساعیٔ جمیلہ کو تسلیم کیااور آپ کی تعلیمات سے مستفید ہوئے۔

حضرات اہلحدیث کے متعلق حضرت نے کوئی مستقل تصنیف نہیں فرمائی لیکن آپ کی تصانیف وملفوظات میں ان کے متعلق کئی ایسے اصلاحی و تحقیقی نکات ملتے ہیں جو کہ عام وخاص سب کے لئے مفید ہیں۔ اللہ پاک ہمارے محترم دوست جناب صوفی محمد اقبال قریشی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے ہماری درخواست پر محنت شاقہ سے ان جواہر کو جمع کر کے ترتیب دیااور یوں حضرت کے محبین کی چاہت زیور تکمیل سے آراستہ ہو کر آپ کے سامنے آئی۔

اللہ پاک اس کتاب کو عام مسلمانوں کے لیے عموماًاور حضرات اہلحدیث کے لئے خصوصاًنافع بنائےاور ہمارے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

والسلام

احقر محمد اسحٰق عفی عنہ

رجب ۱۴۲۰ھ

تعارف از مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم۔ وعلیٰ آله واصحابه واولیآء ه اجمعین وسلم تسلیماً کثیراً کثیرا۔ امابعد

تقلید کی ضرورت و اہمیت کے عنوان سے حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کی تصانیف، فتاوی اور ملفوظات زیر نظر رسالہ میں یکجا جمع کر دیئے ہیں اس میں اس قدر علمی جواہر، معارف اور ذخیرہ دلائل ہیں کہ اگر کوئی منصف مزاج خالی الذہن تعصب سے بالا ہو کر اس کا مطالعہ کرے تو ضرور بالضرور تقلید کی ضرورت محسوس کرے گا۔

حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ وہ معتدل مزاج جامع شخصیت تھے کہ خود فرماتے ہیں کہ ہم جب خود ایک غیر مقلد حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں (کیونکہ مجتہد کسی کا مقلد نہیں ہوتا) تو پھر غیر مقلدین سے نفرت کیوں کریں۔

حضرت حکیم الامت غیر مقلدین کی فلاح آخرت کے لئے انہیں ائمہ کی شان میں بد زبانی، بد کلامی اور بد گمانی سے منع فرماتے۔ جب کہ آپ رسالہ ہذا میں حضرت کے ارشادات ملاحظہ کریں گے۔ بہت سے مدعیان عاملین بالحدیث حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت تھے (جو حضرت حکیم الامتؒ کی وسعت ظرفی و قلبی کا ثبوت ہے) اور اصلاح باطن کے سلسلہ میں حضرت سے استفادہ کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ برادر محترم جناب حافظ محمد اسحاق صاحب ملتانی مدظلہ کو اجر عظیم عطا فرمائے کہ رسالہ ہذا کی اشاعت کا اہتمام فرمایا اور اسے ذریعہ اصلاح بنا کر ہم سب کی نجات کا سبب بنائے۔ آمین

بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ
یکم ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

اجمالی فہرست

فہرست عنوانات

اشعار در متابعت فحول واز اشعار ازبشارت قبول ۱۳۱

رسالہ اعداد الجنۃ للتوقی عن الشبہۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ ۱۳۸

اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت ۱۷۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الکلام الفرید فی التزام التقلید

یہ دراصل حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ العزیز کا ایک فتویٰ ہے جو امداد الفتاویٰ جلد سوم ص ۵۴ پر موجود ہے احقر اب اس پر ذیلی عنوانات قائم کر رہا ہے۔ اس سے انشاء اللہ اس کی اہمیت دوبالا واضح ہو گی۔ اسے عارف باللہ اوستاذ العلماء سیدی ومرشدی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری قدس سرہ نے اپنی مشہور تصنیف "خیر التنقید فی سیر التقلید" کے آخر میں درج فرمایا اور بطور تقدیم یہ کلمات درج فرمائے "اثبات تقلید کے متعلق یہ وہ فیصلہ کن درہ نادر ہے جس کو حجۃ العارفین، سراج المفسرین مجدد الملت، حکیم الامت سیدی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے ایک استفتاء کے جواب میں بزمانہ قیام مدرسہ جامع العلوم کان پور ۱۳۱۴ھ میں تحریر فرمایا تھا اور احقر کے درخواست کرنے پر مندرجہ بالا اس کا نام بھی آج کل تجویز فرمادیا خیر محمد عفا اللہ عنہ۔

حضرت سیدی قدس سرہ نے حاشیہ میں مشکل عبارات کی تسہیل فرمادی تھی احقر نے اس حاشیہ کو عبارت کے ساتھ ہی بین القوسین درج کر دیا تاکہ قارئین کو مزید سہولت ہو۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان بندہ محمد اقبال قریشی غفرلہ ہارون آباد۔

احکام شرعیہ کی دو قسمیں

احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں (۱) منصوص (۲) غیر منصوص

منصوص کی دو قسمیں

منصوص دو نوع ہیں (۱) متعارض (۲) غیر متعارض

متعارض کی دو قسمیں

(۱) معلوم التقدیم والتاخیر (۲) غیر معلوم التقدیم والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا متعارضہ معلومتہ التقدیم والتاخیر میں نہ قیاس جائز اور نہ کسی کے قول کا اتباع جائز لقولہ تعالیٰ وان ھم الا یظنون (البقرہ آیت ۷۱)

(یعنی اور نہیں ہیں وہ مگر (بے بنیاد خیالات پکاتے) ولقولہ تعالیٰ ان یتبعون الا الظن (سورۃ النجم آیت ۲۸) (یعنی نہیں پیروی کرتے مگر بے اصل خیالات کی) اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے ہو۔

قیاس ہر شخص کا معتبر نہیں

اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومتہ التقدیم والتاخیر میں یا تو کچھ عمل نہ کرے گا یا کچھ کرے گا۔ اگر کچھ نہ کیا تو مخالف نص ایحسب الانسان ان یترک سدی (القیامہ آیت) (یعنی انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا) اور افحسبتم انما خلقنکم عبثاً (المؤمنون آیت ۱۱۵) (یعنی کیا تم نے یہ خیال کیا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت پیدا کر دیا ہے) کے لازم آئے۔ اگر کچھ کیا تو بدوں علم یا یقین کے کسی جانب عمل ممکن نہیں پس علم یا تعین حکم نص سے تو ہو نہیں سکتا لعدم النص فی الاموال وللتعارض من غیر علم بالتقدیم والتاخیر فی الثانی (یعنی پہلی صورت میں نص نہیں اور دوسری صورت میں بغیر علم تقدیم و تاخیر کے تعارض ہے) اس لئے ضرور علم بالتعین قیاس سے ہوگا پس قیاس ہر شخص کا شرعاً معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہے بعض کا نہیں۔

کل کا تو معتبر نہیں ہو سکتا۔ بقولہ تعالیٰ: ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منھم لعلمہ الذین یستنبطونہ منھم (النساء آیت ۸۳) اور اگر پیغمبر خدا اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف پھراتے تو ان میں سے اہل استنباط (مجتہدین خوب معلوم کر لیتے) پس بعض کا (قیاس) معتبر ہو گا اور بعض کا نہ ہو گا جس کا معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں اور جس کا معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں۔

مقلد کیلئے کسی ایک مجتہد کی تقلید ضروری ہے

پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی ایک مجتہد کی تقلید کرے۔ لقولہ تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الی (لقمان آیت ۱۵) (یعنی اے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی)

انحصار مذاہب صرف ائمہ اربعہ میں کیوں ثابت ہے

اب جاننا چاہیئے کہ ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ تحت عموم من اناب الی کے داخل ہیں۔ پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سارے گزرے ہیں کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کے لئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل بتفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں پس کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے۔ پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا۔

ائمہ اربعہ میں سے تقلید صرف کسی ایک ہی کی کیوں ضروری ہے

رہی یہ بات کہ ان چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ہو۔ اس کی

وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں (۱) متفق علیھا (۲) مختلف فیھا۔

مسائل متفق علیھا میں تو سب کا اتباع ہو گا۔ مسائل مختلف فیھا میں سب کا اتباع تو ہو نہیں سکتا۔ بعض کا ہو گا، بعض کا نہ ہو گا پس ضروری ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالیٰ نے اتباع کو انابت الی اللہ (توجہ الی اللہ) پر متعلق فرمایا ہے جس امام کی انابت الی اللہ زاید معلوم ہو گی اس کا اتباع کیا جائے گا۔ اب تحقیق زیادہ انابت کی یا تفصیلاً کی جائے گی یا اجمالاً تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے گا کہ حق کس کی جانب ہے اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پر ہے اور کس کی انابت زاید ہے صورت اولیٰ میں علاوہ جرح اور تکلیف مالا یطاق کے مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کی سبیل کا وھو خلاف المعروض (اور وہ معروض کے خلاف ہے) پس صورت ثانیہ متعین ہوئی۔

کسی کو امام ابو حنیفہؒ پر ان کے مجموعی حالات سے یہ ظن غالب و اعتقاد راجح ہوا کہ یہ منیب و مصیب ہیں۔ کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام احمد بن حنبلؒ پر۔ اس لئے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالا نابت اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا ضرورت شدیدہ اس کی مخالفت میں شق اول خود کرے گی وقد ثبت بطلانہ (اور اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے) پس بحمد للہ تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقاً و تقلید ائمہ اربعہ و انحصار فی المذاہب الاربعہ و جوب تقلید شخصی و بطلان تلفیق کا الشمس فی کبد السماء واضح ہو گیا و دونہ خرط القتاد والکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا کفایۃ لطالب الرشاد انشاء اللہ تعالیٰ (یعنی بحمد للہ تقریر بالا سے دوپہر کے سورج کی طرح خوب واضح ہو گیا کہ تقلید مطلق عموماً اور ائمہ اربعہ کی خصوصاً واجب ہے اور اس وقت ائمہ اربعہ

کے مذاہب ہی میں تقلید منحصر ہے اور تقلید شخصی واجب ہے اور تلفیق باطل ہے اور بجز تقلید کے چارہ نہیں اور کلام اس بیان میں طویل ہے اور طالب رشاد کے لئے مضمون مذکور کافی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ) ولنعم ماقیل ۔

سر برخط فرمان دلیلی نہد
کے میسر شورش روے براۃ آوردن
ہر کہ خواھد کہ سر منزل مقصود رسد
بایدش پیروی راہ نمایاں کردرن

ہمارا دین محمدی اور مذہب حنفی ہے

اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا، یہ عجیب خبطیوں کا کلام ہے۔ اس کو یہ تو خبر ہی نہیں کہ مذہب کس کو کہتے ہیں دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم کو مذہب محمدی کہتا ہے دین و مذہب میں بھی فرق معلوم نہیں۔

دین اور مذہب کا مفہوم

کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فروع کے لئے اصول ضروری ہیں جب مذہب محمدی ہوا تو دین کونسا ہوگا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہوں اور دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔

دین اور مذہب سے نسبت کی عجیب مثال

اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلہ کے ہے اور مذہب مثل شہروں اور چھوٹے قبیلوں کے۔ اطلاقات روزمرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلہ کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں البتہ

جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں۔

اپنے آپ کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہنے سے شرک لازم نہیں آتا

اسی طرح اطلاقات روز مرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی بتلائے اور جب دین سے سوال ہو اس وقت محمدی کہے۔ فرمایئے کون سا شرک وکفر لازم آگیا اس پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی بتلاؤ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلاں باشد خموشی کے اور کیا ہو گا۔ ایها الاخوان لاتسعوا فی الارض بالفساد والطغیان فان الفتننة اشد من القتل بالسیف والسنان والله المستعان علی البلیات والاالاحزان رب توفنا علی الحق والایمان اشعبان روز چهار شنبه ۱۳۱٤ھ (یعنی اے بھائیو زمین میں فساد و طغیان کی سعی مت کرو، اس لئے کہ نیزہ وشمشیر کے قتل سے (دینی گناہ میں) زیادہ سخت ہے اور ہر طرح کی مصیبتوں اور غموں میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جا سکتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار حق وایمان پر ہمارا خاتمہ کر) آمین یارب العلمین۔

الاقتصاد

فی

التقلید والاجتهاد

مصنف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدلله الذی شرع لنا اتباع الکتاب والسنة دینا وسبیلا ووضع لشرحهما تفقة العلماء واجماع الامة معینا ودلیلا والصلوٰة والسلام علی رسوله النبی الامی الذی جعل السوال شفاًلمن کان بداء العی علیلا وانذر من کتم علماً سئل عنه اخذا وبیلا اللهم صل وسلم علیه وعلیٰ جمیع اخوانه من الانبیاء وعلیٰ اله وصحبه الاصفیاء وورثته من العلماء والاولیاء صلوٰة وسلاما ابداً طویلا امابعد!

سبب تالیف رسالہ

اس زمانہ کے فتن عظیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید و اجتہاد کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط و تفریط کر رہے ہیں ایک اجتہاد و قیاس کو مجتہدین کے لئے اور تقلید کو مقلدین کے لئے حرام بلکہ کفر و شرک بتلا رہا ہے۔ دوسرا تقلید کو حرام کہہ کر اجتہاد کو سب کے لئے جائز بتا رہا ہے۔ تیسرا قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر اور عوام کے لئے تقلید کی اجازت دے کر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابو حنیفہؒ کی تقلید سے ان کو مخالفت حدیث سمجھ کر نفرت دلا رہا ہے۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں رنگ لا رہا ہے۔ پانچواں قائس و مجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود و تعصب سے آیات و حدیث کے ساتھ رد اور گستاخی سے پیش آ رہا ہے۔ غرض جس کو دیکھو ایک نیا افسانہ سنا رہا ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض و عداوت سے کام لیا جاتا ہے اور شتم و غیبت کو طاعت و عبادت اعتقاد کیا جاتا ہے۔ علمائے اہل حق ہمیشہ اس فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں ارشاد فرماتے رہے اور

لوگوں کو صراط مستقیم بین الافراط والتفریط پر لاتے رہے اور اس وجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادت مستمرہ مسلمہ ہے کہ ہر زمان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضاء ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے اعتبار سے اس مسئلہ کی تحقیق نقلی طور پر آثار و سنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع پایا اس لئے چند اوراق لکھنے کو جی چاہا۔ کیا عجب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے اعتساف کو چھوڑ کر طریق وسط پر آجائے اور کاتب اس خیر پر دلالت کرنے کے سبب ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے بخشا جائے باقی بحث و مباحثہ اپنا مسلک نہیں۔

قل كل يعمل على شاكلته فربكم اعلم بمن هو اهدى سبيلا.

رسالہ ہذا مسمی بہ "اقتصاد فی التقلید والاجتہاد" مشتمل ہے ایک مقدمہ اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر۔

مقدمہ

اس میں چند امور پر تنبیہ ہے۔

نمبر ۱: مقصود اس رسالہ سے نہ بحث و مباحثہ ہے نہ کسی کا رد و ابطال کیونکہ سوال و جواب کا کہیں انتہا نہیں اور اسکات محض کسی کا ممکن نہیں صرف مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اس باب میں تردد کی حالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح سے خالی الذہن ہیں ان کو اطمینان و شفا ہو جائے اور جو علمائے ربانی یا ان کے پیرووں پر زبان درازی کرتے ہیں وہ ان کے حق پر ہونے کے احتمال سے اپنی زبان کو روک لیں۔

نمبر ۲: اسی لئے اس کی عبارت و طرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سلیس اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ مبتلا ہیں وہ مستفید ہ

نہیں۔ لیکن اگر کوئی مضمون ہی دقیق ہوا یا کسی اصطلاحی لفظ کا مختصر اور سہل ترجمہ نہیں ممکن ہوا تو معذوری ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جائے۔

نمبر ۳ : اس میں ہر دعویٰ کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا اردو ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ البتہ کسی حدیث کی توضیح و تائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سندلی گئی تھی تو اس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں آگئے ہیں۔

نمبر ۴ : اگر اثنائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد سے یا لکھ کر محفوظ رکھا جاوے اول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اس کا جواب ہو گا ورنہ دریافت کر کے اطمینان کر لیا جائے۔

نمبر ۵ : چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا اوپر معروض ہو چکا لہذا اگر اس پر کوئی سوال وارد کیا جائے گا۔ اگر طرز سوال سے مظنون ہوا کہ دفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جائے گا ورنہ سکوت اختیار کیا جاوے گا۔

مقصد اول

حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

مقصد دوم

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک

نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

مقصد سوم

جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظ حدیث ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں۔ پس صرف جمع احادیث سے قابل تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی۔

مقصد چہارم

تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلید شخصی کے معنی۔

مقصد پنجم

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

مقصد ششم

بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب۔

مقصد ہفتم

جس طرح تقلید کا ان کا مقابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو د جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعین طریق حق کی۔

خاتمہ

بعض مسائل فرعیہ حنفیہ کے دلائل ہیں۔

مقصد اول

مقصد اول در جواز اجتهاد و تقلید و محل آن

حکم غیر منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

حدیث اول

عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی الله علیه وسلم فذکر لهٗ ذلك فقال اصبت فاجنب اخرفتیمم وصلی فاتاه فقال نحو ماقال للاخر یعنی اصبت اخرجه النسائی

(تیسیر کلکته ص ۲۹۳ کتاب الطهارة باب سابع)

ترجمہ : "طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اس قصہ کا ذکر کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا، پھر ایک دوسرے شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہو گئی اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی پھر وہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرما چکے تھے یعنی تو نے ٹھیک کیا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیونکہ ان کو اگر نص کی اطلاع ہوتی تو پھر بعد عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کر کے اطلاع دی اور آپؐ نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی اور مسلم ہے کہ حضرت شارع علیہ

السلام کی تقریر یعنی کسی امر کو سن کر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحاً اس کی مشروعیت کا اثبات فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر۔ بس ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا۔ پس جواز قیاس میں کچھ شبہ نہ رہا۔

تنبیہ : دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہونے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔

حدیث دوم

عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلة باردة فی غزوة ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اهلك فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابك وانت جنب فاخبرته بالذے منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت الله عزوجل یقول ولاتقتلوا انفسکم ان الله کان بکم رحیما فضحك رسول الله صلی الله علیه وسلم ولم یقل شیئا اخرجه ابو داؤد.

(تیسیر کلکته ص۲۹۲ کتاب الطهارة باب سابع)

ترجمہ : حضرت عمرو العاصؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات کو احتلام ہو گیا اور مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمّم کر کے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا، اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے جو امر کہ مانع تھا اس کی

اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے سنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہیں پس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا، روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : یہ حدیث بھی صراحتہً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنی وجہ اسدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپؐ نے اس کو جائز رکھا۔

حدیث سوم

عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیاثم وجداماء فی الوقت فتوضأ احدهما وعاد الصلوٰة ما كان فی الوقت ولم يعد. الاخر فسالا النبی صلی الله علیه وسلم فقال للذی لم يعد اصبت السنة واجزاتك وقال للاخرا انت فلك مثل سهم جمع نسائی مجتبائی ص۷۵

ترجمہ : حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھی، پھر وقت کے رہتے رہتے پانی مل گیا۔ سو ایک نے تو وضو کر کے نماز لوٹالی اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی۔ پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے سنت کے موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہو گئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو پورا حصہ ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا، روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی۔ البتہ ایک کا قیاس سنت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح، سو یہ عین مذہب محققین کا

ہے کہ المجتھد یخطی ویصیب یعنی مجتہد کبھی صحیح نکلتا ہے کبھی خطا۔ مگر آپؐ نے کسی سے یہ نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر عمل کیوں کیا۔ پس جواز قیاس کا واضح ہو گیا۔ یہ سب احادیث بالاشتراک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحابہؓ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے۔

حدیث چہارم

عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بالیمن معلماو امیراً فسالناه عن رجل توفی وترك ابنتا واختا فقضی للابنة بالنصف وللاخت النصف ورسول الله صلی الله علیه وسلم حی اخرجه البخاری وهذ الفظه وابو داؤد۔

(تیسیر کلکتہ ص۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ: اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بن کر آئے ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مر گیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زندہ تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور داؤد نے، اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں۔

ف: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں تقلید جاری تھی کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلادے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ سو قصہ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل نہیں دریافت کی

اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کر لیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذؓ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا نہ حضورؐ سے انکار ثابت نہ کسی سے اختلاف اور رد منقول۔ پس اس سے جواز تقلید کا اور حضورؐ کی حیات میں اس کا بلا نکیر شائع ہونا ثابت ہو گیا۔

حدیث پنجم

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من افتى بغير علم كان اثمه على من افتاه الحديث رواه ابو داؤد بمشكوٰة انصارے ص۲۷

ترجمہ: حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتویٰ دیدے تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہو گا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف: دیکھئے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتویٰ پر بدوں معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گنہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی؟ جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے، بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتانے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھہرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہو گا آگے صحابہ کا تعامل دیکھئے۔

حدیث ششم

عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل يكون له الدين على رجل الى اجل فيضع عنه صاحب الحق ليعجل الدين فكره

ذلك ونهى عنه اخرجه مالك۔
(تیسیر کلکته ص۲۳ کتاب البیع باب رابع فروع فی الحیوان)

ترجمہ : حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعادی واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین دیدے آپؓ نے اس کو ناپسند کیا۔

ف : چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوع صریح منقول نہیں اس لئے یہ ابن عمر کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے۔ پس ابن عمرؓ کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث ہفتم

عن مالكؒ انه بلغه ان عمر رضی الله عنه سئل فی رجل اسلف طعا ما علیٰ ان یعطیه ایاه فی بلد اخر فکره ذلك عمرو قال فاین کراء الحمل۔

(تیسیر کلکته ص۳٤ کتاب البیع باب سابع)

ترجمہ : امام مالکؒ سے مروی ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شرط پر کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا کہ کرایہ باربرداری کا کہاں گیا۔

ف : چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں بھی کوئی حدیث مرفوع صریح مروی نہیں لہذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ نہ آپ نے بیان فرمایا نہ سائل

نے پوچھا بدوں دریافت دلیل کے قبول کر لیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا پس دونوں کا جواز حضرت عمرؓ کے فعل سے بھی ثابت ہو گیا۔

حدیث ہشتم

عن سليمان بن يساران ابا ايوب الانصارى خرج حاجاحتى اذا كان بالبادية من طريق مكة اضل رواحله وانه قدم علىٰ عمر بن الخطاب يوم النحر فذكر ذلك له فقال اصنع مايصنع المعتمر ثم قد حللت فاذا ادركك الحج قابلا فاحج واهد ما استيسر من الهدى اخرجه مالك۔

(تيسير كلكته ص۱۳۱ كتاب الحج باب حاوى عشر فصل ثالث)

ترجمہ : سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ حج کے لئے نکلے جس وقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں جبکہ حج ہو چکا تھا۔ حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو، پھر تمہارا احرام کھل جاوے گا۔ پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسر ہو قربانی ذبح کرو۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی صحابی ہیں اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتویٰ کی نہیں پوچھی۔ اب تابعین کی روایت تقلید سنئے۔

حدیث نہم

عن جابر بن زید و عکرمة انهما کانا یکرهان البسر وحده ویاخذ ان ذلك عن ابن عباس اخرجه ابو داؤد

(تیسیر کلکته ص ۲۰۰ کتاب الشراب باب ثانی فصل رابع)

ترجمہ : جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونوں صاحب (خیساندہ کے لئے) خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے اور اس فتویٰ کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے۔

ف : صرف ابن عباسؓ کے قول سے احتجاج کرنا تقلید ہے۔

حدیث دہم

عن عبید بن ابی صالح قال بعت برامن اهل دارنخلة الی اجل فاردت الخروج الی الکوفة فعرضواعلیٰ ان اضع لهم و ینقدوفی فسالت زید بن ثابت فقال لاآمرك ان تفعله ولا ان تاکل هذا وتوکله اخرجه مالك

(تیسیر کلکته ص۳۲ کتاب البیع باب رابع فروغ فی الحیوان)

ترجمہ : عبید بن ابو صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دار نخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کے لئے ایک میعاد دیدی۔ پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں۔ اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں میں نے حضرت زید بن ثابتؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس فعل کی تم کو اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھانے کی اور نہ اس کے کھلانے کی۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف : اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالح نے حضرت زید بن ثابتؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں روایات استفتاء وافتاء بلا نقل ودلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین وصحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصر ان کا دشوار ہے اور کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

مقصد دوم

مقصد دوم در جواز تعلیل یا تقلید نص واجتہاد

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا جس کا حاصل احکام وضعیہ کی تعیین ہے مثل احکام تکلیفیہ کے یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

حدیث اول

عن ابن عمر قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الاحزاب لایصلین احد العصر الافی بنی قریظة فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لانصلی حتی ناتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلك فذکر ذلك للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف واحدا منھما۔

(بخاری جلد ثانی مصطفائی ص۵۹۱)

ترجمہ : بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچنے سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آگیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا ہم نماز نہ پڑھیں گے جب تک ہم اس جگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں (بلکہ مقصود تاکید ہے جلدی پہنچنے کی، کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ) پھر یہ قصہ آپؐ کے حضور میں ذکر کیا، آپؐ نے کسی پر بھی ملامت و سزائیں نہیں فرمائی۔

ف: اس واقعہ میں بعض نے قوۃ اجتہادیہ سے اصلی غرض سمجھ کر جو کہ احد الوجہین المحتملین ہے نماز پڑھ لی مگر آپؐ نے ان پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر معنوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور ان کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا۔

حدیث دوم

عن انس ان رجلا کان یتهم بام ولافقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لعلیّ اذهب فاضرب عنقه فاتاه فاذاهو محجوب ليس له ذكر فكف عنه واخبربه النبى صلى الله عليه وسلم فحسن فعله وزادفى رواية وقال الشاهديرى مالايرى الغائب اخرجه مسلم۔

(تیسیر کلکتہ ص۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی ام ولد سے متہم تھا، آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو۔ حضرت علیؓ اس کے پاس جب تشریف لائے تو اس کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اترا ہوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا باہر نکل۔ اس نے اپنا ہاتھ دیدیا۔ آپ نے اسے

نکالا تو وہ مقطوع الذکر نظر پڑا آپ اس کی سزا سے رک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپؐ نے ان کے فعل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دور والا نہیں دیکھتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علیؓ نے اس کو معلل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اس لئے سزا نہیں دی اور حضورؐ نے اس کو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی لم اور علت سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو مگر عمل بالحدیث کے خلاف نہیں۔

حدیث سوم

عن انس ان النبی صلی الله علیه وسلم و معاذ ردیفه، علی الرحل قال یا معاذ قال لبیك یا رسول الله وسعدیك وقال فی الثالة مامن احدیشهد ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله صدقاً من قلبه الاحرمه الله علی النار وقال یا رسول الله افلا اخبربه الناس فیستبشروا قال اذا یتکلوا فاخبر بها معاذ عندموته تاثما متفق علیه.

(مشکوٰۃ انصاری باختصار ص٦)

ترجمہ : حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار تھے۔ آپؐ نے تین بار پکارنے اور ان کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین کا مقر ہو گا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرما دیں گے۔

انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں سے کہہ دوں کہ خوش ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ کیونکہ بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوف گناہ سے (کہ دین کا چھپانا حرام ہے) خبر دی روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف: دیکھئے یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے نہی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے مگر حضرت معاذؓ نے قوۃ اجتہادیہ سے اول بامر مشورہ و مقید بزمان احتمال اتکال سمجھا اس لئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نصوص کے ساتھ ایسا معاملہ کرنے کو مذموم نہ جانتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھ کر علت و قید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے دوسرے دلائل متعارضہ علمہ سے مخصوص جان لیتے۔

حدیث چہارم

عن ابی عبدالرحمن السلمی قال خطب علیؓ فقال وفیه فان امة للنبی صلی الله علیه وسلم زنت فامرنی ان اجلدها فاتیتها فاذا هی حدیثة عهد بنفاس وخشیت ان اجلدتها فتلتها فذکرت ذلك للنبی صلی الله علیه وسلم فقال احسنت اترکها حتی تتماثل اخرجه مسلم و ابو داؤد والترمذی۔

(تیسیر کلکته ص١٣٦ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ: ابوالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے یہ فرمایا کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اس کے درے لگاؤں میں جو اس کے پاس آیا تو معلوم ہوا کہ قریب ہی بچہ پیدا ہوا ہے مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اس

کے درے ماروں گا تو مر ہی جائے گی۔ پھر میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ تندرست ہو جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم وابو داؤد ترمذی نے۔

ف: باوجودیکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؓ نے دوسری دلیل کلیہ پر نظر کر کے قوت اجتہادیہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا اور اسی پر عمل کیا اور حضورؐ نے ان کی تحسین فرمائی۔ اسی کی نظیر ہے تارکین قراۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث لاصلوٰۃ الابفاتحۃ الکتاب کو حالت انفراد مصلی کے ساتھ بقرینہ دوسری حدیث کے جس کی تصریح سفیان سے بحوالہ ابو داؤد خاتمہ میں آوے گی۔ پس ان لوگوں کو بھی تارک حدیث کا کہنا صحیح نہ ہو گا۔

حدیث پنجم

عن سعد بن عبادة انه قال یا رسول الله صلی الله علیه وسلم ارایت رجلا وجد مع امراته رجلا ایقتله قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لاقال سعد بلی والذی اکرمك بالحق ان كنت لاعاجله بالسيف قبل ذلك فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم اسمعوا الی ما یقول سیدکم. رواه مسلم و ابوداؤد.

(تیسیر کلکتہ ص۱۳۵ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ: حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! فرمایئے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے کیا وہ اس کو قتل کر دے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ سعدؓ بولے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپؐ کو دین حق لانے

کے ساتھ مشرف فرمایا ہے میں تو پہلے تلوار سے فوراً اس کا کام تمام کردوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہتے ہیں؟ روایت کیا اس کو مسلم وابوداؤد نے۔

ف: ظاہر بینوں کو تو بالکل یہ یقین ہو سکتا ہے کہ ان صحابی نے نعوذ باللہ حدیث کو رد کر دیا مگر حاشا وکلا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زجر فرماتے نہ یہ کہ اور الٹی ان کی تعریف فرمادیں اور تعظیمی لفظ سید سے ان کو مشرف فرمادیں۔ کیونکہ دوسری حدیث میں منافق کو سید کہنے سے ممانعت آئی ہے۔

(مشکوۃ انصاری جلد ثانی ص ۴۰۱)

اور دعویٰ اسلام کے ساتھ حدیث کو رد کرنے والے کے منافق ہونے میں کیا شبہ ہے تو آپ ان کو سید کیوں فرماتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ حضور کے اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے بچنا چاہے تو قتل نہ کرے بلکہ گواہ لاوے نہ یہ کہ قتل جائز نہیں۔ پس ان کی غرض کا مطلب یہ تھا کہ گو میں قصاص میں مارا جاؤں کیونکہ عندالحاکم میرے دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ میں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا کیونکہ اس حالت میں قتل تو فی نفسہ جائز ہی ہے۔ پس یہ حدیث کا رد وانکار نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مجتہد اگر اپنی قوت اجتہادیہ سے کسی حدیث کے مدلول ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اس پر عمل جائز ہے اور اس کو ترک حدیث نہ کہیں گے۔

حدیث ششم

عن ابن عباسؓ انه قال ليس التحصيب بشئى انما هو منزل نزله رسول الله صلى الله عليه وسلم اخرجه الشيخين

والترمذی

(تیسیر کلکتہ ص۱۳۱ کتاب الحج باب ثانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصور میں اترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھہر گئے تھے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے۔

ف: ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہراً دلیل ہے سنت ہونے کی۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی بنا پر اس کو سنت کہتے ہیں اس کی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوت اجتہادیہ سے فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں آپؐ ٹھہر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ صلوٰت جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنت مقصود نہیں اتفاقاً بطور ثناء و دعا کے پڑھ دی تھی یا ان کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذ میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً اور کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابل ملامت نہیں ہیں۔

حدیث ہفتم

عن عبدالله بن ابی بکر بن عمر بن حزم ان اسماء بنت عمیس امراة ابی بکر غسلت ابابکرحین تو فی ثم خرجت فسالت من حضرها من المهاجرین الت انی صائمه وان هذا یوم شدید البرد فهل علی من غسل فقالوا لااخرجه هالك

(تیسیر کلکتہ ص۲۹۸ کتاب الطهارة باب ثامن فصل رابع)

ترجمہ: عبداللہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابو بکرؓ نے ابو بکر کو بعد وفات کے غسل دیا۔ پس باہر آ کر اس وقت جو مہاجرین موجود تھے ان سے پوچھا

کہ رو رہا ہے اور آج دن بھی بہت سردی کا ہے کیا میرے ذمے غسل واجب ہے انہوں نے فرمایا کہ واجب نہیں۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف: دیکھئے حدیث میں مردہ کو غسل دے کر غسل کرنے کا حکم صیغہ امر فلیغتسل آیا ہے (تیسیر ص ۲۲۸) جو ظاہراً وجوب کے لئے ہے مگر مہاجرین صحابہ نے قوۃ اجتہاد سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ ورنہ وجوب کی صورت میں معذور ہونے کے وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اس کا بھی امر نہیں کیا اور اس حمل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا اسی کی نظیر ہے۔ حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مرور بین یدی المصلی میں وجوب کے لئے نہیں بلکہ زجر و سیاست پر محمول ہے اسی طرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔

مقصد سوم

مقصد سوم در منع فاقد قوت اجتہادیہ از اجتہاد اگرچہ محدث باشد

جس شخص کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں اور قوت اجتہادیہ کے معنی۔

حدیث اول

عن ابن عباسؓ قال اصاب رجلا جرح علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم احتلم فامر بالاغتسال فاغتسل فمات فبلغ ذلك النبی صلی الله علیه وسلم فقال قتلوه قتلهم الله تعالیٰ الم یکن شفاء العی السوال انما کان یکفیه ان تیمم

وان یعصب علی جرحه خرقة ثم یمسح علیها ویغسل سائر جسده ابو داؤد

(تیسیر کلکته ص۲۹۲ کتاب الطهارة باب سابع)

ترجمہ : حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم ہو گیا۔ پھر اس کو احتلام ہو گیا۔ ساتھیوں نے اس کو غسل کے لئے حکم کیا۔ اس نے غسل کیا اور مر گیا۔ یہ خبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کیا خدا ان کو قتل کریں، ناواقفیت کا علاج دریافت کرنا نہ تھا؟ اس کو تو اس قدر کافی تھا کہ تیمّم کر لیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : ان ہمراہیوں نے اپنی رائے سے آیت قرآنیہ وان کنتم جنباً فاطھروا کو معذور غیر معذور کے حق میں عام اور آیت وان کنتم مرضیٰ الخ کو حدث اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فتویٰ پر رد و انکار فرمانا اس وجہ سے تو ہو نہیں سکتا کہ اجتہاد و قیاس حجت شرعیہ نہیں اس کا حجت اور معتبر ہونا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ دینے والے اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ رکھتے تھے اس لئے ان کے لئے فتویٰ قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا۔

حدیث دوم

عن عدی بن حاتم اخذ عقالا ابیض و عقالا اسود حتی کان بعد اللیل نظر فلم یتبین له فلما اصبح قال لرسول الله صلی الله علیه وسلم جعلت تحت وسادتی خیط الابیض و

حیط الاسود قال ان وسادتك لعریض ان کان الخیط الابیض والخیط الاسود تحت وسادتك اخرجه الخمسة

(تیسیر کلکته باختصار ص٤٢ کتاب التفسیر سورة البقره)

ترجمہ: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی وکلواوشر بواحتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود تو انہوں نے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ لے کر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں جو اس کو دیکھا تو وہ ڈورے تمیز نہ ہوئے جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے۔ کہ سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے مراد دن اور رات ہے) تمہارے تکیہ کے نیچے آگئے۔

ف: باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر بوجہ قوت اجتہادیہ نہ ہونے کے فہم مراد قرآنی میں کی کیونکہ ان کی غلطی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعنوان مزاح انکار فرمایا اور مقصد اول میں اجتہاد پر انکار نہ فرمایا۔ گو وہ خطا ہی کیوں نہ ہو گزر چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہادیہ نہ تھی اس لئے آپؐ نے ان کی رائے و فہم کو معتبر نہیں فرمایا۔

حدیث سوم

عن عطاء بن یسار قال سال رجل ابن عمرو بن العاص عن رجل طلق امراته ثلث قبل ان یمسها فقال عطاء فقلت انما طلاق البکر واحدة فقال لی عبدالله انما انت قاص الواحدة تبینها والثالث یحرمه حتی تنکح زوجا غیره اخرجه مالك

(تیسیر کالته ص٢١٤)

ترجمہ : عطابن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھاکہ کسی شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل از صحبت تین طلاق دیں۔ عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے۔ حضرت عبداللہ بولے کہ تم تو برے واعظ آدمی ہو (یعنی فتویٰ دینا کیا جانو) ایک طلاق سے تو وہ بائن ہو جاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہو جاتی ہے روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف : حضرت عطاء کے فتویٰ کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے حضرت عبداللہ نے محض ان کی قوت اجتہادیہ کی کمی سے معتبر و مستند نہیں سمجھا اور انما انت قاص سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے آگے اس کی دلیل سنئے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے۔

حدیث چہارم

عن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نضر الله عبداسمع مقالتى فحفظهاو وعاها واداها فرب حامل فقه غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه الحديث رواه الشافعى رالبيهقى فى المدخل ورواه احمد والترمذى و ابوداؤد و ابن ماجه والدارمى عن زيد بن ثابت رضى الله عنه

(مشکوٰۃ انصاری ص۲۷)

ترجمہ : حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترو تازہ فرماویں اللہ تعالیٰ اس بندے کو جو میری حدیث

سنے اور اس کو یاد کرے اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچا دے کیونکہ بعضے پہنچانے والے علم کے خود فہیم نہ ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابتؓ سے۔

ف : اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔

تحقیق حقیقت قوت اجتہادیہ

اب وہ حدیثیں سنئے جن سے قوت اجتہادیہ کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔

حدیث اول

عن ابن مسعود قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انزل القران على سبعة احرف لكل آية منها ظهرو بطن ولكل حد مطلع رواه فى شرح السنة۔

(مشكوٰة انصارى ص۲۷)

ترجمہ : حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے۔ ہر آیت کا ایک ظاہر ہے ایک باطن اور ہر حد کے لئے طریقہ اطلاع جداگانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کے لئے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لئے قوت فہمیہ) روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

حدیث دوم

عن عروۃ بن الزبیر قال سالت عائشۃ عن قولہ تعالیٰ: ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ فمن حج البیت اواعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما قلت فواللہ ماعلی احد جناح ان لایطوف بالصفا والمروۃ فقالت بئس ماقلت یا بن اختی ان ھذہ لو کانت علی ما اولتھا کانت لاجناح علیہ ان لایطوف بھما و فی ھذا الحدیث قال الزھری فاخبرت ابابکر بن عبدالرحمن فقال ان ھذا العلم ماکنت سمعتہ اخرجہ الستۃ۔

(تیسیر کلکتہ ص۱٤ کتاب التفسیر سورۃ البقرہ)

ترجمہ: عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اس آیت کے متعلق دریافت کیا ان الصفاء والمروۃ الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو گناہ نہ ہوگا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو طواف کرے متبادر الی الذہن اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے) حضرت عائشہؓ نے کہا اے بھانجے تم نے بڑی غلط بات کہی۔ اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی لاجناح علیہ ان لایطوف بھما یعنی طواف نہ کرنے میں گناہ نہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو اس کی خبر دی، انہوں نے کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا روایت کیا اس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث سوم

عن ابن مسعود فی فضل الصحابة کانوا افضل ھذہ الامة ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفاً الحدیث

(رواہ رزین مشکوٰۃ انصاری ص۲٤)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ کی فضیلت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمام امت سے افضل تھے سب سے زیادہ ان کے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ ان کا علم عمیق تھا سب سے کم ان کا تکلف تھا۔ روایت کیا اس کو زرین نے۔

حدیث چہارم

عن ابی جحیفةؓ قال قلت لعلی یا امیر المؤمنین ھل عندکم من سوداء فی بیضاء لیس فی کتاب اللہ عزوجل قال لا والذی فلق الحبة وبرا النسمة ماعلمت الافھما یعطہ اللہ رجلا فی القران اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی۔

(تیسیر کلکتہ ص٤٠٣ کتاب القصاص فصل اول المسلم بالکافر)

ترجمہ: حضرت ابن جحیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں۔ انہوں نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان کو پیدا کیا۔ ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالیٰ قرآن میں کسی کو عطا فرمادیں۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث پنجم

عن زبد بن ثابت قال ارسل الی ابوبکر مقتل اھل یمامة

فاذا عمر جالس عنده فقال ابوبکر ان عمر جاء نی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامة بقراء القران وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی کل المواطن فیذهب من القران کثیر وانی اری ان علیه وسلم فقال عمر هو والله خیر فلم یزل یراجعنی فی ذلك حتی شرح الله صدری للذی شرح له صدر عمرو رایت فی ذلك الذی رای الحدیث اخرجه البخاری والترمذی۔

(تیسیر کلکته ص۸۸ کتاب تالیف القران)

ترجمہ : حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں حضرت ابو بکرؓ نے میرے بلانے کے لئے آدمی بھیجا وہاں جا کر دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس آکر یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قراء قرآن کے کام آئے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن جمع کرنے کا امر فرما دیں۔ میں نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول ﷺ نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے۔ پس برابر بار بار اسی کو کہتے رہے حتیٰ کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا مجھ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔ روایت کیا اس کو بخاری وترمذی نے۔

ف : مجموعہ احادیث مذکورہ پنجگانہ سے چند امور معلوم ہوئے۔

اول : یہ کہ نصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی ودقیق کہ وہ اسرار وعلل وحکم ہیں۔ چنانچہ قرآن کے باب میں حدیث اول اس پر صراحۃً دال ہے اور اس میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے اور

حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر والی حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے دلالت کرتی ہے کیونکہ صرف معانی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے استاد سے افضل وافقہ ہونے کے کوئی معنی نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کے حدیث میں بھی ہیں۔

دوسرا: امر یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کے افہام متفاوت ہوتے ہیں کوئی ظہر نص تک رہ جاتے ہیں۔ کوئی بطن نص تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے مگر حضرت عروہؓ اس کو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہؓ اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی، زہری سے ابو بکر بن عبدالرحمٰن نے سن کر اس پر مسرت ظاہر کی اور اس کو علم کہا۔

تیسرا: امر یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل وشرف نہیں ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی باہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق و عمیق ہونے سے موجب فضل وشرف اور اس درجہ میں اس کو علم معتدبہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث سوم اس پر صراحۃً دال ہے۔

چوتھا: امر یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مکتسب نہیں ہے محض ایک امر وہبی ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے کہ اول حضرت ابو بکرؓ کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب ان کے قلب پر مدلول خفی اور سر حکم اجتناب عن البدعۃ وارد ہوئے تو اس کا کلیہ حفظ دین ماموریہ میں داخل ہونا منکشف ہو کر اس کے خارج عن البدعۃ ہونے میں اطمینان حاصل ہو گیا اور بعض احادیث مذکورہ امور خمسہ میں سے متعدد امور پر بھی دال ہیں۔ چنانچہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے مگر اختصار کے لئے زیادت

خصوصیت کے لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھہرا دیا گیا۔ سو مراد قوت اجتہادیہ سے اس فہم مذکور فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے۔

پس حاصل اس کی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ و قوت فہمیہ علمیہ خاصہ وہبیہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوت کی نصوص کے مدلولات خفیہ و معانی دقیقہ اور احکام کے اسرار و علل یعنی احکام تکلیفیہ واحکام وضعیہ پر مطلع ہو کر اس پر مطمئن ہو جاتے ہیں اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی۔ گو دوسرے وقت یہی اطمینان دوسری شق میں ہو جاوے۔ اس وقت پہلے شق سے رجوع کر لیتے ہیں اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے واجتہاد واستنباط وشرح صدر وغیرہا عنوانات سے آیات واحادیث میں جابجا تعبیر کیا گیا ہے۔

مقصد چہارم

مقصد چہارم در مشروعیت تقلید شخصی و تفسیر آن

تقلید شخصی ثابت ہے اور اس کے معنی۔

حدیث اول

عن حذیفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انی لا ادری ماقدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الی ابی بکرؓ وعمرؓ الحدیث اخرجه الترمذی۔

ترجمہ : حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا۔ سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتداء کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور اشارہ سے ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بتلایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف : من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپؐ کے روبرو بھی موجود تھے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجئو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کرنا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کرنا۔ پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا اور نہ یہ عادت مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے۔ صرف اس کا جواز اور مشروعیہ اور موافقت سنت ثابت کرنا مقصود ہے۔ سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہے' گو ایک معین زمانہ کے لئے سہی۔

حدیث دوم

عن الا سود بن یزید الیٰ آخر الحدیث

ف : یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم معہ ترجمہ کے گزر چکی ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے۔ اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو تعلیم احکام کے لئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا ابھی اوپر بیان ہوا۔

حدیث سوم

عن هذیل بن شرحبیل فی حدیث طویل مختصره قال سئل ابو موسیٰ ثم سئل ابن مسعودؓ واخیر اخبر بقول ابی موسیٰ مخالفه ثم اخبر ابو موسیٰ بقوله فقال لاتساء لو نی مادام هذا الحبر فیکم اخرجه البخاری وابو داؤد الترمذی۔

(تیسیر کلکته ص ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ : خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہذیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا۔ پھر ان کے فتویٰ کی خبر حضرت موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم تبحر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا اس کو بخاری اور ابو داؤد اور ترمذی نے۔

ف : حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لئے فرمایا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل کرے۔

مقصد پنجم

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی

اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

اول : اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کئے جاتے ہیں تاکہ دعویٰ کا تعین ہو جاوے۔ سو جاننا چاہئے کہ کسی شئے کا ضروری اور واجب ہونا دو طرح پر ہے۔ ایک یہ کہ قرآن وحدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز روزہ وغیرہ ہا ایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں۔

دوسرے : یہ کہ اس امر کی خود تو کہیں تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن وحدیث میں تاکید آئی ہے ان امور پر عمل کرنا بدون اس امر کے عادۃً ممکن نہ ہو اس لئے اس امر کو بھی ضروری کہا جاوے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے مقدمہ واجب کا واجب ہے جیسے قرآن وحدیث کا جمع کر کے لکھنا کہ شرع میں اس کی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث میں خود کتابت ہی کے واجب نہ ہونے کی تصریح فرمادی ہے۔

حدیث چہارم

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا امة لا نكتب ولا نحتسب الحديث متفق عليه.

امشكوة انصاری ص ١٦٦

ترجمہ : حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول

خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم تو ایک امی جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتابت۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف : دلالت حدیث کی مطلوب پر ظاہر ہے اور جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصا کیسے واجب ہو گی۔ لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع ہونے سے بچانا ان امور پر تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدوں مقید بالکتابت کرنے کے محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہ تھا اس لئے قرآن وحدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس طور پر اس کے ضروری ہونے پر تمام امت کا دلالۃً اتفاق چلا آرہا ہے۔ ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں۔ جب وجوب کی قسمیں اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہو گئی تو جاننا چاہیئے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات۔ اس لئے ایسی آیت، وحدیث پیش کرنا تو ضروری نہ ہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لے کر تاکیدی حکم آیا ہو جیسے کتابت قرآن وحدیث کے جواب کے لئے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اس کے کہ حدیث مذکور میں اس کے جواب کی نفی مصرح ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اس سے حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی۔ اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کے لئے نص پیش کرنے کی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں۔ ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون سے امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکورہ واجب ہیں پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں۔

اول : علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

ثانی : خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا، یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا، دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

ثالث : ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

رابع : اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

خامس : دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا۔ رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے سو یہ تجربہ و مشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد و غرض پرستی غالب ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے اور احادیث فتن میں اس کی خبر بھی دی گئی ہے جو اہل علم پر مخفی نہیں۔ پس اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی۔

تفصیل مفاسد ترک تقلید شخصی

ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کر دیں گے اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کر کے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا۔ ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن اور مشکوٰۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں' پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام ہو گا تو احکام میں جس قدر تصریف و تحریف پیش آوے تعجب نہیں۔ مثلاً ممکن ہے کہ کوئی شخص کہے کہ جس طرح مجتہدین سابقین نے قوت اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے اور وہ سمجھنا معتبر و مقبول ہے جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ معلل ہے اور علت اس کی یہ ہے کہ عرب کے لوگ اکثر اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ اکثر چھینٹ میں آلودہ ہو جاتے تھے اور وہی ہاتھ منہ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک و صاف ہو جاویں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں' محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں ہمارا بدن

خود پاک صاف رہتا ہے اس لئے ہم پر وضو واجب نہیں' بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ لینا کہ کون حکم معلل ہے علت کے ساتھ اور کون حکم تعبدی یعنی غیر معلل ہے۔ یہ حصہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا ہو چکا ہے۔ اس وقت ان کے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ نکاح میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے اس علت کے ساتھ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہو تو تحقیق حال ہی میں سہولت ہو۔

پس جہاں اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے و نیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالا جماع کے غیر منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً متعہ کو جائز کہنے لگے چنانچہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سنا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام و مخالفت اجماع امت مرحومہ ہے جس میں ترک ہے امر رابع کا امور خمسہ مذکورہ سے۔

حقیقت اجماع

کیونکہ حقیقت اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علماء کسی امر دینی پر اتفاق کرلیں اور اگر کوئی عمداً یا خطأً اس اتفاق سے خارج رہے تو اس کے پاس کوئی دلیل محتمل صحت نہ ہو اور خطاء میں وہ معذور بھی ہوگا اور ظاہر ہے کہ امثلہ مذکورہ کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعہ میں بعض کا خلاف رہا مگر بوجہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح ہونے کے وہ قادح اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقاً عدم شرکت مضر تحقیق اجماع نہیں' ورنہ قرآن مجید کے یقیناً محفوظ اور متواتر ہونے کا دعویٰ مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیات منسوخہ التلاوت کو داخل قرآن اور حضرت ابو الدرداء سورۃ واللیل کی آیت وما خلق الذکر والانثیٰ میں کلمہ

وما خلق کو اور ابن مسعودؓ معوذتین کو خارج قرآن سمجھتے تھے۔ گو یہ اقوال تھوڑے ہی روز رہے ہوں تو لازم آتا ہے کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہونا ہر زمانہ میں مجمع علیہ و یقینی تر ہے حالانکہ ایک ساعت کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ سب اس کو تمام ازمنہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے رہے اور چونکہ ان حضرات کو استدلال میں یقیناً غلطی ہوئی۔ اس لئے کسی نے سلفاً و خلفاً اس کو مضر و مخل اجماع نہیں سمجھا البتہ ان کو بھی شبہ کی وجہ سے معذور سمجھا وہ حدیثیں یہ ہیں۔

حدیث اول

عن ابن عباسؓ قال قال عمر اقراء نا ابی واقضانا علی وانا لندع من قوی ابی وذلك ان ابیا یقول لا ادع شئیا سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد قال الله تعالی ماننسخ من آیة او ننسها۔

(بخاری نظامی جلد ثانی ص ٦٤٤)

حدیث دوم

عن علقمة قال دخلت نفر من اصحاب عبدالله الشاه فسمع بنا ابو الدرداء فاتا نافقال افیکم من یقراء قلنا نعم قال فایکم اقراء فاشاء روالی فقال اقراء فقرات والیل اذا یغشٰی والنهار اذا تجلیٰ والذکر والا نثیٰ قال انت سمعتها من فی صاحبك قلت نعم قال فان سمعتها من فی النبی صلی الله علیه وسلم وهولاء یا بون علینا۔

(بخاری جلد ثانی ص ٧٣٧)

حدیث سوم

عن ابی ذی قال سالت ابی بن کعب قلت ابا المنذران اخاك ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال ابی سالت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لی قل فقلت فخن نقول کما قال رسول الله صلی الله علیه وسلم

(بخاری جلد ثانی ص ٧٤٤)

ف : چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون اوپر گزر چکا ہے لہذا ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ بالجملہ یہ خرابی تو عموم اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ ایسے اجتہاد کی کوئی تقلید بھی کرنے لگے۔ دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے صرف ظاہر حدیث پر عمل کریں گے۔ سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں ان میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لئے عمل نہیں کرسکتے کہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں اور صراحۃً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں۔ پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کر کے تعطل وبطالت کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ ترک ہے امر خامس کا امور مذکورہ میں سے اور ایسے احکام کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ و حصر مشکل ہے۔ چنانچہ جزئیات فتاویٰ کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے۔

حدیث

وفی اخری لمسلم صلی الظہر والعصر جمیعا والمغرب والعشاء جمیعا من غیر خوف ولا سفر

(تیسیر کلکتہ ص ۲٤۰ کتاب الصلوٰۃ باب ثامن فصل ثانی)

ترجمہ : اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کر کے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے بدون خوف کے اور بدوں سفر کے فقط۔

حالانکہ بلا عذر حقیقۃً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہرا حدیث سے مفہوم ہوتا ہے اسی لئے اس میں قوت اجتہادیہ سے تاویل کی جاتی ہے۔ پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آئے گی جس میں ترک ہے امر رابع کا۔ تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں، کبھی ایک مجتہد کے فتویٰ پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتویٰ کو لے لیا۔ سو اس میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آوے گی۔ مثلاً ایک شخص نے وضو کر لیا پھر خون نکلوایا جس سے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعی کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لی۔ چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لئے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی۔ پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کی لازم نہ آئے گی لیکن بوجہ غلبہ غرض پرستی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لے گا جو اس کی خواہش نفسانی کے موافق ہو اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو۔ پس اس قول کو دین سمجھ کر نہ لے گا بلکہ خاص غرض یہی ہو گی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ

شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا۔ خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا۔ اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے' اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہوگی کہ حظ نفس اور غرض دنیوی حاصل ہو۔ اگر ایک امام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہوگا دوسرے کا تلاش کرے گا۔ غرض علم دین اور عمل دین دونوں میں نیت اس کی خالص اور طلب رضائے حق نہ ہوگی اور اس میں ترک ہے امر اول کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جائے گا بعد چندے اس آزادی کا فروع سے اصول میں پہنچ جانا جو صریح ضرر دین ہے عجیب وبعید نہیں بلکہ غالب و قریب ہے۔

پس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ضرر دین کا اور یہ ترک ہے امر ثالث کا امور مذکورہ میں سے۔ پس تقریر ہذا سے بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلا شبہ خلل پذیر ہو جاتے ہیں۔

ترک تقلید شخصی سے بلا شبہ امور خمسہ خلل پذیر ہوتے ہیں

نمبر ۱۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لئے ہونا۔

نمبر ۲۔ خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا۔

نمبر ۳۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

نمبر ۴۔ اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

نمبر ۵۔ دائرۂ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتدبہ انسداد اور علاج ہے۔

پس مقدمہ اولیٰ تو ثابت ہو چکا رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا

واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔

حدیث اول

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الاعمال بالنيات وانما لا مرى مانوى فمن كانت هجرته الى الله ورسوله فهجر ته الى الله ورسوله ومن كانت هجرته الى دنيا يصيبها اوامراة يتزوجها فهجر ته الى ماهاجراليه

(متفق عليه مشكوٰة انصاری ص ۲)

ترجمہ : حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسولؐ کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ و رسولؐ کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی شئے کی طرف ہے جس کے لئے ہجرت کی ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف : اس حدیث سے امر اول یعنی نیت کے خالص ہونے اور ظاہر کرنے کا وجوب ظاہر ہے۔ دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے بحکم دوسری حدیث کے سب گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آگئی تو اکارت ہو گئی۔ اس پر ملامت و شناعت فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے۔

حدیث دوم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ

صلى الله عليه وسلم من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه الا ليصيب به عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامه يعنى ريحها

(رواه احمد ابو داؤد ابن ماجه مشکوٰۃ انصاری صفحه ۲٦)

ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی رضا طلب کی جاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سا یا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اس کے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو بجز اس کے کہ اس کے ذریعہ سے کچھ متاعِ دنیا حاصل کرلوں گا تو قیامت کے روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاوے گا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔

ف : مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہونا کہ اس کی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نکالیں گے اس حدیث میں اس پر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے۔ پس یہ حدیث بھی امر اول کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث سوم

عن عبدالله بن عمروؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايؤمن احد كم حتٰى يكون هواه تبعالما جئت به رواه فى شرح السنة وقال النووى فى اربعينه هذا حديث صحيح رونياه فى كتاب الحجة باسناد صحيح مشكوٰة صفحه ۲۳

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی شخص مؤمن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں۔

روایت کیا اس کو شرح السنۃ میں نووی نے اس کو اپنے اربعین میں صحیح کہا ہے۔

ف : اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے۔

حدیث چہارم

عن النعمان بن بشیر فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقع فی شبہات وقع فی حرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یرتع فیہ الا وان لکل ملك حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الحدیث متفق علیہ

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۴۳)

ترجمہ : حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں پڑنے لگتا ہے وہ ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چرواہا ایسی چراگاہ کے آس پاس چرائے جس کی گھاس کسی نے روک رکھی ہو تو احتمال قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر وہ چرنے لگے۔ یاد رکھو! ہر بادشاہ کے یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف : اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں پڑنے کا ہو اس سے بچنا ضروری ہے اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے۔

حدیث پنجم

عن عطیۃ السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم لایبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس به حذراً لمابه باس

(رواه الترمذی وابن ماجه (مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۳٤)

ترجمہ : عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہنچتا یہاں تک کہ جن چیزوں کو خود کوئی خرابی نہیں ان کو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑ دے جن میں خرابی ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور بن ماجہ نے۔

ف : چونکہ تقویٰ بنص قرآنی اتقواواجب ہے اور وہ اس حدیث کی رو سے موقوف ہے۔ ایسی چیزوں کے ترک پر جن سے اندیشہ وقوع فی المعصیۃ کا ہو اس لئے یہ بھی واجب ہوا۔ پس یہ حدیث بھی امر ثانی کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث ششم

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قدا جار کم الله تعالیٰ من ثلث خلال ان لا یدعو علیکم نبییکم فتهلکوا جمیعاً وان لایظهر الله اہل الباطل علی اہل الحق وان لاتجتمعو اعلی ضلالة اخرجه ابو دائود۔

(تیسیر کلکتہ صفحہ ٣٦٣ کتاب الفضائل باب رابع)

ترجمہ : ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بد دعا نہ کریں گے جس سے تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرے یہ کہ اہل باطل کو اللہ تعالیٰ تمام اہل حق پر غالب نہ کریں گے۔ تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہ ہو گے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

حدیث ہفتم

عن معاذ بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یا خذ الشاذة والقاصیة والناحیة وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة رواه احمد

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲)

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک شیطان بھیڑیا ہے 'انسان کا' جیسا کہ بکریوں کا بھڑیا ہوتا ہے (کہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے نکل بھاگی ہو اور اس سے دور جا پڑی ہو اور ایک کنارہ پر رہ گئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو (اہل دین کے) عام جماعت میں رکھو۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

حدیث ہشتم

وعن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام من عنقله رواه احمد وابو دائود

(مشکوٰۃ انصاری ص ۲۲)

ترجمہ: ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ روایت کیا اس کو احمد وابو داؤد نے۔

ف: ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ جس امر پر اتفاق واجتماع کر لیں وہ ضلالت نہ ہوگا تو ضرور ہے کہ اس کی ضد اور خلاف

ضلالت ہوگا کما قال تعالیٰ فماذا بعد الحق الا الضلال اور اجتماع میں شریک رہنے کی تاکید اور اس سے جدا ہونے پر وعید فرمائی۔ پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالۃ ہوگی۔ پس اجماع کے مقتضے پر عمل واجب ہوگا۔ اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہوگیا۔

حدیث نہم

عن ابن عباسؓ قال قال علیؓ لعمرؓ یا امیر المئومنین! لقد علمت ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال رفع القلم عن ثلثة عن الصبی حتی یبلغ وعن النائم حتی یستیقظ وعن المعتوه حتی یبرئی الحدیث اخرجه ابو دائود.

(تیسیر کلکته ص ۱۳٦ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں' ایک نابالغ جب تک کہ بالغ نہ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جب تک کہ بیدار نہ ہو۔ تیسرا مجنوں جب تک کہ اچھا نہ ہو۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : اول تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اس میں استدلال ہی کی حاجت نہیں۔ پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بجز ان لوگوں کے جن کو شرع نے مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلّف ہیں دائرۂ احکام سے کسی کو نکلنا جائز نہیں قرآن میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے۔ قال اللہ تعالیٰ۔ افحسبتم انما خلقنکم عبثا لآیه وقال الله تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سدی

پس امر خمس کا وجوب بھی ثابت ہوگیا اور وجوب ان امور خمسہ کا

مقدمہ ثانیہ تھا۔ پس بحمد اللہ دلیل کے دونوں مقدمے ثابت ہو گئے۔ پس مدعا کہ وجوب تقلید شخصی ہے ثابت ہو گیا۔ حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا کہ تقلید شخصی مقدمہ ہے واجب کا اور مقدمہ واجب کا واجب ہے۔

مقدمتہ الواجب واجب

اور یہ قاعدہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب اہل ملل واہل عقل کے مسلمات سے ہے محتاج اثبات نہیں۔ مگر تبرعاً ایک حدیث بھی تائید کے لئے لائی جاتی ہے۔

حدیث: عن عقبة بن عامر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من علم الرمى ثم تركه فليس منا اوقد عصى رواه مسلم۔

(مشکوٰۃ انصاری ص۲۲۸)

ترجمہ: عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گناہ گار ہوا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف: ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ فی الدین نہیں مگر چونکہ بوقت حاجت ایک واجب یعنی اعلاء کلمتہ اللہ کا مقدمہ ہے اس لئے اس کے ترک پر وعید فرمائی جو علامت ہے وجوب وقت الحاجت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔ اب دلیل مذکور پر دو شبہے وارد ہو سکتے ہیں۔

جواب شبہ بر عموم وجوب تقلید شخصی

ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت

ہے کہ بدوں تقلید شخصی کے وہ مفاسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہ وجوب بھی ان ہی اکثر کے اعتبار سے ہونا چاہئیے عام فتویٰ وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مفاسد سے بچانے کے لئے ہوں اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پر نظر کر کے حکم عام دیا جاتا ہے اور یہی معنی ہیں فقہاء کے اس قول کے کہ جس امر میں عوام کو ابہام ہو وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث : عن جابر عن النبی صلی الله علیه وسلم حین اتاه عمر فقال انانسمع احادیث من یهود تعجبنا افتری ان نکتب بعضها فقال امتهوکون انتم کما تهوکت الیهود وانصاری الحدیث. رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان.

(مشکوٰة انصاری ص۲۲)

ترجمہ : حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپؐ اجازت دیتے ہیں کہ بعض باتیں لکھ لایا کریں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہیں۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

ف : چونکہ ان مضامین کے لکھنے میں اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام ممانعت فرمادی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور متصلب فی الدین شخص کو بھی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنہ عامہ ہو اس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دی جاتی۔

بشرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو۔ پس وہ شبہ رفع ہو گیا اور اس کی وجہ معلوم ہو گئی کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اور وجوب کو سب کے حق میں عام کہا جاتا ہے۔

حدیث دیگر: عن شقیق قال کان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبدالرحمن لوددت انك ذکرتنا فی کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذلك انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظۃ کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ السامۃ علینا متفق علیہ۔

(مشکوٰۃ انصاری ص۲۵)

ترجمہ: شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ہم کو وعظ سناتے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ ہر روز وعظ فرمایا کریں آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ امر مانع ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ اس لئے وقتاً فوقتاً وعظ سے خبر گیری کرتا رہتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اکتا جانے کے اندیشہ سے وقتاً فوقتاً (یعنی کچھ ناغہ کر کے) وعظ سے خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف: ظاہر ہے کہ سننے والوں میں سب تو اکتانے والے تھے ہی نہیں، چنانچہ خود سائل کا شوق سوال سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار کر کے آپ نے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کی۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہو گیا اور روایت کثیرہ میں احکام کثیرہ کا اس قاعدہ پر

مبنی ہونا وارد ہے پس یہ شبہ مذکورہ رفع ہو گیا۔

جواب شبہ عدم ثبوت یک مقدمہ وجوب تقلید شخصی از حدیث

دوسرا شبہ جو محض لاشئے ہے یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا ایک مقدمہ یعنی امور خمسہ مذکورہ کا واجب ہونا بلاشک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے دوسرا حدیث میں نہیں پھر دعوے کیسے حدیث سے ثابت ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی دعویٰ کی کیا خصوصیت ہے؟ یہ قصہ تو تمام شرعی دعوؤں میں ہے۔ مثلاً ایک شخص کی عمر بیس پچیس برس کی ہے اس پر تمام علماء و عقلا نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جاوے تو یہی کہا جاوے گا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہے یا نہیں نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معائنہ سے ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کے لئے ہے نہ بیان واقعات جزئیہ کے لئے۔

واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارد فی القرآن والحدیث ہونے سے اس دعوی کو ثابت بالقرآن والحدیث کہا جاتا ہے۔ یہی تقریر شبہ مذکور کے جواب میں جاری کر لو اور یہ اوپر طے ہو چکا ہے کہ یہ وجوب بالغیر ہے بالذات نہیں۔ پس بحمد اللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہو گیا۔

وجہ تخصیص مذاہب اربعہ و در بعض بلا تخصیص مذہب حنفی

رہا یہ امر کہ مذہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے مجتہد تو بہت سے گزرے ہیں جن کے اسماء اقوال جابجا کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں کر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو گیا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینا مقضمن مفاسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کی جاوے جس کا مذہب اصولاً وفروعاً ایسا مدون و منضبط ہو کر قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضرور ہوا کہ ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جاوے کیونکہ مذہب خامس کو اختیار کرنے میں پھر وہی خرابی عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملے گا اس کے لئے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو نفس کو وہی مطلق العنانی کی عادت پڑے گی جس کا فساد اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بناء پر مدت سے اکثر جمہور علماء امت کا یہی تعامل اور توارث چلا آرہا ہے حتی کہ بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت والجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔ رہا یہ امر کہ اور مذاہب اس طرح سے کیوں نہیں مدون ہوئے اس کے اسباب کی تحقیق اس مقام میں ضروری نہیں خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہوئے ہوں۔ مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ ہم سے پہلے بلا ہمارے کسی فعل اختیاری کے اور مذاہب غیر مدون ہونے کی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون ہیں، ہمارے لئے انحصار ثابت ہو گیا رہی دوسری بات کہ تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایسے مقام پر ہیں

جہاں سے بلا ہمارے اکتساب کے امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے علماء اور کتابیں موجود ہیں۔ اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے۔ کیونکہ علماء بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال و مزاولت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع و دقیق نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی و ظاہر ہے۔

رہا یہ کہ جہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ کلفت بھی نہیں، وہاں جا کر تم حنفی کیوں بنے رہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے سے بوجہ ضرورت مذکورہ اس مذہب پر عمل کر رہے ہیں۔ اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تقلید شخصی کا ترک لازم آتا ہے جس کی خرابیوں کا بیان ہو چکا ہے رہا یہ کہ ایسے مقامات پر پہنچنے کے بعد اب سے اس دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی اختیار کر لی جایا کرے کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکلیہ چھوڑ دیا جاوے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی تو کوئی وجہ متعین ہونی چاہئیے جس شخص کو قوت اجتہادیہ نہ ہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے وہ ترجیح کے وجوہ تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل ترجیح بلا مرجح ہو گا اور اگر کوئی تھوڑا بہت سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے ارتکاب میں دوسرے عوام الناس کے لئے جو متبع ہیں خواہش نفسانی کے ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا کہ جو امر عوام کے لئے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جا سکتا ہے اور یہی مبنی ہے علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذہب ممنوع ہے۔

رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑ کر تقلید اختیار کرے تو اس کے لئے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ

ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی شائع ہے تب تو اس کے لئے یہی امر مرجح ہے جیسا اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کے لئے دعویٰ ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے مگر پھر اسی کا پابند رہے البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہ ہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آوے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کر کے اسی پر عمل کرے ایسے شخص کی بعد مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جاوے گا لیکن ایسی صورت شاذو نادر واقع ہو گی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہے اب بفضلہ تعالیٰ اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا

مقصد ششم

جواب شبہ منع قرآن از قیاس

بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب

شبہ اول

قرآن مجید کی اس آیت میں ظن و قیاس کی مذمت آئی ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا یعنی ظن افادہ حق میں بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں۔

جواب: ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ورنہ اولاً یہ آیت ان احادیث کے

معارض ہو گی جن سے اس کا جواز ثابت اور مقصد اول میں لکھی گئیں۔ ثانیاً اکثر احادیث اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض احادیث جو متواتر ہیں ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان سے ایک کی تعیین و ترجیح خود ظنی ہو گی تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ حدیث پر بھی عمل جائز نہ رہے اور دونوں امر باطل ہیں۔ پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد آیت میں ظن سے زعم بلا دلیل ہے چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے۔

وقالوا ماهی الاحیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یهلکنا الاالدهر ومالهم بذلك من علم ان هم الا یظنون۔

ترجمہ : اور کفار نے کہا کہ ہماری صرف یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم کو تو صرف زمانہ ہلاک کرتا ہے حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں صرف ان کا ظن ہی ظن ہے۔ اور یقینی بات ہے کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ دہر فاعل ہے دلیل ظنی اصطلاحی نہ تھی بلکہ محض ان کا دعویٰ بلا دلیل تھا اس کو ظن فرمایا۔ اسی طرح اوپر کی آیت میں مراد ہے۔

شبہ دوم

جواب شبہ منع قرآن از تقلید و معنی آیت واذاقیل لهم اتبعوا الخ

قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے۔ واذاقیل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما وجدنا علیه اباء نا اولو كان اباۤء هم لا یعقلون شیئا ولا یهتدون۔

ترجمہ : جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ

نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں کیا ہر حالت میں اپنے آباء واجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو ان کے آباء واجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں۔ط

پس معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا برا ہے اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جب تم میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو، اس سے معلوم ہوا کہ کسی امام و مجتہد کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے وہ آیت یہ ہے۔ فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول۔

ترجمہ: اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلید مجوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں۔

اول: یہ کہ وہ آیات واحکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرتے ہیں۔

دوسرے: یہ کہ ان کے وہ بزرگ عقل دین و ہدایت سے خالی تھے سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات و احادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیات و احادیث ہی ہے مگر میں بے علم یا کم علم یا ملکہ اجتہاد و قوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ آیات و احادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کئے ہوئے تھے تو انہوں نے جو اس کا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور راجح ہے۔ لہذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر ان کے بتلانے کے موافق اسی لئے علماء نے تصریح کی ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ

مثبت احکام اور یہ مضمون کبھی کافی عبارت میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہے غرض کوئی مقلد قرآن وحدیث کو رد نہیں کرتا اور جس کی تقلید کرتا ہے نہ وہ علم ہدایت سے معرا تھے جیسے تواتر سے ان کا عاقل اور مہتدی ہونا ثابت ہے۔ پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جاتیں پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہ ہوئی اور مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر آیت کا معارضہ لازم آئے گا۔ ان احادیث کے ساتھ جو مقصد اول میں جواز تقلید کے باب میں گزر چکی ہیں۔

معنیٔ آیت فان تنازعتم فی شئی الخ

اور تقریر بالا سے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ کہ مثبت احکام، یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قیاس پر عمل کرنا اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے اور اس میں ان کی مخالفت نہیں۔

شبہ سوم

جواب شبہ مع حدیث از قیاس

احادیث میں دین کے اندر رائے لگانے کی مذمت آئی ہے اور رائے عین قیاس ہے پس قیاس ناجائز ہوا۔

جواب: رائے سے مراد مطلق رائے نہیں ورنہ ان احادیث سے معارضہ لازم آوے گا جو مقصد اول میں اثبات جواز قیاس میں گزر چکی ہیں بلکہ وہ رائے مراد ہیں جو کسی دلیل شرعی کی طرف مستند نہ ہو محض تخمین عقلی جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے۔

حدیث: عن علی انه قال لوكان الدين بالراى لكان اسفل الخف اولى بالمسح من اعلاوه ولكن رايت رسول الله صلى الله عليه

وسلم یمسح اعلاہ اخرجہ ابو داؤد
(تیسیر کلکتہ ص۲۹۱ کتاب الطهارة باب سادس)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ اگر دین کا مدار رائے پر ہوتا تو موزہ کے نیچے کی جانب بہ نسبت اوپر کی جانب کے مسح کی زیادہ مستحق تھی لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوپر کی جانب مسح کرتے دیکھا ہے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

آہ خلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہؓ سے اس رائے کا استعمال قولاً و فعلاً ثابت ہے۔ چنانچہ مقصد سوم کی حدیث پنجم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول رایت فی ذلك الذی رائی مع ترجمہ گزر چکا ہے جس سے استعمال قولی و فعلی دونوں ظاہر ہیں کہ رائے کو اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا اور اس رائے کے مقتضی پر کہ جمع قرآن ہے عمل بھی فرمایا۔

شبہ چہارم

جواب شبہ ذم سلف قیاس

قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول ہے اول من قاس ابلیس یعنی اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے۔

جواب: قیاس سے مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزہ قیاس کے ساتھ مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آوے گا بلکہ ویسا ہی قیاس مراد ہے جیسا اس واقعہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ کو قیاس سے رد کر دیا۔ سو ایسا قیاس بلاشبہ حرام بلکہ کفر ہے۔ خلاف

قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کے لئے ہوتا ہے۔

شبہ پنجم

جواب شبہ مع مجتہدین از تقلید

ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

جواب: مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو ورنہ ان کا یہ قول اولاً احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں گزر چکی ہیں۔ ثانیاً خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہو گا فعل سے تو اس لئے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح ان کے فتاوے جو خود ان کے مدون کئے ہوئے ہیں ان میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدون ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو ان کا یہ فعل خود بخود تقلید ہے اور قول سے اس لئے کہ ہدایہ اولین وغیرہا میں امام ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوا دے اور وہ اس حدیث کو سن کر افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ گیا یہ سمجھا جائے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر بقصد کھا پی لے تو اس پر کفارہ لازم آوے گا اور دلیل میں ابو یوسف نے یہ فرمایا ہے۔ لان علی العامی الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقه اے معرفة الاحادیث هدایه ص۲۰٦) یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہاء کا اقتداء

کرے کیونکہ اس کو حادیث کی معرفت نہیں ہو سکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سابق مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ ہیں جن کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ مخاطب ہیں جو قوت اجتہادیہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو خود دال ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہے اور غیر صاحب قدرت اجتہادیہ کو گو سماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں۔ پس جس کو قدرت معرفت ہی نہ ہو اس کو معرفت دلیل کرنا تکلیف مالایطاق ہے جو عقلاً و شرعاً باطل ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہاد ہی کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔

شبہ ششم

جواب شبہ بدعت بودن تقلید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کے زمانہ میں تقلید نہ تھی اس لئے بدعت ہوئی۔

جواب: مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان قرون میں بھی تقلید شائع تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ جب خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ تدوین حدیث وکتابت قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو اور ظاہر نظر میں اولاً یہی شبہ ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے دفع ہو گیا جیسا مقصد سوم کی حدیث پنجم میں مفصل قصہ گزر چکا۔ یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو۔

شبہ ہفتم

جواب شبہ بدعت بدون تقلید شخصی

تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن و حدیث میں نہیں آیا اس لئے یہ بدعت ہوئی۔

جواب: مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شبہات متعلقہ کے گزر چکے ہیں۔

شبہ ہشتم

جواب شبہ تقلید شخصی نبودن در سلف

اگر تقلید شخصی واجب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے اس واجب کے تارک کیوں تھے؟

جواب: چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل ہونا موقوف ہے۔ بعض واجبات مقصودہ کا اس پر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہوگا چونکہ سلف سلامت صدور طہارت قلب و تورع و تدین و تقویٰ کی وجہ سے وہ واجبات تقلید شخصی پر موقوف نہ تھے لہذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی صرف جائز تھی۔

اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا دربارہ عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہذا واجب ہو گئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کی حالت کے تغیر و تبدل سے متغیر ہو سکتی ہے بخلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں تبدیل کا اعتقاد الحاد ہے جیسا بہت لوگ آج کل اس میں مبتلا ہیں۔ اس کی ایک نظیر یہ بھی ہے کہ حضور پر نور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے زمانہ مبارک میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آوے گا جس میں عزلت ضروری ہو جائے گی۔ چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو بلکہ جائز بھی نہ ہو اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے۔ پس اگر تقلید شخصی بھی زمانہ سابقہ میں واجب نہ ہو اور زمانہ متاخر میں واجب ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے۔

شبہ نہم

جواب شبہ عدم انقطاع اجتہاد

اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے۔

جواب: قوت اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع و محال تو نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل یہ ہے کہ فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہ ہوں کیفما اتفق مختلف ابواب کے سو سوالات فرعیہ جو قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول پر استنباط کریں ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارات یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہو جاویں پھر فقہاء کے جولیات اور ان کے اولہ سے موازنہ کر کے انصاف کریں اس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح واضح ہو جائے گی کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آوے گا۔ چنانچہ مبصرین کو محقق ہو گیا کہ بعد چار صدی کے یہ قوت مفقود ہو گئی۔ اس کی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ

نے عطا فرمایا تھا وہ اب نہیں دیکھا جاتا پھر جیسا قوت حافظہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوت اجتہادیہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے عامہ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول مدون کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کر کے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدونہ مندرج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علی الاطلاق مجتہد یا قابل تقلید ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے۔ اگر کسی میں یہ قوت مذکورہ مان بھی لی جاوے جب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں بے باک لوگوں کو جرأت دلانا ہے کہ وہ دین میں جو چاہیں گے کہہ دیا کریں گے اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں۔

شبہ دہم

جواب شبہ خلاف بودن تقلید شخصی

قرآن و حدیث بہت آسان ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ ولقد یسرنا القران للذکر فهل من مدکر. ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اب تو اردو ترجمے ہو گئے ہیں کسی کو بھی دشوار نہیں رہا پھر کیوں تقلید کی جائے خود دیکھ کر عمل کر لینا کافی ہے۔

جواب: مقصد سوم میں بحث قوت اجتہادیہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں، ان کی اول حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق و خفی ہیں۔ پس آیت بالا میں قرآن کو ان معانی ظاہرہ کے اعتبار سے

آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کے لئے معانی دقیقہ خفیہ کے جاننے کی ضرورت ہے۔ مقصد سوم کو بتمامہ دیکھ لینے سے معلوم ہو جائے گا کہ ان معانی کے سمجھنے کے لئے کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے۔

شبہ یازدہم

تقلید شخصی کا خلاف دین ہونا

حدیث میں ہے الدین یسر یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے۔ پس تقلید شخصی خلاف دین ہے۔

جواب: دین کے آسان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نفس کو بھی کوئی ناگواری وگرانی نہیں ہوتی ورنہ آیت انها لکبیرة الاعلی الخاشعین اور حدیث حفت الجنة بالمکارہ کے کیا معنی ہوں گے اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی؟ کیا سردیوں کے وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی؟ کیا ناتمام نیند سے جاگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرت عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لایکلف الله نفساً الا وسعها سو تقلید شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لئے خلاف دین نہیں اور جب وجوب اس کا مقصد پنجم میں مستقل طور سے ثابت کر دیا گیا ہے پھر خلاف دین ہونے کا کب احتمال ہے۔

شبہ دوازدہم

ائمہ اربعہ کی تقلید

اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہؓ زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پہنچے ؟

جواب : مقصد پنجم میں ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید کے لئے اس مجتہد کے مذہب کا مدون ہونا ضروری ہے اور حضرات صحابہؓ میں کسی کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے۔ البتہ ان ائمہ کے واسطے سے ان کا اتباع بھی ہو رہا ہے۔

شبہ سیزدہم

جواب شبہ تقلید در منصوص

جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں ان میں تقلید کرنا کیا ضروری ہے ؟

جواب : ایسے مسائل تین قسم کے ہیں اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ و معانی متعددہ کو محتمل ہوں۔ گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہوں۔ سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں۔ پس قسم اول میں رفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہو گی۔ قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں تعین احد الاحتمالات کے لئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہو گی۔ قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو۔

شبہ چہار دہم

جواب شبہ مخالف بودن بعض مسائل محدیث

بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں، ان میں کیوں تقلید کرتے ہو؟

جواب: کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے تین امر پر۔

امر اول: اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو۔

دوسری: اس کی دلیل پر اطلاع ہو۔

تیسری: وجہ استدلال کا علم ہو کیونکہ اگر ان تینوں امروں میں سے ایک بھی خفی رہے گا مخالف کا حکم غلط ہوگا۔ مثلاً امام صاحبؒ کا قول مشہور ہے کہ نماز استقاء سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث میں نماز استقاء پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے لیکن مقصود اس قول سے یہ ہے کہ نماز استقاء سنت مؤکدہ نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے نماز پڑھ کر دعا بارانِ کی کبھی بلا نماز دعا فرمادی جیسا بخاری میں حدیث ہے۔

عن انس قال بينما النبی صلی الله عليه وسلم يخطب يوم الجمعة اذقام رجل فقال يا رسول الله هلك الكراع وهلك الشاء فادع الله ان يسقينا فمديديه و دعا۔

(جلد اول صفحه ۱۲۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں سب ہلاک ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا

فرمایئے کہ بارش فرماویں آپؐ نے دونوں ہاتھ دراز کر کے دعا فرمائی۔

چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے قلنا فعله مرة وتركه اخرى فلم يكن سنته (اولین ص ٦٥) پس وضوح مراد صحیح کے شبہ مخالف کا نہ ہوگا اسی طرح اگر دلیل خفی رہے مثلاً ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں کسی نے ایک حدیث کو دیکھ کر مخالفت کا حکم کر دیا حالانکہ مجتہد نے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرأت فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا ایک ہی حدیث محتمل وجوہ مختلفہ کو ہو مجتہد نے بعض وجوہ کو قوت اجتہادیہ سے راجح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہے۔ جیسے حدیث میں ہے جو نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے اس سے قتل و قتال کرو۔ اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا دوسرے دلائل کلیہ کی وجہ سے زجر و سیاست پر محمول ہے۔ اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی پر محمول کر لیا تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی کیونکہ اس کا عمل حدیث کی ہی ایک وجہ پر ہوا۔ اسی طرح اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا غلط ہوگا جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت اڑھائی سال ہے اور دلیل میں وحملہ وفصالہ مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے نہایت ہی مخدوش ہے مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالاکف کے ساتھ نقل کی ہے جس سے وہ سب خدشات دفع ہو جاتے ہیں۔

پس معنے آیت کے یہ ہوں گے کہ بعد وضع حمل کے اس بچہ کو ہاتھوں میں یعنی گود میں لئے لئے پھرنا اور اس کا دودھ چھڑانا یہ تیس ماہ ہوتا ہے، اب بلا تکلف دعویٰ ثابت ہو گیا۔ حاصل یہ کہ یہ حکم مخالفت کا کرنا ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو درایت میں حاذق و مبصر ہو اور جس شخص میں

بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس کا حکم مخالفت کا کرنا معتبر نہیں جیسا مقصد سوم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آج کل جہلا بے چارے اس کا احاطہ کب کر سکتے ہیں تو ان کا کسی کو مخالف حدیث بے دھڑک کہہ دینا کتنی بڑی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرماویں۔ چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فورا ترک کر دیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچی۔ چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ ان میں تردد رہا ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہو گیا مگر اس کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے کیونکہ انہوں نے قصداً اخلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہو گئی جس میں بروے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔

حدیث : عن عمر وبن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران واذا حکم ثم اخطاء فلہ اجر۔

(بخاری ج ۲ ص ۱۰۹۲)

ترجمہ : عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے اور اجتہاد میں مصیب ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر خطا ہو جاوے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

اور اگر کوئی کہے کہ دعوے و دلائل و وجہ استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں ان کو دیکھ کر توافق و تخالف کا سمجھ لینا آسان ہے جواب یہ ہے کہ دعویٰ تو صاحب مذہب سے منقول ہیں۔ مگر تدوین احکام کے وقت ان حضرات کی عادت نقل دلائل کی نہ تھی اس لئے دلائل ان سے منقول نہیں۔ متاخرین نے اقناع کے لئے اپنی نظر و فہم کے موافق کچھ لکھ دیئے ہیں۔

پس اگر ان میں سے کوئی دلیل یا وجہ استدلال سخیف یا ضعیف ہو اس سے بطلان مدلول کا لازم نہیں آتا۔ چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جبکہ دلیل منقوص خود مستدل سے بھی منقول نہ ہو جیسا اوپر آیت وحمله وفصاله سے استدلال کرنے میں گزرا۔ پس مجتہد کی طرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث جو بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے محتمل تاویل کو ہو تو اس پر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں۔

شبہ پانزدہم

جواب شبہ بر تخصیص اربعہ

مجتہدین اور بھی بہت سے گزرے ہیں ان ہی چار کی کیا تخصیص ہے ؟

جواب: مقصد پنجم میں گزر چکا ہے کہ اوروں کا مذہب مدون نہیں اس لئے معذوری ہے۔

شبہ شانزدہم

جواب شبہ بر دعویٰ اجماع الا نحصار

بعض نے اس انحصار فی المذاہب الاربعہ پر اجماع کا دعوی کیا ہے حالانکہ ہر زمانہ

میں بعض اہل علم اس میں مخالف رہے ہیں۔

جواب: یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گو ایسا اجماع ظنی ہوگا مگر دعویٰ ظنی کے اثبات کے لئے دلیل ظنی کافی ہے اور مخالفین کی مخالفت کو معتدبہ نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد پنجم کی بحث اجماع میں گزر چکا ہے کہ ہر اختلاف قادح اجماع نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب مقصد پنجم میں انحصار دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اگر اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہے۔

شبہ ہفدہم

جواب شبہ ضعیف احادیث مستند و حنفیہ

اگر تقلید شخصی ہے تو عوام الناس جو امام ابو حنیفہؒ کو جانتے بھی نہیں وہ سب تارک اس واجب کے ہوں گے کیونکہ اتباع بدوں معرفت متحقق نہیں ہو سکتا۔

جواب: معرفت عام ہے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام گو تفصیلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بناء پر بعض علماء کا قول ہے العامی لا مذہب لہ لیکن اجمالی معرفت ان کو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ یہ اس مذہب کا متبع ہے جو یہاں شائع ہے۔ چنانچہ اگر وہ مقتداء اس مذہب کی تقلید چھوڑ دے فوراً وہ عامی اس سے جدا ہو جاتا ہے پس مذہب خاص کا جاننا من وجہ صاحب مذہب کی معرفت ہے اتباع کے لئے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اس کے زمانے میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزارہا عوام بالتفصیل اس کو نہ جانتے تھے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ مقصود ہے اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہ ہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہے لہذا اس پر اکتفا کیا گیا۔ اسی طرح چونکہ تقلید شخصی سے

مقصود اصلی یہ ہے کہ آثارۃ فتنہ و اتباع ہوا نہ ہو اور وہ بدوں معرفت تفصیلی بھی حاصل ہے لہذا معرفت اجمالی کافی ہے۔

شبہ ہشد ہم

جواب شبہ حنفیہ کے دلائل کی اکثر احادیث ضعیفہ ہیں

حنفیہ کے دلائل کی اکثر احادیث ضعیفہ ہیں اور بعض احادیث غیر ثابتہ اور ان کے مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں۔ پھر راجح کو چھوڑ کر مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہیں؟

جواب: اول تو یہ کہنا کہ ان کے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلم ہے بہت سے مسائل میں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے چنانچہ کتب دلائل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستہ ہیں یا صحاح ستہ کا حصر احادیث صحیحہ ہیں ضروری نہیں۔ چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث عندالمحدثین ضعیف ہیں سو اول تو جن قواعد پر محدثین نے قوت اور ضعف حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑا امر راوی کا ثقہ و ضابط ہونا ہے وہ سب قواعد ظنی ہیں چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں۔ اسی طرح کسی راوی کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا خود ظنی ہے چنانچہ بہت سی روایت میں بھی محدثین مختلف ہیں۔

جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ سب پر حجت ہوں اگر فقہاء ترجیح بین الاحادیث کے لئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں جیسا کتب اصول میں مذکور ہیں تو ان پر انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہ ہو اور قواعد فقہاء کے

موافق قابل استدلال ہو۔ علاوہ اس کے کبھی قرائن کے انضمام سے اس کا ضعف منجبر ہو جاتا ہے جیسا فتح القدیر مطبوعہ کشوری کے ص ۲۹۲، ص ۲۹۳ بحث اور تکبیر جنازہ میں لکھا ہے دوسرے یہ کہ حدیث کا ضعف اس کی صفت اصلیہ تو ہے نہیں راوی کی وجہ سے ضعف آجاتا ہے۔ پس ممکن ہے کہ مجتہد کو بسند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف اس میں آگیا۔ پس ضعف متاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاخر کے استدلال میں مضر ہونے کا شبہ ہو تو اول تو یہ ہے کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان کرتا ہے اس کا استدلال قول مجتہد سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے کہ المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا له منه پس گو سند اس کی معلوم نہ ہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کے یہ حدیث صحیح ہو گئی۔ پس اس کے استدلال میں مضر نہ ہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اس کا قول و عمل ہونا دلیل ظنی ہے اس کے ساتھ تمسک کرنے پر چنانچہ حاشیہ نسائی ص ۱۷۳ میں ابن ہمامؒ کا قول ایک حدیث کے متعلق نقل کیا ہے ترمذی کا کہ العمل علیه عند اهل العلم کہنا قوت اصل حدیث کو مقتضی ہے گو خاص طریق ضعیف ہو الخ اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضاء جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو ان کا متمسک ٹھہرایا جاوے۔

پس ظن تمسک ثابت ہو گیا اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں رہا غیر ثابت ہونا سو اول تو ایسی احادیث روایت بالمعنی ہیں بعض جگہ ان کے شواہد دوسری حدیث میں موجود ہیں۔ چنانچہ کتب تخریج سے معلوم ہو سکتا

ہے تیسرے یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا جیسا شبہ چہار دہم کے جواب میں گزر چکا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس۔ پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اس کے دعویٰ میں مضرو قادح نہیں ہو سکتا اور اگر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہے اور حدیث صحیح صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجمالاً تو جواب شبہ چہار دہم میں گزر چکا ہے اور تفصیلا انشاء اللہ مقصد نہم میں آتا ہے۔

شبہ نوازدہم

جواب شبہ خدانخواستہ حضرت امام اعظم مجتہد نہ تھے

اگر تقلید کی جاوے کسی مجتہد کی کی جاوے۔ امام ابو حنیفہؒ تو مجتہد بھی نہ تھ کیونکہ مجتہد ہونے کے لئے معرفت احادیث کثیرۃ کی شرط ہے اور بقول بعض مؤرخین ان کو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسی طرح ان کو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے۔ پس نہ ان کے مسائل پر وثوق ہے نہ ان کی روایت پر اعتماد ہے۔

جواب: جس مؤرخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مورخ نے امام صاحبؒ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے "ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی الحدیث اعتماد مذهبه فیما بینهم والتعویل علیه اعتباره رداً وقبولاً

ترجمہ: یعنی امام ابو حنیفہؒ کی حدیث میں بڑے مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان ان کا مذہب معتمد سمجھا گیا ہے اور اس کو مستند و معتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر"

اور جب بقول صاحب شبہ مجتہد ہونے کے لئے محدث ہونا ضروری ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے اور اس مورخ کے قول سے ان کا مجتہد ہونا ثابت ہے۔ پس لامحالہ ان کا محدث ہونا بھی ثابت ہو گیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم یلزم وجود اللازم۔ پھر جو اس مورخ نے ایسا قول لکھ دیا ہے جو خود اس کی اس تحقیق مذکورہ کے خلاف ہے سویا تو خود اس کی یا کسی کاتب وناقل کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور یقال سے اس کا ضعیف ہونا بھی بتلا دیا ہے۔ علاوہ اس کے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے۔ اس لئے اس کی اگر تاویل نہ کی جاوے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مؤرخ حسب تصریح شمس الدین سخاویؒ علوم شرعیہ میں باہر نہیں ہے اس لئے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جن کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں۔ نقل کے خلاف تو اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمدؒ کے مؤطا و کتاب الحج و کتاب الآثار و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہؒ اور مصنف عبدالرزاق اور دارقطنیؒ و بیہقیؒ وطحاویؒ کی تصانیف کو مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحبؒ کے مرویات مرضیہ کو جمع کر کے گنے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائے گا اور عقل کے خلاف اس لئے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی، ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی و دارقطنی وابن الجوزی ونووی وذہبی اور ولی الدین عراقی وابن حجر مکی وسیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیوع علم و اشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور خود مؤرخ نے تصریح کر دی ہے کہ جو امر تاریخی صریح

عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں۔ پس امام صاحبؒ کے مجتہد نہ ہونے کا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ رہا روایات میں ضعیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لاباس به لم يكن متهما. (امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور ان پر شبہ غلطی کا نہیں اھ) اور ابن معین جیسے رئیس النقاد کا کہہ دینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقہ کہنے کے ہے اور ابن عبدالبر نے ذکر کیا ہے۔

عن علی ابن المدینی ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارك وحماد بن زید وهشام ووکیع و عباد بن العوام و جعفر بن عون وهوثقة لاباس به وکان شعبة حسن رای فیه وقال یحیی بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفة واصحابه فقیل له اکان یکذب قال لا

ترجمہ : علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارہ میں اچھی تھی اور یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ ہمارے لوگ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اصحاب کے بارے میں بہت افراط و تفریط کرتے ہیں۔ کسی نے یحییٰ سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے تھے انہوں نے کہا نہیں؟

ایسے اکابر کی تصریح کے بعد شبہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی

هذا کله ملتقطه من مقدمة عمدة الرعاية للشیخ مولانا عبدالحی الکھنویؒ

شبہ - بستم

جواب مرجیہ بودن حنفیہ

غینہ میں اصحاب ابو حنیفہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا۔

جواب: غینہ اس وقت مجھ کو نہیں ملی اس کی عبارت کو دیکھ کر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا۔ لیکن سردست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تعداد فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کے لئے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں میں سے ایک فرقہ غسانی کو فی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وغسان كان يحكيه عن ابى حنيفة ويعده من المرجيه وهو افتراء عليه قصدبه ترويج مذهبه لموافقة رجل كبير قال الامدى ومع هذا اصحاب المقالات قد عدوا ابا حنيفة واصحابه من مرجية اهل السنة ماحل ذلك لان المعتزلة فى الصدر كانوا يلقبون من خالفهم فى القدر مرجيا اولان قال الايمان والتصديق لاينقص ظن ارجاء بنا خير العمل عن الايمان وليس كذلك ازعرف منه البالغة فى العمل والا جتها دفيه

ترجمہ: اور غسان اپنے قول مذکور کو امام ابو حنیفہؒ سے نقل کیا کرتا تھا اور ان کو مرجیہ میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ ان پر افتراء محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے علامہ آمدی کہتے ہیں اور باوجود اسکے ناقلین اقوال نے امام ابو حنیفہؒ کو اور ان کے اصحاب کو مرجیہ اہل سنت سے شمار کیا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ مسئلہ قدر میں مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا

لقب دیتے تھے۔

اور یا وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کا قول ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اس لئے ان پر ارجاء کا شبہ کر لیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور حالانکہ اس شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ان کا مبالغہ اور کوشش عبادت میں معروف و مشہور ہے۔ آہ اس عبارت سے کئی جواب معلوم ہوئے۔

۱۔ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ پر افتراء کیا۔

۲۔ معتزلہ نے عناداً اہل سنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آگئے۔

۳۔ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہ پڑ گیا پس غنیۃ کی عبارت یا تاویل ہے یا نقل میں لغزش ہے کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور ان کی کتابوں میں ان کا رد و ابطال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے۔

شبہ ۔بست و یکم

جواب شبہ - اپنی نسبت حضرت امام ابو حنیفہؒ کی طرف کیوں کرتے ہیں

اپنے کو بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسب کر کے محمدی کہا جاوے امام ابو حنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے۔

جواب: اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہیئے تاکہ اس کا حکم معلوم ہو سو جاننا چاہئے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا۔ اب یہ دیکھنا چاہئے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے۔ آیا

یہ کسی علاقہ سے جائز ہے یا نہیں؟ سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین

الحدیث رواه احمد و ابو داؤد والترمذی وابن ماجه

(مشکوٰة انصاری ص۲۲)

یعنی "اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو"

دیکھئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرمادیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق دینی کا نسبت کر دینا غیر نبی کی طرف کسی ملابست سے جائز ہے۔ پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھ کر بتلانے والے ہیں منسوب کر دیا تو اس میں کون سا گناہ یا شرک لازم آگیا البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلاشبہ شرک ہوتا۔ مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا۔

قال الله تعالیٰ ویکون الدین کله الله۔ یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے رہا یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے الخ سو غلط محض ہے کیونکہ جب مقصود قائل کا عیسائی و یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوںؐ کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدیؐ کہنا محض تحصیل حاصل ہے پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہوا بجائے محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔

شبہ ۔بست و دوم

جواب شبہ ۔ عمل با قوال الصاحبین

تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو یا کہیں دوسرے ائمہ کے بعض اقوال پر فتوے دیتے ہو پھر تقلید شخصی کہاں رہی۔؟

جواب: صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جو کہ ان ہی کے اصول سے متخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لیتے ہیں اس لئے ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں رہا دوسرے ائمہ کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد کا بند کرنا ہے۔ پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے۔

شبہ ۔بست و سوم

جواب شبہ ۔ عدم اتصال مذہب بہ امام صاحب

مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں ان کی سند متصل صاحب مذہب تک نہیں پھر ان کی تقلید کیسے ہو سکتی ہے ؟

جواب: سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا۔ پس ان اقوال کی نسبت صاحب مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے ان سے یہ

اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی ان کو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعیین ان کے اسماء و صفات کی نہ کی جائے۔ پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں مظنون اور عمل کے لئے دونوں کافی ہیں۔

شبہ - بست و چہارم

جواب شبہ - مختلف یا مسکوت عنہ بودن بعض مسائل فقیہ

بعض مسائل میں روایات فقیہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقیہ ساکت ہیں پس صورت اولی میں وہ مفاسد لازم آویں گے جو عدم تعیین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد کا استعمال کرنا پڑے گا جس کا منقطع ہونا نیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہو چکا ہے پس محذور مشترک رہا۔

جواب: اول تو مہمات مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں۔ پھر ایسی روایات مختلفہ میں اکثر خود فقہاء نے راجح و مرجوح کی تعین کر دی ہے۔ پس وہاں تو شبہ بھی نہیں اور جہاں جانبین میں تساوی ہو تو چونکہ بہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اس کی مقدار بھی قلیل ہے پھر وہ سب ایک ہی اصول سے مقید و وابستہ ہیں اس لئے ایسا اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آوے گا۔ اسی طرح جزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے مستخرج ہو گا اور جواب شبہ نہم میں گزر چکا ہے کہ ایسا مقید اجتہاد بعض مسائل میں اب بھی مفقود نہیں اس لئے اس میں بھی ایسا اطلاق نہ ہو گا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات انسداد مفاسد کا ہے جیسا ابھی جواب شبہ بست و دوم میں بیان ہوا ہے۔

شبہ - بست و پنجم

جواب شبہ - غلو بعضے در تقلید

بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرائض واجبات مقصود بالذات کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں اور غایت جمود سے قرآن و حدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدہ فاسدہ ہے اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو امر موجب فساد عقیدہ خلق ہو وہ ممنوع ہوتا ہے پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا۔

جواب: یہ قاعدہ ان امور میں ہے جو شرعاً ضروری نہ ہوں جیسا مقصد پنجم کے اخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس تخصیص کی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں حضرت عمرؓ کا یہود کی کچھ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے اور جو امر شرعاً واجب ہو اگر اس میں مفاسد لازم آئیں تو ان مفاسد کو روکا جائے گا اور اہل مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی۔ خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود ظاہر ہے کہ تبلیغ قرآن بعض کے لئے موجب زیادت ضلالت ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک روز بھی ترک نہیں کیا گیا۔ پس جب تقلید شخصی کا وجوب دلائل شرعیہ سے اوپر ثابت ہو چکا ہے تو اگر اس میں کوئی مفسدہ دیکھا جائے گا اس کی اصلاح کی جاوے گی تقلید شخصی سے نہ روکیں گے۔ چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ طبعاً و ضمناً اس غلو سے روکا گیا ہے اور استقلالاً و قصداً مقصد ہفتم میں آتا ہے۔ ہر چند کہ اس مقام میں کل پچیس شبہوں کا جواب مذکور ہے۔ لیکن امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ یہی تقریریں قدرے تغیر و تبدل کے ساتھ دوسرے شبہات کی شفاء کے لئے بھی کافی ہوں گی ورنہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے علماء بتلانے کے لئے جابجا موجود ہیں ان سے مراجعت کر لیں۔

مقصد ہفتم

مقصد ہفتم در منع افراط و تفریط فی التقلید وجواب اقتصاد

جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو وجمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید مجتہد کی اس کو شارح وبانی احکام سمجھ کر نہیں کی جاتی بلکہ اس کو مبین احکام اور موضح شرائع ومظہر مراد اللہ ورسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اعتقاد کرکے کی جاتی ہے۔ پس جب تک کوئی امر منافی ورافع اس اعتقاد کا نہ پایا جاوے گا اس وقت تک تقلید کی جاوے گی اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر ذکی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہئے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں.

اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ وتشویش عوام کا ہو' مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لئے اولیٰ یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے۔ دلیل اس کی یہ حدیثیں ہیں۔

حدیث اول

عن عائشةؓ قالت قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم الم تران قومك حین بنوا الکعبة اقتصر واعن قواعد ابراهیم فقلت یا رسول اللهؐ الا تردها علیٰ قواعد ابراهیم فقال لو لاحد ثان قومك بالکفر لفعلت الحدیث اخرجه الستة الا اباداؤد۔

(تیسیر کلکته ص ۳٦۸ کتاب الفضائل باب سادس فصل ثانی)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا ہے توبنیاد ابراہیمی سے کمی کر دی ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ پھر آپ اسی بنیاد پر تعمیر کرا دیجئے۔ فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا تو میں ایسا ہی کرتا۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے، ترمذی اور نسائی اور مالک نے۔

ف : یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جاوے گی کہ دیکھو کعبہ گرا دیا اس لئے اس میں دست اندازی نہیں کرتا۔ دیکھئے باوجودیکہ جانب راجح یہی تھی کہ قواعد ابراہیمی پر تعمیر کرا دیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی نا تمام رہنے دینا بھی شرعاً جائز تھی گو مرجوح تھی۔ آپؐ نے خوف فتنہ و تشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسی حدیث کی وجہ سے اس کو درست کر دیا گو پھر تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں رکھا۔ غرض حدیث کی دلالت مطلوب مذکور پر صاف ہے۔

حدیث دوم

عن ابن مسعود انه صلی اربعا فقیل له عبت علیٰ عثمان ثم صلیت اربعاً فقال الخلاف شر اخرجه ابو داؤد.

(تیسیر کلکتہ ص ۲۳۹ کتاب الصلوٰۃ باب ثامن)

ترجمہ : حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار رکعت پڑھی کسی نے پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ پر (قصر کرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود چار پڑھی آپ نے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعودؓ کے نزدیک جانب راجح سفر میں قصر کرنا ہے مگر صرف شر و خلاف سے بچنے کے لئے اتمام فرمالیا جو جانب مرجوح تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی جائز سمجھتے تھے۔ بہر حال ان حدیثوں سے اس حدیث کی تائید ہو گئی کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے۔ اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہو گا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہو گی۔ کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن وحدیث پر سہولت و سلامتی سے عمل ہو۔ جب دونوں میں موافقت نہ رہی قرآن وحدیث پر عمل ہو گا۔ ایسی حالت میں بھی اسی پر جما رہنا یہی وہ تقلید ہے جس کی مذمت قرآن وحدیث واقوال علماء میں آئی ہے۔ چنانچہ حدیث ہے۔

عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی الله علیه وسلم وسمعتنه یقراء اتخذوا احبار هم ورهبا نهم اربا بامن دون الله قال انهم لم یکونوا یعبدونهم ولکنهم کانوا اذا احلوا شیئا استحلوه واذاحر موا علیهم شیئا حر موه اخرجه الترمذی

(تیسیر کلکته ص ۵۹ کتاب التفسیر سوره برآة)

ترجمہ : حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا رکھا تھا۔ خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ ان کی عبادت نہ کرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہہ

دیتے وہ اس کو حلال سمجھنے لگتے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اس کو حرام سمجھنے لگتے۔"

مطلب یہ ہے کہ ان کے اقوال یقیناً ان کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر ان کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اس کو آیت و حدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر و محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے، فوراً ترک کر دیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن نميلة الانصارى قال سئل ابن عمرؓ عن اكل انفنفذ فتلا قل لا اجد فيما اوحى الى محر ما على طاعم يطعمه الاية فقال شيخ عنده سمعت ابا هريرة يقول ذكر انفنفذ عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال خبيث من الخبائث فقال ابن عمران كان قال هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم فهو كما قال اخرجه ابو داؤد

(تيسير كلكته ص ٤٠٤ كتاب الطعام باب ثانى فصل اول المقنفذ)

ترجمہ: نمیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے کچھوے کے کھانے کو پوچھا انہوں نے یہ آیت قل لا اجد الخ پڑھ دی جس سے اشارہ کرنا حکم علت کا تھا۔ ایک معمر آدمی ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھوے کا ذکر آیا تو آپؐ نے یہ فرمایا کہ مجملہ خبائث کے وہ بھی خبیث ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یونہی ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

علماء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے چنانچہ جواب شبہ چہار

وہم میں ان حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہوچکا ہے جن سے منصف آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب و تقلید جامد کی اس تہمت کا غلط ہونا یقین ہو جاوے گا جس کا منشاء اکثر روایات پر بلا درایت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں ایسی نظر کا غیر معتمد علیہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی وبد زبانی کرنا یا دل سے بد گمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ ان کو یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا بسند ضعیف پہنچی ہو یا اس کو کسی قرینہ شرعیہ سے ماؤل سمجھا ہو اس لئے وہ معذور ہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے ان کے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بد زبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض حدیثیں اکابر صحابہؓ کہ جن کا کمال علمی مسلم ہے کسی وقت تک نہ پہنچی تھیں مگر ان کے کمال علمی میں اس کو موجب نقص نہیں کہا گیا۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن عبيد بن عميرؓ فى قصة استيذان ابى موسىٰ على عمرؓ قال عمر خفى علىٰ هذا من امر النبى صلى الله عليه وسلم الهانى المصتفق بالا سواق الحديث باختصار۔

(بخارى ج ۲ ص ۱۰۹۲)

ترجمہ: عبید بن عمیرؓ سے حضرت ابو موسیٰ کے حضرت عمرؓ کے پاس آنے کی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ گیا مجھ کو بازاروں میں جاکر سودا سلف کرنے نے مشغول کر دیا۔ روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف: دیکھو اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس وقت تک حدیث استیذان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے ان پر کم علمی کا طعن نہیں کیا۔

یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اس پر طعن کرنا مذموم ہے۔ اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جس کو اب تک اس مخصص مذکور کی طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا اور اس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف حدیث نہیں ہے اور وہ اس گمان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد کر رہا ہے برا کہنا جائز نہیں۔ اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعذر مذکور اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہے کیونکہ ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جس کے باب میں علماء نے فرمایا کہ اپنا مذہب ظناً صواب محتمل خطاء اور دوسرا مذہب ظناً خطاء محتمل صواب ہے جس سے یہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے کہ سب جب حق ہیں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جائے۔ پس جب دوسرے میں بھی احتمال ثواب ہے تو اس میں کسی کی تضلیل یا تفسیق یا بدعتی وہابی کا لقب دینا اور حسد وبغض وعناد نزاع وغیبت وسب وشتم وطعن ولعن کا شیوہ اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کس طرح جائز ہوگا۔

معنی اہل سنت وجماعت

البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت کرے یا سلف صالحین کو برا کہے وہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت وجماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہؓ کے طریقہ پر ہوں اور یہ امور ان کے عقائد کے خلاف ہیں لہذا ایسا شخص اہل سنت سے خارج اور اہل بدعت وہوئی میں داخل ہے۔ اسی طرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن وحدیث کو رد کرنے لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتی الامکان اجتناب واحترام لازم سمجھیں اور مجادلہ

متعارفہ سے بھی اعراض کریں۔ وھذا ھوالحق الوسط واما ماعد اذلك فغلط وسقط اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعه والباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

خاتمہ

خاتمہ دردلائل بعض مسائل

اس میں چند مسائل جزئیہ نماز کے دلائل حدیث سے لکھے ہیں تاکہ ظاہر ہوجاوے کہ مقلدین حنیفہؒ بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے تخصیص کی دووجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ ان میں شور وشغب زیادہ ہے دوسرے یہ وسوسہ آسکتا ہے یا ڈالا جاسکتا ہے کہ جس مذہب کی نماز ہی جو کہ افضل العبادات اور روزانہ متکرر الوقوع ہے حدیث کے خلاف ہو۔ اس مذہب میں حق ہونے کا کب احتمال ہوسکتا ہے' سو اس سے یہ وسوسہ دفع ہوجائے گا اور ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث نہیں بلکہ اس کام پر یہ دعویٰ کرنا بھی ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہے نہ یہ دعویٰ ہے کہ ان استدلالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کے لئے دلائل ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات مضر ظنیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم بھی بے راہ نہیں چل رہے تاکہ موافقین تردد سے اور معترضین بدزبانی وبدگمانی سے نجات پاویں۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس حدیث کے کیوں مخالف ہوئے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عامل بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ جب ایک حدیث کی وجہ سے دوسری حدیث میں مناسب تاویل کرلی جاتی ہے تو اس کی مخالفت بھی باقی نہیں رہتی وہ مسائل معہ دلائل یہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ

مسئلہ مثلین

ایک مثل پر ظہر کا وقت رہتا ہے؟

حدیث

عن ابی ذرؓ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال له صاردثم اراد ان یؤدن فقال له ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال له ابرد (حتی ابرد) الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدة الحرمن فیح جهنم۔

(بخاری مصطفائی ج ۱ ص ۸۷)

ترجمہ : ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے آپؐ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپؐ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے۔ پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپؐ نے پھر فرمایا ٹھنڈا ہونے دے یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف : وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلہ کا سایہ جس وقت اس کے برابر ہو گا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہو گا۔ جب اس وقت اذان ہو گی تو ظاہر ہے کہ عادۃً فراغ صلوٰۃ کے قبل ایک مثل مصطلح سے سایہ تجاوز کر جاوے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے۔

مسئلہ دوم
وضو کر کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا؟

حدیث

عن طلق بن علیؓ قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن مس الرجل ذکره بعد ما یتو ضاء قال وهل هو الا بضعة منه. رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجه.

(نحوه مشکوٰة انصاری ج ۱ ص ۴۲)

ترجمہ : طلق بن علی سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگادے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہو گیا) روایت کیا اس کو ابو داؤد و ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اس کے قریب قریب۔

ف : دلالت حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے۔

مسئلہ سوم

ناقص نبودن مس زن

عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

حدیث

عن عائشةؓ قالت کان النبی صلی الله علیه وسلم یقبل بعض ازواجه ثم یصلی ولا یتو ضاء. رواه ابو داؤد والترمذی

والنسائی وابن ماجة۔

(مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۳۳)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیتے تھے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

حدیث دیگر

عن عائشةؓ قالت کنت انام بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم ورجلائی فی قلبته فاذا اسجد غمزنی فقبضت رجلی واذا قام استطیلهما فقالت البیوت یومئذ لیس فیها مصا بیح متفق علیه۔

(مشکوٰۃ انصاری ص ٦٦)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپؐ کی نماز کے رخ ہوتے تھے۔ جب آپؐ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی۔ اور حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغ کی عادت نہ تھی۔ روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف : پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے لمس کا غیر ناقص وضو ہونا ظاہر ہے۔

مسئلہ چہارم

مسئلہ فرضیت مسح ربع راس

وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے البتہ سنت پورے سر کا مسح ہے۔

حدیث

عن المغيرة بن شعبة قال ان النبى صلى الله عليه وسلم توضاء فمسح بنا صيته الحديث رواه مسلم

(مشکوٰۃ انصاری ج ۱ ص ۲۸)

ترجمہ : مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

ف : اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کے لئے رکھا جائے تو بقدر ربع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ پنجم

مسئلہ عدم اشتراط تسمیہ در وضو

اگر وضو میں بسم اللہ ترک کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

حدیث

عن ابی ہریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوئہ طہر جسدہ کلہ واذا لم یذکراسم اللہ لم یطہر منہ الاموضع الوضوء اخرجہ زرین

(تیسیر کلکتہ ص ۲۸۷)

ترجمہ : ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے اس کا توکل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اس کے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو زرین نے۔

ف : سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضاء وضو کا دھونا ہے ؛ تمام اعضائے بدن کا جب بدون بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضائے واجب التطہیر طاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

مسئلہ ششم

مسئلہ عدم جہر بہ تسمیہ در نماز

نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔

حدیث

عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فکانو یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قرآت ولا

اخرھا صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲

ترجمہ : حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی، سب حضرات الحمد سے شروع کرتے تھے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے نہ قرات کے اول میں نہ آخر میں۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی اور نہ قراۃ میں۔

مسئلہ ہفتم

مسئلہ قرات نبودن خلف الامام

امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے۔

حدیث : عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی ہریرة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم واذا قرا فانصتوا الحدیث مسلمؒ ج ۱ ص ۱۷٤ ومشکوٰة عن ابی داؤد والنسائی وابن ماجه)

ترجمہ : ابو موسیٰ اشعریؓ وابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی وابن ماجہ نے۔

ف : اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورت کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قراءۃ بھی مطلق ہے اس لئے سب کو شامل ہے پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لا صلوة لمن لم یقراء بفاتحة الکتاب یہ اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ ا

شخص کے لئے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے۔

حدیث : عن ابی نعیم وھب بن کیسان انه سمع جابرین عبدالله یقول من صلی رکعة لم یقراء فبھا بام القرآن فلم یصل الاوراء الامام.

ھذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۱ ص ٤٤)

ترجمہ : ابو نعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے کہ انہوں نے جابر بن عبداللہ صحابی سے سنا' فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس کی نماز نہیں ہوئی بجز اس صورت کے کہ اس نے امام کے پیچھے نہ پڑھی ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔

ف : وجہ تائید ظاہر ہے۔ دوسرا جواب حدیث لاصلوة لمن لم یقراء بفاتحه الکتاب کا یہ ہے کہ اس میں قراۃ عام ہے۔ حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جاوے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حدیث : عن جابرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من کان له امام فقراۃ الامام له قراۃ ابن ماجه.

(اصح المطابع ص ٦١)

ترجمہ : حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات گویا اسی شخص کی قرات ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

ف : وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کے لئے

قرات کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو۔ حدیث میں موجود ہے کہ حضرت کعب نے رفع تعارض کے لئے صلوٰۃ کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے۔

عن ابی ہریرةؓ فی اتیانه الطور ولقائه کما قال کعب هی اخر ساعة من یوم الجمعة قبل ان تغیب الشمس فقلت الیس قد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لایصا دفها مؤمن وهو فی الصلوٰة ولیست تلك الساعة صلوة قال الیس قد سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من صلی وجلس ینتظر الصلوٰة فهم فی صلوة حتی تاتیه الصلوٰة التی تلیها قلت بلی قال فهو کذلك نسائی مجتبائی ج ۱ ص ۲۱۱)

ترجمہ : ابو ہریرہؓ سے ان کے کوہ طور پر تشریف لے جانے اور حضرت کعب سے ملنے کے قصے میں روایت ہے کہ کعبؓ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے، غروب آفتاب سے پہلے ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھتے ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے۔ حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا تو ہے انہوں نے فرمایا بس یوں ہی سمجھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : نظیر ہونا ظاہر ہے اور یہ جو حدیث میں لیا ہے کہ لا تفعلوا الا بام القرآن فانه لاصلوٰة لمن لم یقراء بها یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو، بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی

اور اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرات حکمیہ ہی کیوں نہ ہو جیسا اوپر گزرا۔ اس شرف کی وجہ سے اس میں بہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی ہے کہ ہم اس کی قرات حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو ماز اد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا کمال صلوٰۃ کا ہے علیٰ اختلاف الاقوال لیکن اس کی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف علیہ ہے۔

پس غایت مافی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استثنا ہونا اس کے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں جو انصتوا صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراۃ کو ہے۔ پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجیح المحرم جواز کو منسوخ کہا جاوے گا۔ اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا۔

مسئلہ ہشتم

مسئلہ عدم رفع یدین بجز تحریمہ

رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے پھر نہ کرے۔

حدیث: عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فصلی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرة وفی الباب عن البراء بن عازب حدیث ابن مسعودؓ حدیث حسن ترمذی ج ۱ ص ۳۶)

ترجمہ: علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور

صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء سے بھی آئی ہے۔

حدیث : عن البراء ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه الیٰ قریب من اذنیه ثم لا یعود ابو داؤد

(مجتبائی ج ص ۱۱٦)

ترجمہ : حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے۔ روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف : دلالت دونوں حدیثوں کی مقصود پر واضح ہے۔

مسئلہ نہم

مسئلہ اخفاء آمین

آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے۔

حدیث : عن علقمه بن وائل عن ابیه ان النبی صلی الله علیه وسلم قراء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین فقال امین وخفض بها صوته

(ترمذی ج ۱ ص ۳۵)

ترجمہ : علقمہ بن وائلؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین پڑھ کر پست آواز سے آمین فرمائی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔"

اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد طیالسی اور ابو یعلی

موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دار قطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں واخفی بھا صوتہ یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی اور حاکم کتاب القرأۃ میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یعنی اس کی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری اور مسلم اس کو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کئے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا۔ چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی ج ۱ ص ۱۴۸) میں مذکور ہے۔

مسئلہ دہم

دست بستن زیر ناف

قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھے۔

حدیث: عن ابی جحیفة ان علیا قال من السنة وضع الکف علی الکف فی الصلوٰة والیضعهما تحت السرة۔

حدیث دیگر: عن ابی وائل قال قال ابو ہریرة اخذ الکف علی الکف فی الصلوٰة تحت السرة ابو داؤد۔

(لسخة ابن الاعرابی ج ۱ ص ۱۱۷)

ترجمہ: ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جاوے اور ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف کے نیچے ہے۔ روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابو داؤد نے۔

حدیث دیگر: عن ابی جحیفة ان علیاً قال السنة وضع الکف فی الصلوٰة ولیضعهما تحت السرة اخرجه زرین۔

(تیسیر کلکته ص ۲۱٦ کتاب اصلوٰۃ باب خامس)

ف : یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابو داؤد مخرج تھے یہاں زرین ہیں اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ یازدہم

مسئلہ ہیئت قعدہ اخیرہ

قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے قعدۂ اولیٰ میں بیٹھتے ہیں۔

حدیث : عن عائشةؓ فی حدیث طویل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول فی کل رکعتین التحیة وکان یفترش رجله الیسریٰ وینصب رجله الیمنیٰ مسلم مجتبائی ج ۱ ص ۱۹٤)

ترجمہ : حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپؐ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمنہ فی کل رکعتین کا موئد عموم ہونا مزید بر آں ہے۔

حدیث دیگر : عن وائل بن حجرؓ قال قدمت المدینة قلت لانظرن الیٰ صلوٰة رسول الله صلی الله علیه وسلم فلما جلس یعنی للتشهد افترش رجله الیسریٰ ووضع یده الیسریٰ یعنی علیٰ فخذة الیسریٰ ونصب رجله الیمنیٰ قال ابو عیسیٰ هذا حدیث حسن صحیح والعمل علیه عند اکثر اهل العلم ترمذی ص ٤٠۔

ترجمہ : وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا۔ پس جب آپؐ تشہد کے لئے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

ف : ہر چند کہ فعل کے لئے فی نفسہ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہو سکتا ہے۔ یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کے لئے اہتمام کرنا جس کے لئے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کا بیان نہ کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کو بھی بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے ان سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت بھی ایک تھی۔

حدیث دیگر : عن عبدالله ابن عمر عن ابیه قال من سنته الصلوٰة ان نصب القدم واستقباله باصابعها القبلة والجلوس علی الیسریٰ

(نسائی ج ۱ ص ۱۷۳)

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے صاجزادے اپنے باپ یعنی عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف کرو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لئے اس کی دلالت میں وہ شبہ بھی نہیں۔

مسئلہ دوازدہم

مسئلہ درعدم جلسہ استراحت

پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جاوے بیٹھے نہیں۔

حدیث: عن ابی هریرةؓ قال كان النبی صلی الله علیه وسلم ینهض فی الصلوٰة علی صدور قدمیه قال ابو عیسیٰ حدیث ابی هریرة علیه العمل عنداهل العلم ترمذی ص ۳۹

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک۔

ف: دلالت واضح ہے۔

مسئلہ سیزدہم

مسئلہ قضاء سنت فجر بعد طلوع آفتاب

جماعت میں سے جس شخص کی سنت فجر کی رہ جاوے وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔

حدیث: عن ابی هریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعدما تطلع الشمس ترمذی ج ۱ ص ۵۹

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو سنت نہ پڑھی وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔ روایت

کیا اس کو ترمذی نے۔

ف: دلالت ظاہر ہے۔

مسئلہ چہار دہم

مسئلہ سہ رکعت بودن وتر بیک سلام و در قعدہ و قنوت قبل الرکوع و رفع یدین و تکبیر قنت

وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات کے لئے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔

حدیث: عن ابی بن کعب. قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقراء فی الوتر بسبح اسم ربك الاعلیٰ وفی الرکعة الثانیة بقل یا ایها الکفرون وفی الثالثة بقل هوالله احدو لا یسلم الافی اخرهن الحدیث۔

حدیث دیگر: عن سعید بن هشام ان عائشه حدثته ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر

(نسائی ج ۱ ص ۲٤٨)

خلاصہ تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں پھیرتے تھے اور قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے۔ روایت کیا تینوں احادیث کو نسائی نے۔

حدیث: عن عائشة فی حدیث طویل کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقدأ فی کل رکعتین التحیة مسلم۔

(مجتبائی ج ۱ ص ۱۹٤)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف : یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آچکی ہے۔

حدیث : اخرج البیهقی وغیره عن ابن عمر وابن مسعودؓ رفع الیدین مع التکبیر فی القنوت عمدة الرعایة لمو لانا عبدالحی ص ۹۹ لطبع اصح المطابع۔

ترجمہ : بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ وابن مسعودؓ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔

ف : مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہیں اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتیں اپنے عموم سے وتر کی اولیین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

مسئلہ پانزدہم

مسئلہ نبودن قنوت در فجر

صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔

حدیث : عن ابی مالك الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انك قد صلیت خلف رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ ههنا الکوفه نحوامن خمس سنین اکانوا یقنتون قال ای بنی محدث۔

رواه الترمذی والنسائی وابن ماجه مشکوٰة شریف ج۱ ص۱۰٦

ترجمہ : ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ

نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے) انہوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے۔

ف: دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ کل پندرہ مسئلے ہیں بطور نمونہ کے لکھ دیئے ہیں۔ اسی طرح بفضلہ تعالیٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کے خلاف نہیں ہیں مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ وھذا اخر ماأردت ایراده الان وکان تلسویده فی العشرة الوسطی وتبییضه فی العشرة الاخیرة فی رمضان ۱۳۳۱ھ من الھجرة النبویة علی صاحبها مالا یحصی من الصلوٰة والتحیة فی کورة تهانه بهون صانها الله تعالیٰ عن شر والمحن۔ فقط

اشعار در متابعت فحول واز اشاعر از بشارت قبول

متابعت فحول بشارت قبول

ہر چند کہ استدلالیات میں اقناعیات کا لانا ظاہراً بے محل ہے اس لئے مجھ کو ان اشعار کے لانے میں تردد تھا لیکن اختتام تسوید پر منام میں قلب پر وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں صحابہ کی تنشیط طبع کے لئے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے بھی جوش میں آکر شعر پڑھا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کے لئے اشعار ذکر کرنا موافقت سنت کے لئے ہے اھ۔ اس منام سے وہ تردد بھی رفع ہوا اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالے

کے صواب و خطا ہونے کے متعلق ھٰذا کا تعادفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کی جاتی اور بدیں وجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں اقتناعیت بھی مضر نہیں چونکہ رویاء بروئے حدیث مبشرات سے ہے اس لئے امید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہوگی اور یہ محض حق تعالیٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اس کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اب اول حدیث خندق کی پھر رویا کے مبشرات ہونے کی لکھتا ہوں۔ پھر اشعار معہودہ مثنوی معنوی سے نقل کرکے آخر میں لکھتا ہوں۔

حدیث خندق

عن انسؓ قال خرج النبی صلی الله علیه وسلم الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار یحفرون فی غداة باردة ولم یکن لهم عبید یعلمون ذلك لهم فلما رائی مالبهم من النصب والجوع قال اللهم ان العیش عیش الاخرة فاغفر الانصار والمهاجرة فقالوا مجیبین له نحن الذین بایعوا محمد اعلی الجهاد بقینا ابدًا اخرجه الشیخان والترمذی

(تیسیر کلکة ص ۳۳۱ کتاب الغزوات غزوة الخندق)

حدیث رؤیا

عن ابی ہریرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یبق بعدی من النبوة الاالمبشرات قال الرؤیا یا الصالحة اخرجه البخاری متصلا ومالك عن عطاء مرسلاو زادیر اها الرجل اوتری له

(تیسیر کلکة ص ۸۹ کتاب التعبیر فصل اول)

اشعار مثنوی

باہو اوٗ آرزو کم باش دوست
چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست
ایں ہوار انفسند اندر جہاں
ہیچ چیزے ہچو سایہ ہمرہاں
آں رہے کہ بارہا تو رفتہ
بے قلاوٗ زاندراں آشفتہ
پس رہے راکہ نرفتی تو ہیچ
ہیں مرد تنہا زرہبر سر مپیچ!
اندر آور سایہ آں عاقلے
کش نتاند برداز رہ ناقلے
پس تقرب جو بدو سوئے الہ
سر مپیچ از طاعت اوہیچ گاہ
زانکہ اوہر خار را گلشن کند
دیدہ ہر کور را روشن کند
دستگیر و بندہ خاص آلہ
طالباں رامی بردتا پیش گاہ
یار باید راہ را تنہا مرو
از سر خود اندریں صحرا مرو
ہر کہ تنہا نادر ایں راہ را برید
ہم بعون ہمت مرداں رسید

کتبہ : اشرف علی التھانوی الفاروقی الحنفی الچشتی الامدادی غفر لہ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلالۃ بر عقل واہتداء امام اعظم بتلویحات کتاب و سنت و تصریحات اکابر امت

برائے تقویت مقدمہ مذکور جواب شبہ دوم مقصد ششم بقولہ نہ وہ علم و ہدایت سے معرا تھے الخ آیۃ واخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ سورہ جمعہ تفسیر آیۃ حدیث وقت نزول آیت کے حضرت ابوہریرہؓ کے تین بار پوچھنے پر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو کوئی شخص یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان (اہل فارس) میں سے اس کو لے لیتا۔ بخاری کتاب التفسیر، شرح حدیث بقول محدثین۔ حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی طرف اشارہ کرنے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے علامہ شامی صاحب سیرت تلمیذ سیوطی نے کہا ہے کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے امام صاحب کا مراد ہونا امر ظاہر ہے بلاشبہ ہے۔ کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو کوئی نہیں پہنچا۔

حدیث : علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق ۱۵۰ھ میں اٹھ جاوے گی۔ شارح شمس الدین کردری نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام صاحب پر ہی محمول ہے کیونکہ آپ کا اسی سنہ میں انتقال ہوا ہے۔

حدیث سوم مع الشرح : محمد بن حفص نے حسن سے انہوں نے سلیمان سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قائم نہ ہو

گی یہاں تک کہ علم خوب شائع ہو جاوے گا فرمایا ہے یعنی ابو حنیفہؒ کا علم برکات صحابہؓ امام صاحب کے والد ماجد ثابت اپنے صغر سن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔ ابن حجر نے فرمایا کہ حسب قول امام ذہبیؒ یہ امر صحت کو پہنچے گا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو صغر سنی میں دیکھا ہے اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب فرمایا کرتے تھے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں بھی امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے۔ شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا صحابہ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچا مگر حضرت انسؓ کی روایت سے مشرف ہوئے ہیں۔

پس اگر روایت صحابی پر اکتفا کیا جاوے تو امام صاحب تابعی ہیں۔ پس فضیلت آیت والذین اتبعوھم باحسان بھی آپ کو شامل ہو گی اور اگر روایت شرط ہو تو نہیں۔ تاہم خیر القرون الخ کی برکت سے ضرور مشرف ہوں گے اور بعض علماء نے روایت میں ثابت کیا ہے جیسا تبیض الصحیفہ میں ابو مشعر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعی سے منقول ہے۔ برکات اہل بیت نبوت مفتاح السعادت میں ہے کہ آپ کے والد ثابت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام جعفر صادقؓ نے عقد فرمایا اور آپ نے حضرت جعفرؓ کی گود میں پرورش پائی۔ بشارت تابعی بہ نسبت روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ خطیب نے تاریخ میں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھول کر آپ کے استخوان مبارک پہلے سینہ سے لگانا اور حضرت محمد بن سیرین کا آپ کے نشر علم دین میں سب سے زیادہ ہونے کی تعبیر دینا بیان کیا ہے۔

اسماء بعض شیوخ امام صاحبؒ

حماد بن سلیمان۔ سلمہ بن کہیل۔ سماک بن حرب۔ عبداللہ بن دینار۔ عطاء بن ابی رباح۔ عطاء بن السائب۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباسؓ۔ نافع مولیٰ ابن عمر۔ علقمہ بن مرثد۔ محمد بن السائب، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری، ہشام بن عروہ، قتادہ، عمرو بن دینار، عبدالرحمٰن بن ہرمز وغیرہم ممااذکر والحافظ المزی نے تہذیب الکمال مفتاح السعادت میں چار ہزار بتلائے ہیں۔

بعض رواۃ و تلامذہ۔ عبداللہ بن مبارک عبداللہ بن یزید مقری عبدالرزاق بن ہمام، عبدالعزیز بن ابی رواد، عبداللہ بن یزید القرشی ابو یوسف محمد زفر، حسن داوٗد طائی، وکیع، حفص بن غیاث، حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم ممااذکر ہم المزی والکفوی۔

اور علامہ سیوطی اور علی قاری نے آپ کے مشائخ و تلامذہ کو بسط سے لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرء علی دین خلیلہ اصحاب متبوعین و تابعین کے احوال بھی ایک قسم کی علامت ہے لہذا شیوخ و تلامذہ کا ایزاد مناسب سمجھا گیا۔

اسماء بعض اکابر مادحین امام صاحب از متقدمین و متاخرین کہ مدح شان بحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض دلیل شرعی است

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی شعبہ، عبداللہ ابن مبارک، ابو داوٗد بن جریج، یزید بن ہارون، سفیان، شداد بن حلیم، مکی بن ابراہیم، یحییٰ بن سعید قطان، اسد بن عمرو، عبدالعزیز بن رواد، سیوطی، ابن حجر مکی، ذہبی ابن خلکان یافعی، ابن حجر عسقلانی، نووی، غزالی ابن عبد مالکی، یوسف بن عبدالہا، حنبلی، خطیب عبداللہ بن داوٗد جوینی، صاحب

قاموس شمس الائمہ کردری دمیری، عبدالوہاب شعرانی طحاوی، سبط ابن الجوزی، وغیرہم۔

بعض کلمات مدحیہ منقولہ از علماء مذکورین

البصر، فقیہہ، امام، اورع، عالم، متعبد، کبیر الشان، معرض عن الدنیا محتاج الیہ فی الفقہ، ثقہ قائم بالحجۃ اعلم افقہ، حافظ سنن وآثار، حسن الرائے مجاہد فی العبادۃ، کثیر البکاء فی اللیل، اعقل، ذکی سخی، موثر تقی کثیر الخشوع، کثیر الصمت، دائم التضرع، صاحب الکرامات، عابد، زاہد عارف باللہ مرید وجہ اللہ بالعلم کمیۃ وکیفۃ تفقہ۔

سیوطی نے بواسطہ خطیب کے ابی حمزہ بشکری کا سماع خود امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ حدیث سن کر دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہؓ کے اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور تابعین سے مزاحمت و مقابلہ کرتا ہوں اور آپ نے بقول خطیب خوارزمی اسی ہزار مسائل سے زیادہ وضع فرمائے۔

وفات: بعد برداشت فرمانے ظلم وایذاء شدید کے جب آثار موت کے ظاہر ہوئے سجدہ میں گر گئے اور اسی میں وفات فرمائی۔ هذا كله من مقدمة الهداية والسعاية والمنافع الكبير و التعليق المجد لمولانا عبدالحى المرحوم اللكهنوى.

ملخص مرام

جب ایسے دلائل قویہ سے امام صاحب کے ایسے فضائل سنیہ ثابت ہوں، پس آپ کے علم واہتداء میں کیا کلام ہے اور یہی مدار ہے مقتدا فی الدین لائق تقلید ہونے کا جوکہ مقصود مقام ہے۔ فقط ختم شد

رسالہ اعداد الجنۃ للتوقی عن الشبھۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ

فرق در تقلید وبیعت شخصی

سوال: (۵۸۶) حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایضاح الحق الصریح کی ایک عبارت نظر سے گذری، اس سے ایک شبہ واقع ہوا لہذا اصل عبارت نقل کرنے کے بعد شبہ عرض کرتا ہوں ازالہ فرماکر تشفی فرمادی جاوے۔

عبارت: استحسانات اکثر متاخرین از فقہاء وصوفیہ کہ بناء بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ ومصالح شرعیہ بدوں تمسک بدلیلے از دلائل شرعیہ واصلی از اصول عبادات یا معاملات اختراع می نمایند یا تحدید اصلی از اصول دینیہ محدوث خاصہ احداث می کنند یا ترویج امرے کہ شامل در قرون سابقہ بود بر روئے کار می آرند یا احتمال امرے کہ دراں از منہ مروج بود بعمل می آرند مثل نماز معکوس ووجوب تقلید شخصی معین از ائمہ مجتہدین ومثل تحدید، ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد وضربات وجلسات وتحدید ماء کثیر بعشر فی العشر وترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق جمیع ہمت خود دراں واخمال ظاہر کتاب وسنت مگر بطریق تبرک وتیمن ہمہ از قبیل بدعت حقیقۃ است وآنچہ در مقام عذر آں میگویند ہر چند کہ ایں امر محدث است اما مشتمل بر مصلحتے از مصالح دینیہ است یا اصل آں در شرع ثابت است اگرچہ خصوصیت مذکورہ محدث باشد پس مجرد ایں عذر امور مذکورہ را از حد بدعات خارج نمی گرداند الخ۔

دوسری عبارت: اما تخریجات متاخرین فقہاء مثل تحدید ماء کثیر بعشر فی العشر بنا بر قیاس بر زمیں متعلقہ چاہ ومثل حکم بوجوب تقلید مجتہدے معین از مجتہدین سابقین وحکم بالتزام بیعت شخصی معین از شیوخ طریقت بناء بر قیاس بر اطاعت

امام وقت و التزام بیعت او وامثال آں از تخریجات غیر محصورہ کہ منقول از متاخرین فقہا وصوفیہ است وکتب فقہ و سلوک باں مملو و مشحون است و اکثر اتباع ایشاں ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت واسرار طریقت می انگارند ہمہ از قبیل بدعات است و دلائل ایشاں ہمہ از قبیل لطائف شعر و نکات محیلہ است کہ ہرگز احکام مذکور را از بدعت خارج نمی گرد اندو در دائرہ شریعت ایمانیہ وطریقہ احسانیہ داخل نمی کنند الخ۔

تقریر شبہ: وجوب تقلید شخصی التزام بیعت شخص معین تحدید اعداد درود وظائف باوضاع مخصوصہ وغیرہ ایسے امور جن کی نافعیت فی الدین عند المحققین مجرب ہے یہ تو ظاہر ہے کہ یہ امور فی ذاتہا مقاصد میں سے نہیں بلکہ دیگر مقاصد دینیہ ضروریہ کے لئے مقدمات ہیں اور خود فی ذاتہا ایسے دنیاوی محضہ بھی نہیں کہ جن پر ترتب اجر کی توقع نہ ہو اور یہ امور بہیأتہا الکذائیہ زمانہ خیر القرون میں بھی پائے نہ جاتے تھے، گو ان کا اطلاق عمومات نصوص کے ماتحت داخل ہے مگر شخصیات کذائیہ ضرور محدث ہیں تو پھر ان میں اور دیگر بدعات میں جن کا اطلاق نصوص سے ثابت اور ہیئت کذائی محدث میں کیا فرق ہو گا اگر محض دنیاوی ہیں تو دلائل شرعیہ سے ان کا ثابت کرنا کیونکر درست ہو گا اور منکرین پر نکیر کرنا شرعاً کس طرح جائز ہو گا۔

الغرض اصل مسئلہ کی حقیقت اور حضرت شہیدؒ کی عبارات کا صحیح مطلب یا تحقیقی جواب تحریر فرما کر تشفی فرما دی جاوے اپنی اصلاح کے لئے خصوصی دعاء کا طالب ہوں۔ والسلام۔

الجواب: فی رد المحتار سنن الوضوء ان کان مما واظب علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اوالخلفاء الراشدون من بعدہ سنۃ والا فمندوب و نفل الخ ص۱۰٦۔ ۱۳۰ فی الدر

المختار بحث النية والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار
وقيل سنة يعنى احبه لسلف اوسنة علمائنا ولم ينقل عن
المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعت فى
درالمحتار قوله قيل سنة عزاه فى التحفة والاختيار الى محمد
وصرح فى البدائع بانه لم يذكره محمد فى الصلاة بل فى الحج
فحملوا الصلوة على الحج قوله الخ اشاربه للاعتراض على
المصنف بان معنى القولين واحد سمى مستحبا باعتبار انه
احبه علماء ناو سنة باعتبار طريقة حسنة لهم ام لاطريقة النبى
صلى الله عليه وسلم كما حرره فى البحرقوله بل قيل بدعت
نقله فى الفتح وقال فى الحيلة دلعل الاشبه انه بدعة حسنة عند
قصد جمع العزيمة لان الانسان قد يغلب عليه تفرق خاطر وقد
استفاض ظهور العمل به فى كثير من الاعصار فى عامة
الامصار فلاجرم انه ذهب فى المبسوط والهداية والكافى الى
انه ان فعله ليجمع عزيمة قلبه فحسن فيندفع ماقيل انه يكره الخ
فى درالمختار احكام الامامة ومبتدع اى صاحب بدعة وهى
اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لالمعاندة بل بنوع شبهة
فى روالمحتار قوله اى صاحب بدعة اى محرمة والا فقد تكون
واجبة كنصب الادلة على اهل الفرق الضالة و تعلم النحو
المفهم للكتاب والسنة و مندوبة كا حداث نحو رباط ومدرسة و
كل احسان لم يكن فى الصدر الاول و مكروهة كزخرفة
المساجد و مباحة كالتوسع بلذيذ الماكل والمشارب والثياب كما
فى شرح الجامع الصغير المناوى عن تهذيب النووى و مثله فى

الطریقة المحمدیة للبرکوی

ان عبارات سے امور ذیل مستفاد ہوئے (اول) سنت کے کئی معنی ہیں منقول عن الرسول صلی الله علیه وسلم والخلفاء الراشدین کماد کرفی عبارة واظب علیه الرسول صلی الله علیه وسلم او الخلفاء الراشدون. منقول عن الرسول صلی الله علیه وسلم او الصحابة اوالتابعین کمافی عبارة ازلم ینقل عن المصطفی ولا الصحابة ولا التابعین منقول عن العلماء کما فی عبارة اوسنة علماء نافی تفسیر السنة وفی عبارة انه طریقة حسنة لهو ای العلماء اور چونکہ بدعت مقابل سنت کے ہے کما ہو ظاہر۔ اس لئے اسی طرح پر بدعت کے بھی کئی معنی ہوں گے۔ یعنی سنت کے ہر معنی کے مقابل (۱) غیر منقول عن الرسول (۲) غیر منقول عن الرسول والخلفاء، (۳) غیر منقول عن الرسول اوالصحابۃ اوالتابعین، (۴) غیر منقول عن العلماء اور یہ تعدد محض ظاہری ہے۔ ورنہ حقیقت میں سنت کے معنی ہیں۔ هی الطریقة المسلوکة فی الدین کما هو مذکور بعد العبارة الاولی باسطر اور سب معانی سنت کو شامل ہیں اور بدعت کے معنے ہیں اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لالمعاندة بل بنوع شبهة یا بعنوان دیگر ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من علم اوعمل اوحال الخ کذا فی الدر المختار ورد المحتار فی بحث الامامة قلت وهذا التلقی عام کان بلا واسطة اوبواسطة الادلة الشرعیة کما هو معلوم من القواعد و هذا المعنی الحقیقی للبدعة مراد فی قوله صلی الله علیه وسلم من احدث فی امرنا هذا مالیس منه افهورد الحدیث ای ادخل فی

الدين ماهو خارج من الدين والثابت بالادلة داخل فی الدین لاخارج منه،

پس سنت حقیقیہ و بدعت حقیقیہ جمع نہیں ہو سکتیں، لیکن بدعت صوریہ سنت حقیقیہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے چنانچہ تلفظ بہ نیت الصلوٰۃ کو سنت کہا گیا ہے، بعض معانی کے اعتبار سے کہ وہ معنی ایک قسم ہے سنت حقیقیہ کی اور بدعت بھی کہا گیا ہے بعض معانی کو سنت کے مقابلہ کے اعتبار سے اسی لئے حلیہ کی عبارت مذکورہ میں اس کو بدعت مان کر حسن کہا گیا ہے، جو صریح ہے جواز اجماع بعض اقسام بدعت مع السنۃ الحقیقیہ میں اور یہ اجتماع حضرت عمرؓ کے قول نعمت البدعۃ سے بھی مؤید ہوتا ہے جیسا جزئی حقیقی کلی کے ساتھ جمع نہیں ہوتی اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بدعت حسنہ کی جو بعض اکابر نے نفی کی ہے اور مشہور اثبات ہے یہ نزاع لفظی ہے نافی نے اپنی اصطلاح میں بدعت کو حقیقی کے ساتھ خاص کیا ہے، اور مثبت نے بدعت کو عام لے لیا ہے، اور یہی راز ہے کہ صحابہ کو تو کسی امر کے منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہونے سے اس کے سنت ہونے میں تردد ہوتا تھا، اور بعد کے حضرات کو صحابہ یا تابعین سے منقول نہ ہونے سے تردد ہوتا تھا وہکذا حتی کہ ہمارے لئے وہ چیز بھی سنت ہو گی جو علماء راسخین نے اصول شرع سے سمجھا ہے۔ اس سے بھی تعداد معانی سنت کی تقویت ہو گئی جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا اب مولانا کے کلام کی طرف متوجہ ہوتا ہوں ان دونوں عبارتوں میں جن چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے ان کا بالمعنی الاعم بدعت ہونا تو منافی سنت نہیں لیکن بدعت بدعت حقیقیہ ہونا اس صورت میں صحیح ہے جب ان کو احکام مقصودہ فی الشرع سمجھا جاوے، اس وقت ان پر بدعت حقیقیہ کا حکم کرنا صحیح ہو گا، چنانچہ دوسری عبارت میں یہ قول اس کا قرینہ ہے ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت د

اسرار طریقت می انگارند۔ اور عبارت اول کو اسی پر محمول کیا جاوے گا کیونکہ
محکوم علیہ دونوں عبارات میں ایک ہی چیزیں ہیں بتفاوت یسیر لایعتبر ولایوثر فی
الحکم، پس مولانا کے کلام کی توتوجیہ سے فراغت ہوئی، لیکن اگر کوئی شخص ان
کو احکام مقصودہ فی الشرع نہ سمجھے اور ان کے بدعت وغیر بدعت ہونے کی
تحقیق کا طالب ہو تو اس کے لئے ایک ایک جزئی کی تفصیل کرتا ہوں، اسی
سے قواعد کلیہ بھی سمجھ میں آجاویں گے جن سے دوسرے امور غیر مذکورہ فی
المقام کا بھی حکم ہو جاوے گا پس معروض ہے۔

نماز معکوس کا دین سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک قسم کا مجاہدہ ہے اور
مثل معالجات طبیہ کے نفس کی تادیب کے لئے ایک معالجہ ہے، اس درجہ میں
اس کو سمجھنا بدعت نہیں، البتہ اگر اس سے کوئی بدنی ضرر کا اندیشہ ہو تو
معصیت ہے ورنہ مباح مثل دیگر ریاضات بدنیہ کے اور اگر اس کو کوئی قربت
سمجھے تو بدعت ہے۔

تقلید شخصی اس کو حکم مقصود بالذات سمجھنا بیشک بدعت ہے، لیکن
مقصود بالغیر سمجھنا یعنی مقصود بالذات کا مقدمہ سمجھنا بدعت نہیں بلکہ طاعت
ہے۔

تحدید کلمہ تہلیل الخ ذکر کو مقصود سمجھنا اور مطلق زیادت عدد کو
زیادت اجر کا سبب سمجھنا اوصناع وضربات وجلسات کو از قبیل مصالح طبیہ سمجھنا
بدعت نہیں اور خود ان کو قربات سمجھنا بدعت ہے۔

تحدید ماء کثیر اس کو مقصود سمجھنا بدعت ہے اور عوام کے انتظام کے
لئے بلاشبہ مطلوب بالغیر ہے۔

ترویج مسائل قیاسیہ وکشفیہ واستغراق بجمع ہمت خود درآں الخ اس میں ظہور
مراد کا قرینہ خود اس کے بعد موجود ہے یعنی احتمال ظاہر کتاب سنت مگر بطریق

تبرک دشمن اس طریق پر بدعت ہونے میں کیا شبہ ہے لیکن اگر ہر چیز اپنے درجہ میں رہے تو وہ بدعت نہیں اور جو درجہ اعمال میں بدعت ہے اس میں یہ عذر بعد میں مذکور ہے ظاہر ہے کہ نافع ومقبول نہیں جیسا مولانا نے فرمایا۔

حکم بالتزام بیعت اس پر مبنی کیا گیا ہے اس اعتبار سے بیشک بدعت و زیادت فی الدین ہے اور اگر دوسری بناء صحیح ہو اور وہ بناء وہ ہے جس کے اعتبار سے طبیب کے اتباع شخصی کا التزام کیا جاتا ہے اور اسی کے لوازم میں سے اس کا قائل ہونا بھی ہے کہ اس کے التزام کو ترک کر دینا یا دوسرے کے اتباع سے بدل دینا جائز ہے تو اس صورت میں کوئی وجہ نہیں بدعت ہونے کی اس کے بعد تخریجات کی نسبت جو فرمایا ہے محمل اس کا وہی صورت ہے جب حدود سے آگے بڑھا دیا جاوے اعتقاداً یا عملاً آگے ان کے دلائل کے متعلق فرمایا ہے مراد ان سے وہ دلائل ہیں جو اکثر جہلاء کالعلماء نے ان مقاصد پر اختراع کئے ہیں نہ کہ دلائل صحیحہ جو بفضلہ تعالیٰ احقر کی تالیفات میں مذکور ہیں اس کے بعد تقریر شبہ میں سوال کیا گیا ہے کہ ان میں اور دیگر بدعات میں کیا فرق ہے اگر اہل بدعت ان کو حدود سے نہ بڑھاتے تو یہ سوال سب امور میں تو نہیں بعض امور میں صحیح تھا لیکن مشاہدہ ہے کہ وہ ان بدعات کو داخل دین بلکہ عبادات منصوصہ سے بدرجہا زیادہ اور موکد خواہ اعتقاداً یا عملاً سمجھتے ہیں اور محتاطین سے اس قدر بغض رکھتے ہیں جتنا کفار سے بھی نہیں اور امور مذکورہ بالا کے اختیار کرنے والے ایسے غلو سے منزہ ہیں پس ان دونوں قسم کے اعمال میں فرق ظاہر ہے۔

الکلام علی سبیل التنزل فی المقام

جو توجیہ حضرت مولانا شہیدؒ کے کلام کی ذکر کی گئی ہے اگر اس کو کوئی قبول نہ کرے تو اخیر جواب یہ ہے کہ مولانا نہ مجتہد تھے نہ اپنے سے سابق

علماء سے فائق تھے اگر ہم مولانا کا ادب تو ملحوظ رکھیں اور ان کے ارشاد کو حجت نہ سمجھیں تو ہمارے کسی التزام کے خلاف نہیں غایت مافی الباب ان کے اس ارشاد سے یہ مسائل بھی مختلف فیہ ہو جاویں گے جس میں نہ قائل پر ملامت نہ قائل کا اتباع واجب، واللہ اعلم، ولقبت ہذہ العجالۃ باعداد الجنۃ للتوقی عن الشبہۃ فی اعداد البدعۃ والسنۃ

(کتب لسابع رمضان ۳۵ھ ۱۳۳۵ھ النور محرم ۵۴ھ ص ۱۰)

تقلید واتباع میں فرق ہے یا نہیں

سوال: (۶۰۸) علمائے اہل حدیث...... لفظ اتباع و تقلید کے مفہوم میں فرق کرتے ہیں۔ مجھ کو اس میں عرصہ سے ذوقاً واتباعاً للاکابر کلام ہے اھ (اس کے بعد اس فرق اور اتحاد کو ایک طویل تقریر میں نقل کیا ہے)

الجواب: اتباع و تقلید میں جو فرق بدرجہ تبائن یا اتحاد بدرجہ تساوی دونوں قولوں میں نقل کیا گیا ہے، وہ سمجھ میں نہیں آیا، جو میرے ذہن میں آتا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

اول ایک مقدمہ ممہد کرتا ہوں، پھر اپنا خیال لکھوں گا،

مقدمہ یہ ہے کہ لفظ تقلید فنون شرعیہ میں بوجہ اصطلاح کے لغوی معنی میں مستعمل نہیں، اور اتباع میں کوئی اصطلاح منقول نہیں، اس لئے وہ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہے اور اس کے لغوی معنی ظاہر ہے کہ تقلید سے عام ہیں، اب سوال کا جواب ظاہر ہے کہ ان دونوں کے معنی میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے یعنی اتباع عام ہے ہر موافقت کو خواہ وہ تقلید ہو یا غیر تقلید حتیٰ کہ اگر متبع کے پاس مستقلاً بھی دلیل ہو یعنی وحی جیسے ارشاد ہے۔ ثم اوحینا الیك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا یا جیسا ارشاد ہے فبهداهم اقتده یا دلیل مستقل بالمعنی المذکور کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے اتبعوا ما انزل

الیکم من ربکم ما انزل خود دلیل شرعی ہے یا صاحب دلیل مستقل بالمعنی المذکور کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے لنعلم من یتبع الرسول۔ یا متبع دلیل کا اتباع ہو جیسے ارشاد ہے واتبع سبیل من اناب الی، من اناب الی خود دلیل واضح ہے، اس کے اتباع کو اتباع کہا گیا، اور ان سب اتباعوں پر تقلید مصطلح صادق نہیں آتی حتی کہ مجتہد کے لئے تقلید مجتہد کی اجازت نہیں دی جاتی، اور اتباع سے منع کی کوئی وجہ نہیں، اور تقلید کی اصطلاحی تفسیر میں گو کچھ اختلاف بھی ہو مگر ہر تفسیر پر وہ خاص ہے، اتباع مجتہد کے ساتھ محض دلیل اجمالی کی بناء پر بلا انتظار دلائل تفصیلیہ کے گو دلائل معلوم بھی ہو جاویں مگر ان کا انتظار نہیں ہوتا حتی کہ اگر دلیل معلوم نہ ہوتی یا معلوم ہونے کے بعد اس میں کوئی شبہ غیر قطعیہ عارض ہو جاوے، تب بھی اتباع کا التزام باقی ہے اور کسی جگہ دونوں کا جمع ہو جانا خواہ حق میں یا باطل میں یہ تباین کے تو منافی ہے مگر تساوی کو مستلزم نہیں، اصل مفہوم دونوں کا تتبع موارد استعمال سے یہی معلوم ہوتا ہے، لیکن تجوزات بالقرائن کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور حاصل اختلاف قائلین بالاتحاد اور بالتباین کا نزاع لفظی ہے جو تابع ہے تفسیر الفاظ کا جس سے احکام واقعیہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا حق حق ہے خواہ اس کا کچھ نام رکھ لیا جاے (۳ شعبان ۱۳۵۴ھ (النور ص ۷ رمضان ۱۳۵۵ھ) اور باطل باطل ہے خواہ اس کا کچھ نام رکھ لیا جائے۔ واللہ اعلم۔

(امداد الفتاوی ج ۴ ص ۲۰۶)

حکم اقتداء خلف غیر مقلد و مبتدع و مخالف مذہب مقتدی

سوال (۲۹۳) غیر مقلد کے پیچھے حنفی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں اور کیسے ہوتی ہے۔

الجواب: غیر مقلد بہت طرح کے ہیں۔ بعضے ایسے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز

پڑھنا خلاف احتیاط یا مکروہ یا باطل ہے چونکہ پورا حال معلوم ہونا فی الفور مشکل ہے اس لئے احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جاوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ

(امداد صفحہ ۹ ج ۱)

سوال (۲۹۴) بعض موحد مومن نیت پیچھے بدعتی کے نہیں کرتے یہ کیسا ہے اور بعض کا قول ہے کہ پڑھ لیوے مگر دوبارہ اپنی نماز اعادہ کرلیوے۔

الجواب: ہر چند کہ مبتدع کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے کمافی الدر المختار و مبتدع مگر تنہا پڑھنے سے جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے وفی النهر صلى خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة در مختار وفی رد المحتار افادان الصلوة خلفهما اولى من الانفراد اه اور اعادہ ہر چند کہ وقت ترک سنت کے مستحب ہے لیکن بشرطیکہ اعادہ (اس وقت یہی ذہن میں آیا اور اصل دلیل یہ ہے کہ جو سنت نماز میں داخل ہے اس کے ترک سے اعادہ ہے یہاں ایسا نہیں ۱۲ منہ) میں ترک سنت لازم نہ آوے۔ اور یہاں اعادہ میں ترک جماعت کہ سنت ہے لازم آتا ہے پس اعادہ کچھ ضرور نہیں

(امداد صفحہ ۱۰۲ ج ۱)

سوال (۲۹۵) اگر بعد اذان مغرب کے باوجود موجود ہونے امام کے چھ سات منٹ توقف کیا جاوے بعذر یا بغیر عذر کے آیا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: تخلف جماعت سے خواہ مغرب میں ہو یا دوسرے وقت میں بے عذر بہت برا ہے کما ورد لایتخلف عنها الا المنافق البتہ اگر کوئی عذر شرعی ہو یا امام موافق للمذہب کا انتظار تو جائز ہے۔ مثلاً شافعی امام پہلے پڑھتا ہے اگر حنفی کے انتظار میں بیٹھا ہے کچھ حرج نہیں۔

(عبارت واضح نہیں اس وقت مطلب یہ سمجھا گیا تھا کہ امام نماز شروع کرادے پھر بھی کوئی شخص علیحدہ بیٹھا رہے یہ کیسا ہے جواب اسی پر منطبق ہے۔ اور اگر سوال کا یہ مطلب ہو کہ امام اور جماعت سب کے سب کسی وجہ سے ٹھیرے رہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک وقت مستحب باقی رہے تاخیر جائز ہے۔ مغرب میں بھی اذان سے نماز کا اتصال واجب نہیں ۱۲ منہ مگر اس جواب پر بھی بعض علماء نے کلام کیا ہے جو کہ ملخصات تتمہ اولی میں درج ہے اور ہم نے اصطلاحات میں اس کا جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہاں حکم جواز سے مطلقاً کراہت کی نفی مقصود نہیں ہے بلکہ کراہت تحریمی کی نفی مقصود ہے

(۱۲ تصحیح الاغلاط صفحہ ۱۷)

ولوكان لكل مذہب امام كمافى زماننا فالا فضل الاقتداء بالموافق سواء تقدم او تاخر على ما استحسنه عامة المسلمين و عمل به جمهور المؤمنين من اهل الحرمين والدمشق و مصرو الشام ولا عبرة بمن شنمنهم شامی ج۱ ص۳۷۹ والله اعلم

اقتداء بغیر مقلد

سوال (۲۹۶) کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کی بابت کہ آمین بالجہر و رفع الیدین اور نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والے و نیز امام کے پیچھے الحمد پڑھنے والوں کے پیچھے ہم اہلسنت جماعت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب قرآن شریف و حدیث سے ہو۔

الجواب: ان لوگوں کا اختلاف حنفیہ کے ساتھ صرف ان ہی مسائل فرعیہ میں ہے یا عقائد میں بھی اور یہ لوگ امام ہونے کی حالت میں آیا مسائل طہارت میں

مراعات خلاف کی کرتے ہیں یا نہیں۔ ۲۸؍ شعبان ۱۳۳۷ھ

(تتمہ خامسہ صفحہ ۹۰)

سوال (۲۹۷) تمہید مسئلہ اقتداء بالمخالف کے باب میں ایک قول کی نسبت علم الفقہ میں یہ عبارت ہے۔ در حقیقت یہ قول بالکل بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے۔ اگر اس قول پر عمل کیا جاوے تو آپس میں سخت افتراق پڑ جائے گا اور بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اس پر غلاۃ فی البدعات نے غیر مہذب عنوان سے رد لکھا۔ اور مؤلف کے حق میں یہ الفاظ لکھے نہ سنی ہے نہ حنفی نہ اسے امام بنانا حلال نہ اس کے پیچھے نماز جائز نہ اس کا وعظ سننا روا (وہ) خود رائے ہے اور کج فہم و بے ادب ائمہ کے ساتھ گستاخ اور مسائل شرعیہ کی توہین کرنے والا اور خود اپنے اقرار سے فاسق معلن وہابی غیر مقلد ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے اور نہ اس کا وعظ سننا چاہیئے۔ وہ عوام الناس کو گمراہ کرتا ہے اس کے نزدیک ہرگز نہ جانا چاہئے ایسے گندم نما جو فروش سے اجتناب چاہیئے۔ اس کو فاسق سمجھیں اس کی مدح نہ کریں کہ فاسق کی مدح سے غضب ذوالجلال اترتا ہے غیر مقلدین کے بعض عقائد کو اچھا سمجھنے کے سبب مستحق کفر ہے آہ مولف کی جماعت نے خانقاہ کی تحریر چاہی اولاً عذر کر دیا گیا ثانیاً مکرر استدعاء پر جواب ذیل دیا گیا۔

مکرمی سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ لفافہ حاملہ تین قطعات مطبوعہ اور کارڈ موصول ہوئے مجھ کو جواب تحریر کرنے کا مکرر مشورہ دیا گیا ہے امتثالاً للامر کچھ لکھتا ہوں (اور اگر رائے ہو میری طرف سے اس کی اشاعت کی بھی اجازت ہے) جس کے ملاحظہ سے معلوم ہو جائے گا کہ میں جواب کس عذر کے سبب نہ لکھتا تھا حاصل اس عذر کا یہ ہے کہ میرا جواب اصل مسئلہ کو من کل الوجوہ مفید نہیں اور میری کیا تخصیص ہے شاید کسی حنفی سے ایسا جواب

ملنے کی توقع نہ ہوگی جو من کل الوجوہ مفید اور موافق ہو گو من وجہ جو ایک اعتبار سے اصل مقصود ہے ضرور مفید ہے۔

امر اول: اس لئے کہ اس مسئلہ فرعیہ میں منجملہ اقوال مختلفہ کے میرے نزدیک احوط وہ تفصیل ہے جو در مختار میں بحر سے نقل کی ہے بعولہ ان یتقن المراعات لم یکره او عدمهاله یصح وان شك کره اور جس کی ترجیح ردالمحتار میں حلبی سے نقل کی ہے بقوله هذا هو المعتمد لان المحققین جنحوا اليه وقواعد المذهب شاهدة عليه الخ البتہ اس تفصیل کے جزو ثالث کو میں ماؤل و مقید سمجھتا ہوں تاویل یہ کہ مراد کراہت سے خلاف اولیٰ ہے تقیید یہ کہ اپنے مذہب کا امام بدوں ارتکاب کسی محذور اعراض عن الجماعۃ وغیرہ کے میسر ہو ومبنی التاویل مانقله فی رد المحتار عن حاشية الرملی علی الاشباه الذی يميل اليه خاطری القول بعدم الكراهة اذالم يتحقق منه مفسد اه ووجه التقييد ظاهر۔ نیز مراعات کا محل صرف فرائض ہیں۔ کمافی رد المحتارای المراعات فی الفرائض من شروط اركان فے تلك الصلوة وان لم يراع فی الواجبات والسنن كما هو ظاهر سياق كلام البحرو ظاهر كلام شرح المنية ايضاً حيث قال واما الاقتداء بالمخالف فی الفروع كا لشافعی فيجوز مالم يعلم منه مايفسد الصلوة على اعتقاد المقتدی عليه الاجماع انما اختلف فی الكراهة اه قلت وفی التمثيل بالشافعی الذی الاصل فيه عدم التعصب خرج من الحكم القائلون بحرمة التقليد المدعون للاجتهاد لانفسهم الذين الغالب فيهم التعصب وقد صرحوا بكراهة الاقتداء بالمتعصب۔ اور چونکہ میں اس کو احوط سمجھتا ہوں اور احتیاط شرعاً محمود د

مطلوب ہے چنانچہ زمعہ کا قصہ صحاح میں مذکور ہے کہ آپ نے ولد کو فراش کا حق فرمایا اور باوجود اس کے حضرت سودہؓ کو اس مولود سے احتجاب کا حکم دیا جس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر اس قول کا غیر راجح ہونا بھی ثابت ہو جاوے وانی لاخذ ذلك تب بھی احتیاط کے لئے اس کو اخذ کرنا احفظ للدین ہوگا اس لئے اس قول احوط کو بے دلیل اور نہایت نفرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل اور موجب افتراق شدید و اشکال عظیم قرار دینے کو میں پسند نہیں کرتا۔ بلکہ کسی مسئلہ مجتہد فیہا پر بھی ہم جیسوں کا ایسا حکم کرنا غیر مرضی ہے خصوص جب کہ سلف سے ایسا جزئیہ منقول بھی ہو چنانچہ مدونہ مالکؒ میں ہے قال وسئل مالك عمن صلى خلف رجل يقرء بقراء ة ابن مسعود قال يخرج ويدعه ولايا تم به قال و قال مالكؒ من صلى خلف رجل يقراء بقراء ة ابن مسعودؓ فليخرج وليتركه قلت فهل عليه ان يعيد اذاصلى خلفه فى قول مالك قال ابن القاسم ان قال لنايخرج فارى انه يعيد فى الوقت وبعده ص٨٤ قلت و ظاهران من كان يقرء بقراء ة ابن مسعود فهو يعتقد هاقرانا ومع ذلك لم يجوز مالك الصلوٰة خلفه والمسئله مجتهد فيها كما يظهر من مراجعة نيل الاوطارباب الحجة فى الصلوٰة بقراء ة ابن مسعودؓ الخ۔ اور اس قول کا علم الفقہ کے قول مختار کے ساتھ مغائر ہونا ظاہر ہے اس سے امر اول ثابت ہو گیا کہ میرا جواب اصل مسئلہ کو من کل الوجوہ مفید نہیں۔

امر ثانی کا بیان یہ ہے کہ میں باوجود علم الفقہ کے قول کے قائل نہ ہونے کے اور قول مقابل کی نسبت رائے مذکور پسند نہ کرنے کے پھر بھی صاحب قول مذکور و رائے مذکور کی شان میں ایسے فتوؤں کو اور ایسے الفاظ کو جو کہ اشتہار واجب الاظہار میں نقل کئے گئے ہیں معصیت اور حرام اور غلو اور

تعصب سمجھتا ہوں جس کا نہ اعتقاد جائز نہ نقل جائز الالرد خصوص ان کے محاسن و فضائل و خدمات دینیہ پر نظر کرتے ہوئے ان کے کلام کا محمل صحیح پر حمل واجب ہے بعض محامل اشتہار واجب الاظہار کے جواب میں معہ نظائر پیش بھی کئے گئے ہیں ۱۲ر اگر جواب کی ضرورت ہی تھی تو اتنا کافی تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اور ہمارے نزدیک دوسرا قول راجح ہے اور مجتہد فیہ کی نسبت ایسے الفاظ زیبا نہیں اس لئے مشورہ دیا جاتا ہے کہ گو فتوے سے رجوع نہ کریں۔ گو اولی داوفق بالمصالح العامہ یہ بھی ہے لیکن ایسے الفاظ سے ضرور رجوع فرمالیں کہ اقرب الی ادب الاحکام وابعد عن تشویش العوام ہے اونحوذ لک اس سے امر ثانی ثابت ہو گیا کہ میرا جواب اصل مقصد کے اعتبار سے (کہ وجوب کف لسان ہے مؤلف علم الفقہ کے سب و شتم سے) مفید ہے وفی ھذا کفایۃ انشاء اللہ تعالیٰ لمن انصف ولم یتعسف واللہ اعلم والسلام مع الاکرام خیر ختام۔ ۱۶ ذیقعدہ ۱۳۴۴ھ

(تتمہ خامسہ صفحہ ۴۳۵)

کیا حنفی غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے

سوال (۲۹۸) مقلد غیر مقلد امام کے پیچھے از روئے مسئلہ حنفی کسی حالت میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اگر پڑھ سکتا ہے تو کس حالت میں اگر نہیں پڑھ سکتا ہے اور ناواقفیت میں پڑھ لیا تو نماز مقلد مقتدی کی ہو گی یا نہیں اگر نماز نہیں ہوئی تو اعادہ کی ضرورت ہو گی یا نہیں فقط؟

الجواب: نماز حسب قواعد فقہیہ صحیح ہو گئی مگر احتیاط اعادہ میں ہے۔ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۲۷ھ

(تتمہ اول صفحہ ۲۴)

سوال (۲۹۹) ماقولکم رحمھم اللہ تعالیٰ فی ھذہ المسئلۃ

اقتدا الحنفی خلف غیر المقلد جائزام لا بینوا بالدلیل؟

الجواب : مبسملاً و حامداً ومصلیا اقول التفصیل عندی، ان غیر المقلدین هم اصناف شتی فمنهم من یختلف مع المقلدین فی الفروع الاجتہادیة فقط فحکمهم فی جواز الاقتداء بهم للحنفیه کالشافعیه حیث یجوز شرط المراعات فی الخلافیات الصلوتیة وفاقاً وعند عدم المراعاة خلافاً و بالاول افتی الجمہور فان امر الصلوة مما ینبغی ان یحاط فیه ومنهم من یختلف معهم فی الاجماعیات عند اهل السنة کتجویز النکاح مافوق الاربع و تجویز المتعه وتجویز سب السلف و امثال ذلك وحکمهم کاهل البدعة حیث یکره الاقتداء بهم تحریماً عند الاختیارو تنزیهاً عند الاضطرا روحیث یشتبه الحال الاولی ان یقتدی بهم دفعاً للفتنة ثم یعید اخذاً بالا حوط ولوکانت الفتنة فی الاقتداء فلایقتدی صوناً للمسلمین عن التخلیط فی الدین والتبحر علی الشرع المتین والله تعالیٰ اعلم و عنده علم الیقین والحق المبین ثانی یوم النفرمن ذی الحجه ۱۳۲۹۔ من الهجرة المقدسة۔

(تتمه اولیٰ صفحه ۲۹)(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۵۳)

اقتداء غیر مقلد ضرورت تقلید سنی شدن

غیر مقلد اقتدار شافعی

سوال (۲۶۸) غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں، مسلمان ہونے کے لئے ایک مذہب حنفی یا شافعی وغیرہ ہونا ضرور ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس وجہ سے اور پیغمبر صاحب اور اصحاب اور اماموں کے وقت میں لوگ حنفی یا

شافعی وغیرہ کہلاتے تھے یا نہیں، جو شخص بموجب قرآن و حدیث کے نماز ادا کرتا ہے، اور ہر مسئلہ میں مقلد ایک امام خاص کا نہ ہو اور سب اماموں کے برابر حق جان کر جس کا جو مسئلہ مؤافق حدیث کے سمجھے عمل کرے تو وہ مسلمان سنت و جماعت ہے یا نہیں، اقتداء اس کی جائز ہے یا نہیں حنفی مقتدی شافعی وغیرہ امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان فیض اقتران میں طرز عمل لوگوں کا یہ تھا کہ آپ کے قول و فعل کا سنتے دیکھتے اتباع کرتے جو ضرورت ہوتی دریافت کر لیتے، اصول و اسباب و علل و احکام کے نہ کسی نے دریافت کئے نہ پورے طور سے بیان کئے گئے، نہ باہم اختلاف تھا نہ تدوین فقہ کی حاجت تھی، نہ جمع احادیث کی ضرورت تھی، بعد وفات شریف آپؐ کے وقائع قدیمہ میں چونکہ ایک صحابی کو کوئی حدیث نہ پہنچی یا پہنچی لیکن یاد نہ رہی یا یاد رہی مگر فہم معنی میں غلطی ہوئی یا کسی قرینہ سے تاویل کی یا طریق روایت کو مقدوح سمجھا اور دوسرے صحابی کا حال اس کے خلاف ہوا اور وقائع حادثہ میں قیاس دونوں کے مختلف ہوئے اور صاحب وحی سے پوچھنا ممکن نہ تھا، ان وجوہ سے ان میں بعض فروع میں اختلاف پیدا ہوا، پھر وہ صحابہ اقصاء و امصار مختلفہ میں منتشر ہو کر مقتدا و پیشوا ہوئے اور تابعین نے ہر نواح میں خاص خاص صحابہ کا اتباع کیا اور ان کے اقوال و افعال کو محفوظ رکھ کر مستند ٹھیرا لیا اور طرز عمل ہر شہر کا ایک جداگانہ طریق پر ہو گیا جب صحابہ کا زمانہ منقرض ہو گیا، تابعین مقتدا ہوئے اور اپنے ہمعصروں کو جو امور صحابہ سے یاد تھے ان کے موافق فتوے دیتے ورنہ تخریج کرتے، ان سے تبع تابعین نے، اسی طرح اخذ کیا، اس زمانہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کوفہ میں اور امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور اپنے ہم عصر کے تابعین سے آثار و

تخریجات محفوظ کر کے اپنے زمانہ میں کچھ آثار و تخریجات کے موافق کچھ خود استنباط فرما کر فتوے دیئے اور بہت لوگوں نے ان کا اتباع کیا اور تلمذ حاصل کر کے ان کے اقوال و فتاویٰ کو جمع کر کے بعض بعض نواح میں شائع کیا، یہاں تک کہ ان اطراف میں وہ دستور العمل ٹھیر گیا، اس کا نام مذہب امام ابو حنیفہؒ و مذہب امام مالکؒ ہوا۔ اس زمانہ کے اخیر میں امام شافعیؒ پیدا ہوئے، انہوں نے بعض وجوہ تخریج کو مختل سمجھ کر بعض اصول و فروع میں ترمیم کی، اور از سر نو بناء فقہ کی ڈالی بہت لوگوں نے اس کو نقل کر کے مشتہر کیا اور اس کا نام مذہب امام شافعی ہوا یہ لوگ ارباب تخریج کہلاتے ہیں اور بوجہ تورع و اتہام نفس اپنے کے جمع احادیث پر جرأت نہیں کرتے ہیں نہ اس کا چنداں اہتمام تھا، بلکہ جو احادیث و آثار جن اطراف میں پہنچے ان کو کافی سمجھتے تھے، اور چونکہ خدائے تعالیٰ نے تیزی و ذہانت و فطانت عنایت کی تھی، اس لئے فتویٰ پر جری تھے، ان احادیث سے استخراج کرتے اور فقہ کو بنا دین جانتے اور بوجہ میلان کے اپنے ائمہ و اصحاب و اہل بلد کی طرف اور اعتقاد عظمت شان ان کی کے اور اطمینان کے ان پر استخراج میں ان کی مخالفت نہ کرتے اور در صورت حدیث نہ ہونے کے ان کی تصریحات کو یا اصول کو جو ان کے کلام سے ماخوذ ہیں مدار اپنے فتوے کا ٹھیراتے لیکن اگر کوئی قول اپنا یا امام کا مخالف کتاب اللہ یا سنت رسول اللہؐ دیکھتے اس کو ترک کرتے اور یہی وصیت ائمہ اور ان کے اصحاب کی ہے پس لوگوں کا یہی طور تھا کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور انہوں نے اور جو مثل ان کے تھے انہوں نے اس طرز عمل کو ناکافی اور خوض بالرائے کو مذموم اور سابقین کی رائے کو خیال نہ پہنچنے بعض احادیث کے بعض اطراف میں نا معتمد سمجھا اور فتویٰ و تفقہ سے احتیاط کی اور احادیث کی جمع و تدوین پر متوجہ ہوئے اور مختلف اقطار سے احادیث کو خواہ ان پر کسی نے عمل

کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ وہ مدینہ کی ہوں یا مکہ کی جمع کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ایک ذخیرہ وافی مجتمع ہوا پس ان لوگوں کا طرز عمل یہ ہوا کہ اول کتاب اللہ دیکھتے اگر اس میں حکم نہ ملتا یا ذات وجوہ ہوتا تو حدیث دیکھتے اگر اس سے بھی اطمینان نہ ہوتا تو فتوی صحابہ و تابعین کا دیکھتے اگر کہیں سے حکم نہ ملتا تو بناچاری قیاس کرتے اور قیاس کسی اصل پر مبنی نہ تھا بلکہ اطمینان نفس اور شرح صدر پر یہ ابتداء ہے اہل حدیث کی چونکہ یہ صورت فقہ کی بہت مشکل ہے اس لئے جب امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا کہ جس کو ایک لاکھ حدیثیں یاد ہوں وہ فقیہہ ہو سکتا ہے یا نہیں فرمایا نہیں پھر پوچھا کہ اگر پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہوں فرمایا اس وقت امید کرتا ہوں چونکہ امام احمد تخریج بھی کرتے تھے ان کی تخریجات مشہور ہو کر مذہب احمد بن حنبل نام ٹھہرا ہر چند کہ اس وقت دو فریق ہو گئے تھے اہل تخریج و اہل حدیث لیکن ان میں کوئی معاندت یا مخاصمت نہ تھی بلکہ اکثر اہل حدیث سے اہل تخریج کو کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف پہنچتی اپنا مذہب ترک کرتے ایسے ہی اہل حدیث کو اگر اپنی رائے کا مخالف ہونا صحابہ یا تابعین کے ساتھ معلوم ہوتا وہ اس کو ترک کرتے، اور ایک دوسرے کے پیچھے اقتداء کرتا اور اپنے اپنے کام کو خدمت دین سمجھ کر انجام دیتے اور بزبان حال یہ کہتے ؎

ومن وید فی حب الدیا رلا ھلہا
وللناس فیملہ یعشقون مذاہب
ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل او اندر دلش انداختند
بہشت آنجا کہ آزارے نباشد
کسے رلبا کسے کارے نباشد

جب ان کا زمانہ گذر گیا دونوں فریق کے پچھلے لوگوں نے تہذیب و ترتیب دونوں علموں یعنی فقہ و حدیث کی بوجہ احسن کی اہل تخریج نے مسائل میں توضیح و تنقیح و تصحیح و ترجیح و تالیف و تصنیف کی اور جتنے آثار ملتے گئے اور کلام ائمہ سے اصول ماخوذ ہوتے گئے ان پر استنباط و استخراج کرتے رہے اور اقوال ضعیفہ یا مخالفہ نصوص کی تضعیف و تردید کرتے رہے۔ یہ لوگ مجتہد فی المذاہب کہلاتے ہیں اور اہل حدیث نے احادیث صحیحہ و ضعیفہ و مرسلہ و منقطعہ کو جدا جدا ملخص کیا اور فنِ اسماء الرجال توثیق و تعدیل و جرح رواۃ کو تدوین کیا، اس زمانہ میں صحاح ستہ وغیرہ مدون ہوئیں پس روز بروز رونق و گرم بازاری ان دونوں پاک علموں کی ہوتی رہی اور علماء میں یہ دونوں فریق رہے اور عوام جس سے چاہتے بلا تقیید و تعیین کسی امام یا مفتی کے فتویٰ پوچھ کر عمل کرتے اور جس فتوے میں تعارض ہوتا اس میں اعدل واوثق و احوط اقوال کو اختیار کرتے مائۃ رابعہ تک یہی حال رہا بعد مائۃ رابعہ کے قضائے الٰہی سے بہت سے امور پر آشوب پیدا ہوئے، تقاصر ہمم یعنی ہمتیں ہر علم میں پست ہونا شروع ہوئیں جدال بین العلماء کہ ہر شخص دوسرے کی مخالفت کرنے لگا تراجم بین الفقہا کہ ہر فقیہہ دوسرے کے قول و فتوے کو رد کرنے لگا اعجاب کل ذی رائی برأیہ یعنی ہر شخص حتیٰ کہ قلیل العلم بھی اپنی رائے پر اعتماد کرنے لگا، تعمق فی الفقہ والحدیث یعنی دونوں علموں میں افراط ہونے لگا یعنی بعض فقہا اپنے اصول ممہدہ سے حدیث صحیح کو رد کرنے لگے اور بعض اہل حدیث ادنیٰ علت ارسال و انقطاع یا ادنیٰ ضعف راوی سے مجتہد کی دلیل کو باطل ٹھہرانے لگے جور قضاۃ یعنی قاضی اپنی رائے سے جس پر چاہتے تعدی کرتے تعصب یعنی اپنی جماعت کو امور محتملہ میں یقیناً حق پر سمجھنا دوسرے کو قطعاً باطل جاننا جب یہ آفتیں پیدا ہوئیں جو لوگ اس زمانہ میں معتد بہ تھے انہوں نے اتفاق کیا کہ ہر شخص کو قیاس کرنے

کا اختیار نہ ہونا چاہئے اور کسی مفتی کا فتویٰ اور قاضی کی قضا معتبر نہ ہونا چاہئے
جب تک کہ متقدمین مجتہدین میں سے کسی کی تصریح نہ ہو چونکہ ائمہ اربعہ
سابقین، سے مذہب مشہور تھا لہذا ان کی تقلید پر اجماع کیا گیا اور ترک التزام
مذہب واحد میں ظن غالب تلاعب فی الدین و ابتغاء رخص و اتباع ہوئی کا تھا
لہذا التزام مذہب معین کالابد کیا گیا اور بدوں کسی غرض محمود شرعی کے اس
سے انتقال وارتحال کو منع کیا گیا اس وقت سے لوگوں نے تقلید پر اطمینان کر
کے کچھ تو قوت استخراج کی کم تھی کچھ توجہ نہ کی قیاس منقطع ہو گیا بہت لوگ
اہل حدیث میں سے اس مشورت پر مصلحت کے مخالف رہے مگر کسی پر لعن
طعن نہیں کرتے تھے نہ اہل تخریج ان سے کچھ تعرض کرتے تھے یہاں تک کہ
اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا بعض مقلدین
نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطا و مصیب وجوباً مفروض الاطاعت تصور کر
کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح مخالف قول امام کے ہو اور مستند
قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو پھر بھی بہت سی علل و خلل حدیث میں
پیدا کر کے یا اس کی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کریں گے، اور قول امام کو
نہ چھوڑیں گے ایسی تقلید حرام اور مصداق قولہ تعالیٰ اتخذ وا احبارھم
ورھبانھم اربا باً الآیۃ اور خلاف وصیت ائمہ مرحومین کے ہے اور بعض
اہل حدیث نے قیاس و تقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہ و تابعین کو غیر مستند
ٹھیرا لیا اور ائمہ مجتہدین یقیناً خاطی و غادی اور کل مقلدین کو مشرکین و مبتدعین
کے ساتھ ملقب کیا اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجہیل و تضلیل و
تحمیق و تفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا مجمع علم امت کا اور داخل عموم
آیہ واتبع سبیل من اناب الی وآیہ فاسئلوا اھل لذکران کنتم لاتعلمون
وآیہ وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا وآیۃ اولئك الذین ھدی اللہ

ببهدنہم اقتدہ کے ہے اور ہر زمانہ میں استفتاء و فتویٰ چلا آتا ہے اگر ہر مسئلہ میں نص شارع ضرور ہو تو استفتاء و فتویٰ سب گناہ ٹھیرے ان دونوں تشدد دین کے درمیان ایک فرقہ متوسط محقق پیدا ہوا کہ نہ مجتہدین کو یقیناً مصیب سمجھا نہ قطعاً خاطی جانا بلکہ حسب عقیدہ شرعیہ المجتہد مخطی ویصیب دونوں امروں کا محل خیال کیا اور نہ ان کے محرم کو حرام جانا بلکہ حرام و حلال اسی کو اعتقاد کیا جس کو خدا و رسول نے حرام و حلال کیا ہے لیکن چونکہ اپنے کو اس قدر علم نہیں کہ نصوص بقدر حاجت یاد ہوں اور جو یاد ہیں ان میں متعارضات میں تقدیم و تاخیر معلوم نہیں اور نہ قوت اجتہاد یہ ہے کہ ایک کو دوسرے پر ترجیح دے سکیں، اور احکام غیر منصوصہ میں استنباط و استخراج کر سکیں ایسے کسی عالم راشد، تابع حق مجتہد مصیب فی غالب الظن کا اتباع اختیار کیا نہ اس اعتقاد سے کہ وہ شارع ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ناقل عن الشارع ہے اور باوجود اتباع کے اس بات کا قصد مصمم رکھا کہ اگر نص مخالف قول امام و ضعف مسلک اس کے علم کا ہو گیا تو حدیث کے مقابلہ میں قول امام کا ترک کروں گا اور اس میں بھی مخالفت امام کی نہیں بلکہ عین ان کے امر کی موافقت ہے چنانچہ ہر زمانہ میں تصنیف و اختیار و ترجیح و ترک و فتویٰ چلا آیا ہے یہ متوسط تقلید ہزاروں علماء و مشائخ و اولیاء نے اختیار کی ہے اس کے ابطال کے درپے ہونا تضیع اوقات ہے۔

که شیران جهاں بستہ ایں سلسلہ اند

روبہ از حیلہ چہ ساں بگسلد ایں سلسلہ را

پس نفس اتباع مجتہد کا تو عموم نص سے ثابت ہوا رہی یہ بات کہ ان چاروں ہی کا اتباع ہو اور چاروں میں سے ایک ہی کا اور ایک کا کر کے دوسرے کا نہ ہو یہ بات اگرچہ بہ تکلف تحت مفہوم نص کے داخل ہو سکتی ہے چنانچہ

میں نے اس بارہ میں ایک تحریر لکھی ہے، مگر صراحۃً منصوص نہیں، لیکن کوئی تامل سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے لیکن اتباع مجتہد کے لئے اس کے اجتہاد کا علم ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے تفاصیل جزئیات کے ساتھ کسی کا اجتہاد محفوظ نہیں پھر مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہو جاوے گا پس مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع تو ممکن نہیں ضرور ایک کا ہوگا پھر اس کے لئے وجہ ترجیح بجز ظن اصابت حق کے کیا ہو سکتا ہے، پھر یہ ظن یا تفصیلاً ہوگا یا اجمالاً تفصیلاً یہ کہ ہر جزئی میں سب کے اقوال و دلائل کو دیکھ کر جو راجح ہو اس پر عمل کرے اس میں علاوہ حرج کے اتباع مجتہد کا نہ ہوگا بلکہ اپنی تحقیق کا ہوگا وہو خلاف المفروض پس ضرور ہے کہ اجمالاً ہوگا یعنی ہر امام کے مجموعہ حالات پر نظر کر کے دیکھا کہ کس میں آثار اصابت کے ہیں۔

پس کسی کو امام اعظم صاحبؒ کی مجمل کیفیت سے ان پر ظن اصابت و رشد کا ہوا کیونکہ بقول محققین بسبب تابعی ہونے کے تحت آیۃ والذین اتبعوھم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه کے داخل اور بتاویل اکثر شراح حدیث قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوکان الایمان عند الثریا لناله رجل من فارس الحدیث او کما قال کے مصداق اور بقول ابن حجر حدیث ترفع زینة السنة ماته و خمسین کے مشار الیہ اور ائمہ ثلثہ رحمہم اللہ کے مثنی علیہ اور عبداللہ ابن مبارک کے ان ابیات کے ممدوح ہیں۔

لقد زان البلاد ومن علیها
امام المسلمین ابو حنیفة
باحکام واثار وفقة
کآیات الزبور علی الصحیفة
فمافی المشرقین له نظیر

ولا فی المغربین ولا بکوفة
یبیت مشمرا سهر اللیالی
وصام نهاره لله خیفه
فمن کابی حنیفة فی علاه
امام للخلیقة والخلیفة
رایت العائبین له سفاها
خلاف الحق مع حجج ضعیفه
وصان لسانه من کل افك
وما زالت جوارحه عفیفه
یعف من المحارم والملاهی
و مرضاة الآله له وظیفه
وکیف یحل ان یوذی فقیه
له فی الارض اثار شریفه
وقد قال ابن ادریس مقالا
صحیح النقل فی حکم لطیفه
بان الناس فی فقه عیال
علی فقه الامام ابی حنیفة
فلعنة ربنا اعداد امل
علیٰ من رد قول ابی حنفیه
ای من رد محقراً لما
قال من الاحکام الشرعیة

کسی کو امام شافعیؒ پر یہ ظن ہوا کسی کو امام مالکؒ پر کسی کو امام احمد پر،

پس ہر ایک نے ایک کا اتباع اختیار کیا، جب ایک کا اتباع اختیار کر لیا، اب بلا ضرورت شدید یا وجہ قوی یا وضوح حدیث مخالف مذہب دوسرے کی اتباع میں شق اول یعنی ظن تفصیلا عود کرے گی وقد ثبت بطلانہ پس ثابت ہوا کہ انہیں چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کرے علی ہذا اتفق اکثر علماء الاقطار والامصار سیما خیر البقاع مکۃ والمدینۃ حرسہا اللہ تعالیٰ وہوا لاحق بالاتباع وفیما دونہ خطر وارتیاع۔ اللہم ثبتنا علی سنۃ رسولک الامین ثم علی حب الائمۃ المجتہدین لاسیما امام الائمۃ کاشف الغمۃ سراج لامتہ ابی حنیفۃ النعمان الساعی فی الدین واحفظنا عن الافراط والتفریط اجمعین، آمین یارب العالمین۔

تقریر بالا سے جواب چاروں سوالوں کا واضح ہو گیا کہ غیر مقلد کے پیچھے بشرطیکہ عقائد میں موافق ہو۔ اگرچہ بعض فروع میں مخالف ہو اقتداء جائز ہے اگرچہ خلاف اولیٰ ہے یہ جواب ہوا پہلے سوال کا اور حنفی شافعی ہونا جزو ایمان نہیں ورنہ صحابہ و تابعین کا غیر مؤمن ہونا لازم آتا ہے لیکن جن وجوہ سبعہ مذکورہ بالا سے متقدمین نے ضروری سمجھا ہے ان وجوہ و مصالح سے حنفی و شافعی ہونا ضروری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں چونکہ یہ مذاہب ہی نہ تھے اس لئے حنفی شافعی کون کہلاتا البتہ ائمہ کے زمانہ میں یہ لقب مشہور ہو گیا تھا کمامر یہ جواب ہوا دوسرے سوال کا اور جو مقلد مذہب معین کا نہ ہو لیکن عقائد درست ہوں تو مسلمان بھی ہے سنی بھی ہے مگر بوجہ مخالفت سواد اعظم کے کہ انہوں نے تقلید شخصی کو ضروری سمجھا ہے چنانچہ ہم نے آخر تقریر میں اس کی دلیل بھی ذکر کی ہے خاطی ہے اور غالب ہے کہ وقت وقوع حوادث نادرہ کے عمل میں متحیر ہو گا کیونکہ بدوں اخذ اقوال علماء کے بقول امام احمد پانچ لاکھ حدیثیں یاد ہونی چاہئیے نہ یہ کہ صحاح ستہ میں منحصر سمجھ کر۔

چو آں کرے کہ درسنگے نہاں است
زمین و آسمان وے ہمان است

بے باکی سے مخالفت مجتہدین پر کمر باندھ لی مگر اقتداء اس کی جائز ہے اگرچہ اولیٰ نہیں یہ جواب ہوا تیسرے سوال کا،

اور جب مقلد کو غیر مقلد کی اقتدا جائز ہے تو ایک مقلد کو اگرچہ حنفی ہو دوسرے مقلد کی اگرچہ شافعی ہوا اقتداء کیوں نہ جائز ہو گی۔ مگر اقتدائے شافعی یا غیر مقلد میں ایک امر کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ اگر ایسے امام سے کوئی عمل مناقض وضو یا نماز کا بناء بر مذہب مقتدی پایا جاوے تو مقتدی کی نماز ہو گی یا نہیں، سو بعض متقدمین کی رائے تو جواز کی طرف ہے، مگر اکثر علماء نے احتیاطاً حکم فساد صلوٰۃ کا کیا، علیہ الفتویٰ۔ پس ان کی اقتداء میں یہ دیکھ لے، کہ اس کا وضو نماز بھی اپنے مذہب پر درست ہو گیا، یہ جواب ہوا چوتھے سوال کا، هذا ماالخذ ته من كلام بعض الافاضل مع اضفت اليه من بعض الدلائل والسائل فليكن هذا آخرما اردناه فى هذا الباب والله اعلم بالصواب اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه والباطل باطلاً وارزقنا اجتنابه بحرمة من سكن طابه وزارالمشتاقون بابه فقط.

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۲۹۴ تا ص ۳۰۰)

سوال (۲۸۹) ایک شہر میں بعض لوگ حنفی کہلاتے ہیں اور مولود خوانی فاتحہ خوانی، تیجہ، دسواں بیسواں چالیسواں وغیرہ سب کچھ کرتے ہیں، اور بعض لوگ غیر مقلد کہلاتے ہیں اور ان امور مذکورہ سے مجتنب اور بہت نافر ہیں اور ائمہ اربعہؒ کو اصحاب فضائل و مناقب جانتے ہیں مگر وجوب تقلید شخصی کے منکر ہیں پس نماز میں ان دونوں فریق میں سے کس کی اقتداء کرنی چاہئے؟

ایک شخص غیر مقلد ہے اور بزرگان دین کو علی سبیل المراتب بزرگ جانتا اور شرک و بدعت سے ازحد نافر اور اپنے آپ کو کتاب و سنت کا متبع بتلاتا اور احادیث صحیحہ کو اقوال ائمہ عظامؒ پر ترجیح دیتا بلکہ واجب التقدیم جانتا اور وجوب تقلید شخصی کا منکر ہے اور ایک شخص حنفی مذہب کا پورا پابند ہے سر مواس کا خلاف نہیں کرتا، اب ان دونوں میں کس کی اقتداء درست ہے اگر دونوں کی درست ہے تو کس کی اقتداء اولیٰ و افضل ہے؟

جو شخص غیر مقلد مذکور الحال کو بدعتی جانتا اور ائمہ محدثین مثل امام بخاریؒ وغیرہ کو پنساری (مفردات و مرکبات ادویہ فروش) وغیرہ اور ائمہ مجتہدین مثل امامنا الاعظمؒ کو حکیم و طبیب کہتا ہے یعنی محدثین کو الفاظ خفیفہ سے یاد کرتا ہے، تو یہ شخص بدعتی ہو گا یا نہیں اور ائمہ محدثینؒ کو ان لفظوں سے یاد کرنا درست ہے یا نہیں؟

منکر وجوب تقلید شخصی عنداللہ ملام و معاتب و معاقب و خارج از اہل سنت و جماعت ہو گا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: غیر مقلد مذکور فی السوال اگر اور کسی اعتقادی یا عمل بدعت میں مبتلا نہ ہو جیسا کہ اس زمانہ میں بعض غیر مقلدین ہو گئے ہیں صرف انکار وجوب تقلید شخصی سے کہ ایک فرع مختلف فیہ ہے خارج از اہل سنت نہیں ہے، اور اسی طرح مقلد مذکور فی السوال الثانی بھی داخل اہل سنت ہے البتہ حنفی مذکور فی السوال الاول والثالث اور اسی طرح جو غیر مقلد کسی اعتقادی یا عملی بدعت میں مبتلا ہو یہ دونوں مبتدع ہیں اور مبتدعین کی اقتداء مکروہ ہے، اور غیر مبتدعین جب کہ اور صفات میں مساوی ہوں امامت میں برابر ہوں گے البتہ جس کی امامت موجب تقلیل ہو اس کی امامت اس عارض کے سبب خلاف اولیٰ ہے ۴ رجب ۱۳۳۱ھ

(تتمہ ثانیہ ص ۴۸)

بدعتی اور غیر مقلد کو بیعت کرنا

سوال (۱۷۲) جو لوگ سوئم و فاتحہ وغیرہ کرتے ہیں اور بعض ان میں سے نشہ و اور بعض بزم و علیٰ ہذا غیر مقلد بھی اگر ان حضرات میں سے کوئی شخص احقر کے ذریعہ سے داخل سلسلہ ہو تو بیعت کروں یا نہیں، حاجی صاحب کے سلسلہ میں مختلف قسم کے لوگ تھے جو ارشاد ہو خیال رکھا جاوے؟

الجواب: رسوم بدعات کے مفاسد قابل تسامح نہیں، صاف کہہ دیجئے کہ ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا، اور غیر مقلد اگر دو وعدے کرے تو مضائقہ نہیں، ایک یہ کہ مقلدوں کو برا نہ سمجھوں گا اور مقلد سے بحث نہ کروں گا اور دوسرے یہ کہ مسئلہ غیر مقلد عالم سے نہ پوچھوں گا بلکہ مقلد سے پوچھوں گا،

(امداد الفتاویٰ ج ۵ ص ۳۲۲)

کشف تلبیس بعض غیر مقلدین در نقل عبارت صاحب فتاویٰ بتائید خویش

سوال (۴۸۴) السلام علیکم، ایک چوورقہ انجمن اہل حدیث مراد آباد نے کلام المحققین نام رکھ کر شائع کیا ہے جو ہمراہ اس پرچہ کے ارسال خدمت کرتا ہوں جس میں الاقتصاد اور امداد الفتاویٰ مولفہ آنجناب اور مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولوی عاشق الٰہی صاحب میرٹھی سے یہ دکھایا گیا ہے کہ آنجناب تقلید شخصی کو اچھا نہیں سمجھتے کیا جناب کی تحریرات کا یہی مطلب ہے جو غیر مقلدین مراد آباد نے سمجھا ہے جوبات جناب کے نزدیک صحیح اور قابل عمل ہو تحریر فرماویں فقط والسلام۔

الجواب: چوورقہ دیکھا دوسرے حضرات کی تحریرات کی مفصل تحقیق انہی

حضرات سے کرنا مناسب ہے کہ ان کی تحریر کی نقل میں کیا کیا کمی بیشی کی گئی ہے باقی اپنی تحریرات کو میں نے اصل سے منطبق کرنا چاہا تو ناقل کی چند خیانتیں معلوم ہوئیں اور حیرت ہوئی کہ یہ صاحب مدعی عمل بالحدیث کے ہیں اور پھر افتراء وکذب تلبیس کو کس طرح جائز اور گوارا فرماتے ہیں چنانچہ سرسری نظر سے خاص میری طرف منسوب کی ہوئی تحریر میں تین امر قابل تنبیہ تحقیق ہوئے۔

اول : تذکرۃ الرشید سے میرے خط کا جو مضمون نقل کیا ہے وہ میں نے بطور تحقیق اور رائے کے نہیں لکھا، بلکہ بطور اشکال کے پیش کیا ہے یعنی بعض اعمال متکلم فیہا میں جن پر بدعت ہونے کا حکم لگایا جاتا ہے اور تقلید میں فرق پوچھنا مقصود ہے چنانچہ جہاں تک ناقل نے میری عبارت نقل کر کے چھوڑ دی ہے اسی کے ایک سطر بعد یہ عبارت کہ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان ووجوب مشہور و معمول یہ ہے سو اس کا قبح کس طرح مرفوع ہو گا۔ دلیل صریح اس امر کی ہے کہ مقصود اس سے رفع شبہ ہے باوجود تسلیم کرنے وجوب تقلید شخصی کے ورنہ اگر اس کا وجوب تسلیم نہ ہوتا تو پھر اشکال ہی کیا تھا، اور سوال ہی کی ضرورت نہ تھی سو ایک خیانت تو یہ کی کہ میرے سوال کو میری تحقیق بنایا پھر میرے اس خط کے جواب میں مولانا نے یہ لکھا ہے جو صفحہ ۱۳۳ پر ہے جس میں وہ فرق بتلا دیا ہے اور جس کو میں نے تسلیم کیا ہے، اس پر ناقل صاحب نے نظر نہیں فرمائی یا قصداً چھپایا کیا یہ تلبیس اور غش نہیں ہے۔

دوم : اقتصاد سے جو عبارت نقل کی ہے وہ بھی ناتمام ہے یہ مضمون ایک جزو ہے مقصد ہفتم کا اس کے اول میں تصریح ہے کہ اگر عالم تبحر کو خود یا اس کے سوال سے دوسرے کو مجتہد کے قول کا مرجوح ہونا بھی معلوم ہو جاوے تو

اگر اس میں دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہو اور راجح پر عمل کرنے سے احتمال فتنہ و تشویش کا ہو تو مرجوح پر عمل کر لے اور دو حدیثوں سے اس پر استدلال کیا ہے اس کے بعد یہ لکھا ہے اور اگر گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صریح صحیح موجود ہے اس کے بعد وہ عبارت چل گئی ہے جو ناقل نے لکھی ہے پھر آگے چل کر تصریح کی ہے صفحہ ۶۹ میں کہ ایسے مقلد کو بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی قصد کر رہا ہے برا کہنا جائز نہیں یہ ہے پورا مضمون ملخصاً اب اس کو ملاحظہ فرمایئے اور ناقل صاحب نے جو اس سے ثابت کرنا چاہا ہے اس کو دیکھئے کہ اس کو اس عبارت سے کیا تعلق۔

سوم: امداد الفتاویٰ سے جو عبارت نقل کی ہے اس کا سیاق و سباق بھی اپنے لئے مضر سمجھ کر حذف کر دیا ہے اس سے اوپر فقہاء و محدثین کے مسلک کی مفصل تاریخ لکھ کر کہا ہے کہ یہاں تک کہ اس سے زیادہ فتنہ انگیز وقت آیا اور دونوں فریقوں میں تشدد بڑھا اس کے بعد اول بعض مقلدین کے تشدد کا بیان ہے اور ناقل صاحب نے صرف اس کو نقل کیا ہے اور اس کے بعد یہ عبارت ہے اور بعض اہلحدیث نے قیاس و تقلید کو مطلقاً حرام اور اقوال صحابہؓ تابعینؒ کو غیر مستند ٹھیرایا اور ائمہ مجتہدین کو یقیناً خاطی و غاوی اور کل مقلدین کو مشرکین و مبتدعین کے ساتھ ملقب کیا اور سلف پر طعن اور خلف پر لعن اور ان کی تجہیل و تضلیل و تحمیق و تفسیق کرنا شروع کیا حالانکہ اس تقلید کا جواز مجمع علیہ امت کا اور داخل عموم آیۃً واتبع سبیل من اناب الی۔ اور آیۃً فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون کے ہے الخ یہ ہے پورا مضمون ملخصاً اب ناقل صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس میں تقلید شخصی کی حرمت و

مذمت علی الاطلاق کہاں ہے اگر تقلید غیر مشروع پر کلام ہے تو غیر مقلدین کی بھی مذمت اور ان پر ملامت ہے تو دونوں جزؤں پر عمل کرو اور اگر ہم کو مصنف سمجھتے ہو اور عمل ہی کا تتمہ یہ بھی ہے کہ ایک اشتہار اور چھپواؤ جس کی یہ سرخی ہو کہ غیر مقلدین کی خدمت میں اشرف علی کی تقریر اور بعض غیر مقلدین مدعیان اتباع کی تلبیس و بے انصافی ہماری زندگی میں ہم پر یہ افتراء اللہ تعالیٰ اصلاح فرمائے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۳۸۲ تا ص ۳۸۴)

معاملہ باغیر مقلداں

سوال (۵۸۲) ایک اشتہار غیر مقلدوں کا مقام چاند پور میں آیا وہ آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں، اس کا مضمون صحیح ہے یا نہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

حاصل مضمون اشتہار: معنون بہ نقل معاہدہ علمائے اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی چونکہ دہلی و دیگر امصار میں اکثر نافہم لوگوں نے مسائل فرعیہ میں تنازعات بے معنی برپا کر کے طرح طرح کے اشتہار و رسائل مشتہر کئے اور نوبت بعداوت پہنچائی، فساد و عناد بڑھتا گیا نوبت بفوجداری پہنچی، حالانکہ یہ اختلاف سلف صالح سے چلا آتا ہے لیکن ان حضرات میں بغض و عناد نہ تھا اور آج کل لوگ انہیں فروعی مسائل کے سبب اتفاقی حرمتوں میں مبتلا ہو رہے ہیں کیونکہ غیبت و عداوت بالاتفاق حرام ہے جن مسائل میں اختلاف ہے وہ یہ ہیں نجاست آب، آمین بالجہر، رفع یدین، و دیگر مسائل اختلافیہ بعض نے حرام سمجھا بعض نے مثل مؤکدہ غرض جادہ اعتدال سے گذر گئے ایک فریق دوسرے فریق کے افعال میں طعن و توہین سے پیش نہ آوے اور نماز ایک فریق کی دوسرے کے پیچھے جائز ہے آپس میں محبت و اتحاد

رہیں کوئی کسی کو برا اور بد مذہب نہ جانے منازعت اور تکرار نہ کرے انتہی مختصراً مواہیر فلاں و فلاں و دستخط فلاں و فلاں از علمائے مقلدین و غیر مقلدین مقام دہلی۔

الجواب: نقل معاہدہ اہل حدیث و فقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی سے گذرا مضمون معلوم ہوا ان جھگڑوں میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہیں نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں دھوکہ دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدوں سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ شافعیہ کی کبھی نہ بنتی، لڑائی دنگہ رہا کرتا، حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا، بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہو گیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زیادہ جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دربارہ تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں اور مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحد رکھتے ہیں اور تقلید ائمہ کو مثل رسم جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیہ آبائنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو مخالف سنت ٹھیراتے ہیں اور ہمیشہ جویائے فساد و فتنہ انگیزی رہتے ہیں علیٰ ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں کہ تفصیل و تشریح اس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہیں بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرمادیں ان پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے مکر جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی میں

بہتر معلوم ہوتی ہے باقی لڑنا جھگڑنا کسی سے اچھا نہیں کہ انجام اس کا بجز خرابی کے کچھ نہیں ہوتا اور مخالف مخاصم جھگڑنے سے راہ پر نہیں آتا تو پھر تکرار بے فائدہ سے کیا حاصل۔ قال اللہ تعالیٰ یا یھاالذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا ھتدیتم الآیۃ واللہ ولی التوفیق والسلام علی من اتبع الہدی۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۶۱، ۵۶۲)

اھلحدیث کو وہابی کہنے کا حکم

سوال: جو لوگ اہلحدیث و محمدی کہلاتے یں ان کو جو وہابی کہا جاتا ہے کیا یہ لقب خدا اور رسول نے دیا ہے یا لوگوں نے؟ اگر خدا اور رسول نے نہیں دیا تو پھر اس لقب کے ساتھ ملقب کرنا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: اس لقب کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص مسلک میں ابن عبدالوہاب کو اپنا مقتدا یا موافق ہو پس اگر یہ اتباع یا توافق مطابق واقع کے ہو تو یہ لقب درست ہے ورنہ کذب و لا تنابزوا بالالقاب کی مخالفت ہے جیسے وہ لوگ مقلدین کو بدعتی اور مشرک کہتے ہیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۹۶)

سوال: غیر مقلدین از ذبیحہ واز دعوت حنفی المذہب نفرت دارند یعنی دعوت قبول نے کنند و ذبیحہ نے خورند، دریں صورت اگر ذبیحہ و دعوت اوشاں مایاں تنفر شویم چہ حرج؟

الجواب: چوں ایں تنفر غیر مقلدین از مباح و حلال خلاف مشروع ہست و زجر بر غیر مشروع ہست لہٰذا اگر زجراً نہ کہ اعتقاداً از ایشاں تنفر کردہ شود مضائقہ نیست۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۶۰۴)

اہل حدیث کے فتاویٰ کی حقیقت

جرابوں پر مسح کرنا

سوال (۵۱۲) از قلم مولانا ابو یوسف محمد شریف صاحب کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ ۲۱ دسمبر ۱۳۲۶ھ کے اہل حدیث میں ہر ایک جراب پر مسح کے جواز کا فتویٰ شائع ہوا ہے اور دلیل میں اس طرح حدیث ترمذی نقل کی ہے۔ مسح رسول الله صلى الله عليه وسلم على الجوربين یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جرابوں پر مسح کیا۔ حدیث کا مضمون تو اتنا ہی ہے اس پر بعض حضرات یہ بڑھاتے ہیں کہ موٹی جرابوں پر کرنا چاہئے ان کو چاہئے کہ اس قید کا ثبوت کسی نص سے پیش کریں اور جو ہر ایک جراب پر مسح کہتے ہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے۔

(۳۱ دسمبر ص ۱۲)

فاضل مفتی کو لازم تھا کہ حدیث مذکور سے استدلال کرنے سے پہلے اس امر کی تحقیق کرتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جرابوں پر مسح فرمایا ہے کیا وہ جرابیں سوتی تھیں یا اونی۔ ثخین تھیں یا رقیق ودونه خرط القتاد شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود ص ۶۲ میں لکھتے ہیں وانت خبیر ان الجورب يتخذمن الاديم وكذ امن الصوف وكذ امن القطن ويقال لكل من هذا انه جورب ومن المعلوم ان هذه الرخصة بهذا العموم التى ذهبت اليها تلك الجماعة لاتثبت الابعد ان يثبت ان الجوربين الذين مسح عليهماالنبى صلى الله عليه وسلم كان من صوف سواء كا نامنعلين او ثخينين فقط ولم يثبت هذا قط فمن اين علم جواز المسح على الجوربين عير المجلدين بل

يقال ان المسح يتعين على الجوربين المجلدين لاغير هما لانهما في معنى الخف والخف لايكون الا من الاديم نعم لوكان الحديث قولياً بان قال النبي صلى الله عليه وسلم امسحوا على جوربين مكان مسح على الجوربين يمكن الاستدلال بعمومه على كل انواع الجورب واذليس فليس۔ یعنی جورب جس طرح چمڑے کی بنائی جاتی ہے اسی طرح اون اور سوت سے بنتی ہے۔ چمڑے کی ہو یا اون یا سوتی سب کو جورب کہتے ہیں وہ جب تک یہ ثابت نہ کریں کہ جن جرابوں پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسح کیا وہ ادنی تھیں (یا سوتی) منعل تھیں یا ثخین، تب تک ہر قسم کی جرابوں پر مسح کی اجازت نہیں ہو سکتی اور یہ بات (کہ حضور علیہ السلام کی جرابیں سوتی یا اونی غیر مجلد و منعل تھیں) ثابت نہیں ہو سکتی غیر مجلد جرابوں پر مسح کا جواز کہاں سے معلوم ہوا بلکہ کہا جائے گا کہ مسح مجلدین پر متعین ہے کیونکہ مجلدین خف (موزہ) کے معنوں میں ہیں اور خف (موزہ) چمڑہ کا ہوتا ہے ہاں اگر حدیث قولی ہوتی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوتا کہ جرابوں پر مسح کرو تو ہر قسم کے جرابوں پر مسح کے جواز پر حدیث کے عموم سے استدلال ممکن تھا۔ جب حدیث قولی نہیں تو یہ استدلال بھی ممکن نہیں۔ اسی عون المعبود کے ص ۶۱ میں لکھا ہے۔

"قاموس میں ہے کہ جورب پاؤں کے لفافہ کو کہتے ہیں" اور لفافہ جامہ بیرونی کو کہتے ہیں۔ صراح میں ہے لفافہ جامہ بیرونی کہ برپاء مردہ و جز ءآں پیچند۔ اور جامہ بیرونی اس وقت صادق آئے گا جب کہ اس کے اندر بھی کوئی دوسرا جامہ وغیرہ ہو۔ اسی واسطے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لمعات میں لکھا ہے وہ یہ کہ جورب ایک موزہ ہے جو موزوں پر پہنا جاتا ہے ٹخنوں تک اس لئے کہ سردی سے بچاؤ ہو اور نیچے کا موزہ میل کچیل سے محفوظ

رہے۔

(عون المعبود ص ۶۱)

علاوہ اس کے لفافۃ الرجل عام ہے کہ چمڑے سے ہو یا اون سے یا روئی سے۔ طیبی کہتے ہیں۔ الجورب لفافة الجلد وهو خف معروف من نحو ساق۔ یعنی جورب چمڑہ کے لفافہ کو کہتے ہیں، وہ موزہ معروف ہے ساق تک معلوم ہوا کہ چمڑہ کے موزہ کو بھی جورب کہتے ہیں اسی طرح شوکانی شرح منتقی میں لکھتے ہیں۔ الخف من ادم يغطى الكعبين والجرموق اكبر منه يلبس فوقه والجورب اكبر من الجرموق۔ موزہ چمڑہ کی نعل ہے جو ٹخنوں کو ڈھانپ لیتی ہے جر موق اس سے بڑا ہے جو موزہ پر پہنا جاتا ہے اور جورب اس سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جورب ایک موزہ کی قسم ہے جو موزہ سے بڑا ہوتا ہے۔ شمس الائمہ حلوانی نے جورب کی پانچ قسم کہا ہے جن میں ایک قسم رقیق چمڑہ کا بھی لکھا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ جورب چمڑے کا بھی ہوتا ہے۔ تو جن جوربین پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح فرمایا ممکن ہے کہ وہ چمڑہ کی ہوں، جن کو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں خفین کہا گیا ہے جن کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

علاوہ اس کے حدیث ترمذی جس کو مفتی اہل حدیث نے نقل کیا ہے اس میں والنعلین کا لفظ بھی ہے جس کو فاضل مفتی نے کسی مصلحت کے لئے نقل نہیں کیا۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں عن المغيرة بن شعبة قال توضا النبی صلى الله عليه وسلم ومسح على الجوربين والنعلين حضرت مغیرہ بن شعبہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا جو ترمذی ص ۱۵ کے حاشیہ پر بحوالہ خطابی لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف جرابوں پر مسح

نہیں لیا بلکہ ان کے ساتھ مسح نعلین بھی فرمایا۔ تو جو شخص صرف جرابوں پر (بلا نعلین) مسح جائز کہتا ہے اس پر دلیل لازم ہے شاید اسی مصلحت کے واسطے مفتی اہل حدیث نے والنعلین کو اڑا دیا۔ اگر کہا جاوے کہ آپ نے مسح علی الجوربین اور نعلین پر علیحدہ علیحدہ کیا ہو گا تو اس احتمال کو سیاق حدیث رد کرتا ہے اس لئے کہ ایک وضو میں مسح جوربین اور نعلین کا جدا جدا متصور نہیں۔

علامہ عینی شرح ہدایہ ص۳۲۹ میں فرماتے ہیں کون الجورب منعلاً وھو محمل الحدیث الذی رواہ ابوموسی الاشعری وغیرہ یعنی امام اعظم رحمہ اللہ نے جو کہ جرابوں کا منعل ہونا فرمایا ہے یہی اس حدیث کا محمل ہے جس کو ابو موسیٰ اشعری وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ بہر حال سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جرابوں پر مسح کیا ہے یا تو ان کو چرمی جراب پر محمول کریں گے یا ثخین پر چونکہ حدیث میں مطلق جورب آیا ہے اور فعل کی حکایت میں عموم نہیں ہوتا اس لئے ہر قسم کے جورب پر مسح کا جواز حدیث سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تحقیق اس حدیث کی صحت تسلیم کرنے کے بعد ہے جس کو مفتی نے حوالہ ترمذی لکھا ہے۔ ورنہ سلف سے اس حدیث پر جرح منقول ہے۔ ابو داؤد مع عون المعبود کے صفحہ ۲۶۰ میں ہے ابو داؤد کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عوف اس حدیث کو بیان نہیں کیا کرتے تھے اس لئے مغیرہ سے جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ نسائی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں لا نعلم احداً تابع اباقیس علی ھذہ الروایۃ والصحیح عن المغیرۃ انہ علیہ السلام مسح علی الخفین اھ۔

(نصب الرایہ ص۹۶۔)

ہم نہیں جانتے کہ ابو قیس کا اس روایت میں کوئی متابع ہو صحیح مغیرہ سے یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا۔ بیہقی نے کہا

ہے کہ یہ حدیث منکر ہے اس کو سفیان ثوری و عبدالرحمٰن بن مہدی واحمد بن حنبل و یحییٰ بن معین و علی بن مدینی و مسلم بن حجاج نے ضعیف کہا اور مشہور مغیرہ سے حدیث مسح موزوں کی ہے۔

قال النووی کل واحد من ھولاء لوانفرد قدم علی الترمذی مع ان الجرح مقدم علی التعدیل نووی کہتے ہیں کہ ان ائمہ میں سے ایک ایک ترمذی پر مقدم ہے۔ علاوہ اس کے جرح مقدم ہے تعدیل پر حفاظ اس کی تضعیف پر متفق ہیں۔ ترمذی کا حسن صحیح کہنا معقول نہیں (زیلعی ص ۹۷) احیاء السنن ص ۱۳۰ جلد اول میں بروایت ابن ابی شیبہ لکھا ہے سعید بن مسیب و حسن بصری رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جرابیں جبکہ دبیز ہوں ان پر مسح جائز ہے۔ اسی طرح ترمذی ص ۱۵ میں ہے یمسح علی الجوربین وان لم یکونا منعلین اذاکان ثخینین کہ جرابیں اگرچہ منعل نہ ہوں جبکہ موٹی (گاڑھی) ہوں تو مسح جائز ہے۔ معلوم ہوا کہ غیر ثخینین جو حکم خف میں نہیں ان پر مسح جائز نہیں۔ واللہ علم۔ ضمیمہ ختم ہوا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۲۲۰ تا ۲۲۳)

جواب شبہ تنافی در حدیث شش عید و قول امام

سوال (۴۸۵) چھ روزہ شوال میں بحکم حدیث صحیح مسلم من صام رمضان ثم اتبعه ستامن شوال کان کصیام الدھر انتہی مسنون و مستحب ہیں۔ مگر امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ بہر حال خواہ متتابع خواہ متفرق عید الفطر کے بعد ہوں مکروہ فرماتے ہیں چنانچہ عالمگیری فقہ معتبرہ حنفیہ میں مرقوم ہے ویکرہ صوم ستۃ من شوال عندابی حنیفة متفرقاکان اور متتابعاً۔ انتہے لہذا امام نووی رحمہ اللہ حدیث مذکور کی شرح فرماتے ہیں۔ ھذا الحدیث الصحیح الصریح واذاثبت السنة لاتترک

لترک بعض الناس واکثرھم او کلھم لھا۔

(انتھی، نووی جلد اول ص ۳۶۹)

لہذا عرض ہے کہ ہم مقلدین کو مطابق ارشاد امامنا الاعظم رحمہ اللہ کے ان روزوں کو مکروہ سمجھ کر نہ رکھنا چاہئے یا حسب تصریح حدیث شریف عمل کرنا چاہئے مگر ایسی صورت میں کہ مطابق حدیث صحیح صریح ہے قول امام چھوڑنے میں ترک تقلید تو لازم نہ آوے گا کیونکہ تقلید تو مسائل اجتہادیہ میں ہوتی ہے نہ منصوص میں اور نیز حسب وصیت مجتہدین اذا صح الحدیث فھو مذھبی اترکوا قولی بقول الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ترک تقلید بھی لازم نہیں آتی کیونکہ اگر مسائل منصوصہ ہیں تو محل تقلید بھی نہیں اتباع حدیث حسب تصریح ماہر فن محدثین واجب ہے اور اگر اس کو بھی تقلید ہی کہا جاوے تو حسب مقولہ ائمہ رحمہم اللہ میں ترک تقلید رکھی اور عمل بالسنۃ کو مکروہ وناجائز جانا تو اندیشہ ہے کہ حسب تحذیر ائمہ و علماء مورد عتاب نہ ہو جاوے چنانچہ امام بن حجر رحمہ اللہ فتح الباری جلد ۱۳ ص ۲۸۴ مطبوعہ مصر میں فرماتے ہیں۔

ویستفاد من ذلك ان امرہ صلعم اذاثبت لم یکن لاحد أن یخالفه ولایتحیل فی مخالفته بل یجعله الاصل الذی یرد علیه ماخالفه لاباً لعکس کما یفعله بعض المقلدین ویغفل عن قوله تعالیٰ فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ الایة انتھی

اور واشتہ واشتہ شرک فی الرسالۃ میں مبتلا نہ ہو جاوے معاذ اللہ منہ۔ یہ عرض فقیر حقیر محض بنظر تحقیق واخلاص پر مبنی سمجھ کر جواب باصواب سے ممتاز فرمادیں، فقط والسلام۔

الجواب: فی الدر المختار وندب تفریق صوم الست من شوال

ولایکره التتابع علی المختار خلافاللثانی حاوی والاتباع المکروه ان یصوم الفطر وخمسة بعده فلوافطر الفطر لم یکره بل یستحب ویسن ابن الکمال فی ردالمحتار قوله علی المختار قال صاحب الهدایة فی کتاب التجنیس ان صوم الستة بعد الفطر منهم من کرهه والمختارانه لاباس به الی اخیر ماقال واطال وقال وتمام ذلک فی رسالة تحریر الاقوال فی یوم الست من شوال للعلامته قاسم وقدرد فیها علی مافی منظومة التبانی وشرحها من غروة الکراهة مطلقا الی ابی حنیفة وانه الاصح بانه علی غیر روایة الاصول وانه صحح مالم یسبقه احدالی تصحیحه وانه صحح الضعیف و عمدالی تعطیل مافیه الثواب الجزیل بدعویٰ کا ذبة ثم ساق کثیر من نصوص کتب المذهب فراجعها فافهم ج۲ ص۲۰۱ مصریة وفی العالمگیریة بعد نقل قول الکراهة والاصح انه لاباس به کذافی محیط السرخسی ج۱ ص۱۲۹ فعلم بهذه النصوص المذهبیة ان القول بالکراهة لم یصح نسبتها الی 'الامام وانه دعوی بلادلیل فلایلزم اشکال ترک الحدیث ولا ترک قول الامام لانه یوافق الحدیث

(شوال ۱۳۳۴ھ تتمہ ثانیہ ص ۱۷۴)(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۴۳ ج ۲ ص ۳۸۵)

رسالہ ملاحۃ البیان فی فصاحۃ القران

السوال (۵۱۵) پرچہ اہل حدیث کا ایک تراشہ ملفوف خدمت ہے حسب فرصت اس مضمون کے متعلق اپنی اجمالی رائے عالی سے مطلع فرمایا جاوے، یہ محض اپنے اطمینان خاطر کے لئے چاہتا ہوں کسی اخباری بحث ومباحثہ سے مطلق تعلق نہیں۔

نقل تراشہ، تعاقب کا جواب : علمی مضامین میں اختلاف ہونا اور علمی طریق سے اس پر گفتگو ہونا مستحسن اور علمی طریق ہے اخبار اہل حدیث میں اس کا سلسلہ ابتداء سے جاری ہے مخالف مضمونوں کو بھی جگہ دی جاتی ہے آج بھی اس کی نظیر پیش ہے اہلحدیث ۱۸ جون ۱۹۴۳ء میں ایک فتویٰ درج ہوا تھا جو دراصل ضلع اعظم گڈھ کے ایک اہل علم کے حق میں تھا جس نے لکھا تھا کہ قرآن مجید میں بعض الفاظ غیر مناسب محض تجع کے لحاظ سے آئے ہیں موصوف کے حق میں لکھا گیا کہ یہ ان کی علمی غلطی ہے کفر فسق نہیں، معاصر "محمدی" دہلی نے اس پر تعاقب کیا، تعاقب کے الفاظ یہ ہیں (مدیر) ۱۸ جون کے اہل حدیث میں بصفحہ نمبر ۱۳ سوال نمبر ۱۷۵ کے جواب میں جو کچھ لکھا ہے، ہمارے خیال میں اس میں تسامح ہو گیا ہے، لہذا فاضل مفتی صاحب نظر ثانی کریں تو بہتر ہے۔ اصول زبان کی حیثیت سے بعض الفاظ قرآنی کو غیر انسب اور غیر احسن کہنا اسماء سور کو بجائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرنے والے کہنا سوائے دہریت کی رہنمائی کے اور اپنی نیچریت کے اظہار کے اور لوگوں کے دلوں سے تعظیم قرآن دور کرنے کے کسی نیک نیتی پر محمول نہیں ہو سکتا پھر نیت کا علم کسی کو نہیں شرعی فتوے ظاہر پر ہیں پس شخص مذکور کی علمی غلطی کے ساتھ ہی اس کے فسق و فجور کا بھی اس میں پورا دخل ہے واللہ اعلم۔

جواب مرقوم اہلحدیث : اخبار اہلحدیث ۱۸ جون صفحہ ۱۳ میں سوال نمبر ۱۷۵ قرآن میں تجع کے لئے غیر انسب لفظ کا مستعمل ہونا اور اسماء سور کا مضمون سور کی طرف رہبری نہ کرنے کا جو جواب دیا گیا ہے اس پر اخبار محمدی دہلی یکم جولائی ص ۱۶ میں تعاقب کیا گیا ہے کہ ایسا خیال دہریت اور نیچریت اور فسق و فجور کا ہے، اللہ معاف کرے فاضل متعاقب سے اس میں

تسامح ہوا ہے اجلہ صحابہؓ سے نہ محض سجع و فواصل میں بلکہ آیتوں کے شدید
و اوساط کے بعض الفاظ کی بابت اسی قسم کا قول منقول ہے ابن عباسؓ ذواتح
فرماتے ہیں کہ آیت سورہ رعد افلم ییئس الذین امنوا۔ میں (فلم یئیس کی
جگہ افلم یتبین مناسب تھا وقضی ربک (اسراء) کی جگہ ووصی ربک بہتر تھا،
حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آیت نساء والمقیمین الصلوٰۃ والموتون
الزکوٰۃ میں اصل زبان کی رو سے المقیمون انسب تھاآیت مائدہ والصابئون
میں الصابئین زیادہ اچھا تھا کیونکہ ان کے اسم پر عطف ہونے کی وجہ سے اس کا
مرفوع ہونا غیر مناسب ہے ان کے حوالوں کے لئے دیکھئے الکلمات
الحسان فی الحروف السبعة للقران (طبع مصر) حضرت اسماعیل
علیہ السلام کی شان میں وارد ہے وکان رسولاً نبیا چونکہ ہر رسول کا نبی ہونا لازمی
ہے اس لئے نبی کا لفظ یہاں زائد ہے محض سجع کے لئے آیا ہے (المثل السائر)
حافظ سیوطیؒ اتقان میں آیت لاتجدلك علینا تبیعا کی بابت ناقل ہیں

الاحسن الفصل بینهما الخ

یعنی زیادہ اچھا تھا کہ دونوں مجروروں لک اور علینا کو الگ الگ کر دیا
جاتا، مگر سجع اور فاصلہ کی رعایت سے دونوں مجروروں کو ایک ساتھ جمع کر دیا
ہے اور تبیعاً کو پیچھے ذکر کیا ہے پھر چالیس مثالیں قرآن سے ایسی لکھی ہیں جن
میں رعایت قافیہ کے لئے اصول زبان کی خلاف ورزی کی گئی ہے آیت سورہ طٰہ
لایخرجنکما من الجنة فتشقی۔ آیا ہے اصول زبان کی رو سے فتشقیان
مناسب تھاآیت فرقان واجعلنا للمتقین اماماً کی جگہ ائمۃ مناسب تھا مگر
رعایت فواصل کے باعث دونوں جگہ واحد کے صیغہ اور صورت میں ڈھالا گیا
ہے

(اتقان ج ۲ ص ۱۱۴)

حدیثوں میں بھی اس کی مثالیں بہت ہیں حسن وحسینؓ کی دعاء کا کلمہ اعیذکمابکلمات الله التامة من کل شیطان وهامة میں اصول زبان کی رو سے لامہ کی جگہ ملمہ انسب تھا لیکن سجع کا لحاظ کرتے ہوئے یہی لامہ انسب ہے فتح الباری میں ہے قال لامه ليوافق لفظ هامه لكونه اخف على اللسان۔

ایک حدیث میں ہے عورتوں کو آپ نے فرمایا ارجعن مازورات غیر ماجورات (او کماقال) اصول زبان کی رو سے مازورات کی جگہ موزورات انسب تھا (الفائق)

ایک حدیث میں ہے خير المال سكة مابورة ومهرة مامورة باعتبار اصول زبان مامورة مومرة ہونا چاہئے تھا۔ (الفائق للزمخشری) محض سجع کی رعایت سے اصول زبان کو چھوڑ دیا پس سجع کے لحاظ سے یہی انسب ہے گو اصول زبان کی رو سے غیر انسب ہے۔

اسی طرح اسماء سور کی بابت صحابہؓ سے متعدد ناموں کا ثبوت ملتا ہے، وہ فرمایا کرتے کہ سورہ نساء قرآن میں تین ہیں (۱) سورہ بقرہ یہ سورہ نساء کبریٰ ہے (۲) سورہ نساء یہ سورہ نساء وسطی ہے (۳) سورہ طلاق یہ سورہ نساء قصری یا صغری ہے اسی سے واضح ہے کہ ان کے نزدیک سورۃ بقرہ کا نام اس کے پورے مضامین کی طرف رہبری نہیں کرتا حضرت ابن عباسؓ سورہ انفال کو سورہ بدر فرماتے، سورہ حشر کو سورہ بنی نضیر کہتے سورہ توبہ کو سورہ فاضحہ بلکہ سورہ توبہ کے دس سے زیادہ نام منقول ہیں (فتح الباری) اور سورہ فاتحہ کے تو بکثرت اسماء ہیں اس کے اکیس ناموں کی فہرست مولانا سیالکوٹی نے اپنی تفسیر واضح البیان میں دی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی نام لکھے گئے ہیں یہ متعدد نام ان کے مختلف مضامین کو مدنظر رکھ کر ہی مقرر کئے گئے ہیں جلالین میں بعض

سورتوں کے نام کچھ اور مرقوم ہیں ہندی مطابع کے مصاحف میں کچھ اور اور مصری چھاپوں میں کچھ اور اتقان میں ہے۔ یسمون الجملة من الکلام والقصیدة بما هو اشهر فیها وعلی ذلك جرت اسماء سور القران (ص ۱۶۹) یعنی عرب نثر اور قصیدوں کا نام اس میں کسی مشہور کے نام سے رکھ دیتے ہیں، اسی اصول پر قرآن کی سورتوں کے نام بھی ہیں بلکہ بائبل کے صحائف واسفار کے نام بھی اسی طرز سے رکھ لئے ہیں گلستاں بوستاں کریما، ماقیماں کے نام بھی یہ مضمون علمی ہے اور بسط چاہتا ہے، اخباری گنجائش اور اس کے ناظرین کے ملال طبع کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ولعل فیه کفایة لمن له درایة (اخبار کا مضمون ختم ہوا)

الجواب:۔ من المدرسة قال تعالی فی الکهف انزل علی عبده الکتب ولم یجعل له عوجا عوج مقابل ہے استقامت کا کسی شئے کی استقامت یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کا اختلال نہ ہو پس عوج عام ہوگا ہر اختلال کو اور یہ نکرہ ہے تحت نفی کے پس ہر قسم کا عوج منفی ہوا اسی بناء پر روح المعانی میں اس کی یہ تفسیر کی۔

ای شیئا من العوج باختلال اللفظ من جهة الاعراب ومخالفة الفصاحة وتناقض المعنی وکونه مشتملا علی ما لیس بحق اوداعیا لغیر الله اه وقال تعالی متحدیا وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله

ان نصوص قطعیہ سے قرآن مجید کا ہر قسم کے نقص سے منزہ ہونا اور اس تنزیہہ میں اس کا معجزہ ہونا مصرح ہے نیز اس پر تمام امت کا ایسا اجماع ہے کہ اس عقیدہ کو اس درجہ ضروریات دین سے سمجھا جاتا ہے کہ اس کے انکار پر بالاتفاق کفر کا حکم کیا جاتا ہے اور اہل ایمان تو بجائے خود رہے قرآن کے اس

اعجازی کمال کا اقرار ہمیشہ کفار کو بھی رہا، اگر نعوذ باللہ اس میں شائبہ بھی کسی قسم کے نقص کا ہوتا تو کیا وہ خاموش رہتے اور جس طرح اس کے اعجاز پر یہ نصوص دلیل نقلی قطعی ہیں ثبوتاً بھی دلالۃً بھی اسی طرح بڑے بڑے اساطین کلام کا عجز اس کی دلیل عقلی قطعی بھی ہے ثبوتاً بھی دلالۃً بھی اور قاعدہ متفق علیہ بین اہل ملت و بین اہل عقل ہے کہ ایسے قطعی کا معارض ایسا قطعی تو ہو نہیں سکتا لاستلزامہ الجمع بین النقیضین اگر معارض ظنی ہو تو اگر معصوم سے منقول ہو تو ثبوت کا انکار رواۃ کی غلطی سے واجب ہے اور دلالت کی تاویل واجب ہے اور اگر غیر معصوم سے ہو اگر وہ محل حسن ظن نہیں تو رد و ابطال واجب اور اگر محل حسن ظن ہے تو سند میں جرح یا تاویل مستحسن ہے۔

اس مقدمہ کی تمہید کے بعد جتنی روایات و اقوال موہم تعارض پائی جاویں تو وہ معارض ہی نہیں جیسے بعض کلمات کا اصول کے خلاف ہونا کیونکہ درحقیقت وہ مطلق اصول کے خلاف نہیں صرف اصول مشہورہ کے خلاف ہیں تو اصول کا انحصار مشہورہ میں یہ خود غلط ہے اکثر تو ان کے مقابل دوسرے اصول بھی پائے جاتے ہیں اور اگر بالفرض مطلقاً اصول کے خلاف ہونا بھی ثابت ہو جائے اگرچہ یہ فرض تقریباً باطل ہے لیکن اس کو فرض کر لینے کے بعد بھی اصول کی تدوین کو ناقص کہا جاوے گا اصول کی مخالفت سے ایراد نہ کیا جاوے گا، کیونکہ اصول خود فصحائے اہل لسان کے کلام کے تتبع سے جمع کئے جاتے ہیں فصحائے اہل لسان ان کے تابع نہیں ہوتے اور اس کے تسلیم میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا جیسے اصول فقہ مجتہدین کے فروع سے مستنبط ہوتے ہیں مجتہدین اپنے فروع کو ان پر مبنی نہیں کرتے یا اگر معارض ہیں تو واجب الرد یا ماول ہیں اس تحقیق کلی سے تمام جزئیات کا فیصلہ ہوتا ہے بعضے جزئیات بطور مثال کے ذکر بھی کی جاتی ہیں مثلاً فواصل کی رعایت کی تقدیم یہ بھی ایک

صحیح اصل ہے کما صرح بہ فی الاتقان نوع ۵۹ فصل ۲، اور یہ اس وقت ہے جب
صرف یہی رعایت موجب ہو مگر خود اسی میں کلام ہے قرآن مجید میں بے شمار
مواقع ایسے ہیں کہ فواصل میں سجع کا سلسلہ شروع ہو کر ایک آیت میں سلسلہ
ٹوٹ گیا اور اس کے بعد پھر عود کر آیا اس سے معلوم ہوا کہ صرف رعایت
فواصل کی اس مخالفت کی داعی نہیں بلکہ اس میں اور بھی اسباب غامض ہوتے
ہیں چنانچہ اتقان کی نوع تاسع وخمسون میں ایسے امثلہ کے بعد بعنوان تنبیہ ابن
الصائغ کا قول نقل کیا ہے۔ لا یمتنع فی توجیه الخروج عن الاصل
فی الایات المذکورة امور اخری مع وجه المناسبة فان القران
کما جاء فی الاثر لا تنقضی عجائبه۔ اور مثلاً ابن عباسؓ سے ایک ایسی
ہی روایت منقول ہے اس کی نسبت ابو حیان کہتے ہیں۔

من روی عن ابن عباسؓ انه قال ذلك فهوطا عن فی
الاسلام ملحد فی الدین وابن عباس بری من ذلك القول کذافی
روح المعانی تحت قوله تعالیٰ حتی تستانسوامع کلام علی بن
حیان والذی تکلم اختار توجیها اخر۔

اور مثلاً ایک ایسی ہی روایت کے متعلق روح المعانی میں تحت آیت
افلم ییئس الذین امنوا میں کہا ہے۔ راما قول من قال انما کتبه
الکاتب وهونا عس فسوی اسنان السین فهوقول زندیق ابن
ملحدعلٰی مافی البحر و علیه فروایة ذلك کمافی الدر المنثور عن
ابن عباس غیر صحیحة

اور اس کے غیر صحیح ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ اتقان نوع
سادس و ثلاثون کی فصل سوم کے سوال عاشر کے جواب میں خود ابن عباسؓ
سے اس کے خلاف منقول ہے اسی طرح ہر مقام کے متعلق خاص خاص

تحقیقات ہیں جن کا ذکر موجب تطویل اور اجمال مطلوب فی السوال کے خلاف ہے اور ایک ان سب روایات کا مشترک جواب ہے جس کو اپنی تفسیر بیان القرآن حاشیہ عربیہ متعلقہ آیت حتی تستانسوا سے نقل کرتا ہوں۔

والذی تقرر عندی فیہ وفیماورد من امثالہ علی تقدیر ثبوت ہذہ الروایات ان ہولاء رضی اللہ عنہم سمعوا القرات التی اختار ہامن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یستمعوا القرات الموجودۃ ثم ان تلک القرا ات نسخت ولم یبلغہم الخبر فدا وموا علیہا وانکر واغیرہا لمخالفۃ ظاہر القواعد وعدم سماعہ کما کان ابو الدرداء یقرء والذکر والانثی وکانت عائشۃ تقرا خمس رضعات اھ

اور اسماء سور کے تعدد کا اس بحث میں کچھ دخل نہیں ان میں تعارض ہی کیا ہے مگر ان اسماء میں سے کسی کو غیر مناسب کہنا بدعت شنیعہ ہے کیونکہ بعض اسماء خود احادیث صحیحہ مرفوعہ میں وارد ہیں علیٰ ہذا احادیث کے ایسے مقامات کا جواب بھی ان ہی اصول سے معلوم ہو سکتا ہے مثلاً موزورات کی جگہ مازورات فرمانا یہ بھی ایک اصل میں داخل ہے اس اصل کا اصطلاحی نام ہے ازدواج کذافی القاموس ولنسم ہذا المجموع ملاحۃ البیان فی فصاحۃ القران

(اشرف علی السادس والعشرین ذی قعدہ ۶۲ھ)

ضمیمہ موضحہ از مفتی مدرسہ

بہر حال جس قدر روایات جواب تعاقب میں مذکور ہیں چونکہ وہ ظاہرا ارشاد خداوندی انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عوجا کے معارض اور قرآن میں اختلال کو مستلزم ہیں اس لئے بمقتضائے اصول حدیث

ان سب کا رد کرنا واجب ہے جیسا بعض روایات کا غلط و موضوع ہونا تفسیر روح المعانی سے نقل بھی کر دیا۔ اسی طرح ظاہر یہ ہے کہ دوسری روایات بھی غلط اور مخترع ہیں اگر اس کے رجال و رواۃ سے بحث کی جائے گی تو امید ہے کہ یہ حقیقت واضح ہو جائے گی پس جو شخص ان روایات کی بناء پر تعاقب کا جواب دے رہا ہے اس کے ذمہ ان روایات کی صحت کا ثابت کرنا لازم ہے ورنہ خرط القتاد بدوں اس کے ان روایات سے ایسے مضمون پر استدلال کرنا جس کی نفی خود قرآن اور اجماع و تواتر عقلی و نقلی سے ہو چکی ہے ہرگز جائز نہیں اور بعد ثبوت صحت کے ان کا جواب وہ ہے جو اوپر مفصلاً بیان کیا گیا پس کسی کا یہ کہنا کہ بعض مواقع پر محض قافیہ اور بندش کے لئے قرآن میں غیر انسب لفظ مستعمل ہوتا ہے یقیناً نہایت سخت کلمہ ہے جس کا سننا بھی گوارا نہیں ہو سکتا اور جتنی عبارتیں جواب تعاقب میں نقل کی گئی ہیں کسی کا بھی یہ یقینی مدلول نہیں کہ محض قافیہ اور بندش کے لئے قرآن میں کوئی غیر انسب لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اسی طرح اسماء سور کے تعدد سے کس کو انکار ہے مگر یہ کہنا کہ موجودہ اسماء سور قرآنیہ بجائے رہبری کے غلط خیال پیدا کرتے ہیں نہایت کریہہ اور شنیع کلمہ ہے کہ اس کا بھی سننا گوارا نہیں ہو سکتا، اور یقیناً قرآن کریم کی عظمت و حرمت کی حفاظت زید و عمر راویوں کی عظمت و حرمت سے بدرجہا زائد و لازم ہے اور ایسے کلمات شنیعہ کی حمایت کے لئے اگر روایات موضوعہ ضعیفہ سے سہارا لیا جائے گا تو زندقہ اور الحاد کا باب مفتوح ہو جائے گا کیونکہ زنادقہ وضاعین و کذابین نے بہت حدیثیں اور روایتیں وضع کی ہیں نیز کفار اہل اسلام کے مقابلہ میں ان سے احتجاج کریں گے اس لئے روایت میں تحقیق سند اور تنقیح رجال کو علمائے امت نے واجب فرمایا ہے انتہت التتمۃ۔

(امداد الفتاوی جلد ۴ ص ۵۷ ۴ تا ص ۴۶۲)

وسلم يقول اهتزالعرش الموت سعد بن معاذ وفى رواية قال اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ وفى رواية قال اهتز عرش الرحمن لموت سعد بن معاذ متفق عليه

(مشکوٰة ص۵٦۷)

حدیث نمبر ۴: عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الجنة تشتاق الى ثلثة علیؓ و عمارؓ وسلمانؓ رواه الترمذى

(مشکوٰة ص ۵۷۰)

حدیث ۵: عن انس قال قال ابوبكر لعمر بعد وفاة رسول الله صلى الله عليه وسلم انطلق بنا الى ام ايمن نزورها كما كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يزو رها الحديث رواه مسلم

(مشکوٰة ص ۵٤۰)

حدیث نمبر۶: عن جابر فى حديث طويل فلمارای (صلى الله عليه وسلم) مايصنعون طاف حول اعظمها بيددا ثلث مرات الحديث رواه البخارى

(مشکوٰة ص۵۲۹)

حدیث نمبر ۷: عن جابرانه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لماكذبنى قريش قمت فى الحجر فجعل الله لى بيت المقدس الحديث متفق عليه

(مشکوٰة ص ۵۲۲)

وفى اللمعات جاء فى حديث ابن عباس فجئى بالمسجد

حتی وضع عند دار عقیل وانا انظر الیه

بعد نقل ان احادیث کے جواباً عرض کرتا ہوں کہ سوال میں معترض نے دو قول نقل کئے ہیں ایک یہ کہ یہ قلب موضوع ہے دوسرا یہ کہ یہ ناممکن ہے قول اول کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعظیم طواف سے کی اور قول ثانی کی کوئی دلیل بیان نہیں کی سو قلب موضوع کا جواب حدیث نمبر ۱ سے ظاہر ہے کہ ابن عمرؓ کعبہ سے ہر مومن کو افضل بتا رہے ہیں اور اول تو یہ امر مدرک بالرائے نہیں اس لئے حکماً مرفوع ہو گا اور اگر اس سے قطع نظر بھی کی جاوے تاہم کسی صحابی سے اس پر نکیر منقول نہیں پھر اس کی صحت میں کیا شک رہا پھر ابن ماجہ میں تو اس کے رفع کی تصریح ہے اور بھی اچھی ہے اب کلام مذکور کی بھی حاجت نہیں رہی رہ گیا طواف فرمانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کا اور اس کی تعظیم کرنا سو یہ ایک امر تعبدی ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مساجد کا احترام فرماتے تھے تو کیا مسجد کا آپ سے افضل و اعظم ہونا لازم آگیا اسی طرح بیت معظم بھی آپؐ سے افضل نہ ہوگا پھر جب آپؐ اس سے افضل ہوئے اور پھر آپ نے اس کا طواف کیا تو اس سے ثابت ہو گیا کہ مفضول کا طواف افضل کر سکتا ہے سو اگر مؤمن بیت معظم سے مفضول بھی ہوتا تب بھی افضل کا طواف کرنا مفضول کے لئے جائز ہوتا چہ جائے کہ مومن کا افضل ہونا بھی ثابت ہو گیا پھر تو کچھ بھی استبعاد نہ رہا باقی یہ ظاہر ہے کہ یہ فضیلت جزئی ہے اس سے یہ بھی لازم نہیں آتا کہ انسان کو جہت سجدہ بھی بنایا جائے یا انسان کا کوئی طواف کرنے لگے اور یہ سب اس وقت ہے کہ طواف بطور تعظیم ہو اور اگر یہ طواف لغوی ہو بمعنی آمد و رفت جو مقارب ہے زیارت کا تو وہ اپنے مفضول کے لئے بے تکلف ہو سکتا ہے جیسا حدیث نمبر ۵ و ۶ میں مصرح ہے اور محض ایسے امور

جوابات سوالات متعلقہ غیر مقلدین

سوال (۵۴۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ آیا فی زمانا غیر مقلدین جو اپنے تئیں اہلحدیث کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو ناجائز کہتے ہیں۔ بہیئتہ کذائیہ داخل اہلسنت والجماعت ہیں یا نہیں یا مثل فرق ضالہ روافض وخوارج وغیرھا کے ہیں ان کے ساتھ مجالست ومخالطت ومناکحت عامی مقلدین کو جائز ہے یا نہیں اوران کے ہاتھ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال دوم: دوسرے ان کے پیچھے نماز پڑھنا یا ان کا عامی مقلدین کی جماعت میں شامل ہونا درست ہے یا نہیں۔

الجواب عن السوال الاول والثانی

مسائل فرعیہ میں کتاب وسنت واجماع وقیاس مجتہدین سے تمسک کر کے اختلاف کرنے سے خارج از اھل سنت نہیں ہوتا البتہ عقائد میں خلاف کرنے سے یا فروع میں حجج اربعہ مذکورہ کو ترک کرنے سے خارج از اھل سنت ہوجاتا ہے اور مبتدع کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے اس قاعدے سے سب فرقوں کا حکم معلوم ہوگیا۔

(۳۰رذی قعدہ ۱۳۴۰ھ تتمہ خاصہ ص ۲۲۷)

(امدادالفتاوی ج ۴رص ۴۹۳)

توجیہ زیارت کعبہ حسناء بعضے اولیارا

سوال (۵۰۹) بابت استقبال قبلہ شامی وبحرالرائق وطحطاوی برمراقی الفلاح وباب ثبوت النسب درمختاروشامی وغیرہ معتبرات فقیہہ سے جو جواز آنے بیت اللہ شریف کا واسطے زیارت اولیاء اللہ کے بلکہ طواف اولیاء کرنے کے ممکن ومنجملہ کرامات ہونا لکھا ہے اور روض الریاحین میں امام یافعی وغیرہ میں

وقوع اس کا اور دیکھنا ثقات ائمہ وعلماء کا اس کرامات کو منقول ہے۔ اس کو غیر مقلدین لغو اور غلط امر کہتے ہیں ان کا قول وخیال یہ ہے کہ کعبہ ایسا معظم کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اشرف المخلوقات تھے اس کی تعظیم طواف سے کی وہ دوسرے اپنے سے کم درجہ کی زیارت وطواف کے لئے جائے یہ قلب موضوع و ناممکن امر ہے ہاں اگر قرآن وحدیث سے یہ امر مدلل کیا جاوے تو قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔ لہذا علمائے احناف کی جناب میں گذارش ہے کہ عقیدے کو نصوص قرآن واحادیث سے یا استنباط ازآیات واحادیث مدلل وثابت فرما کر کتب فقہ حنفیہ وروض الریاحین وغیرہ تالیفات ائمہ سلف کو دھبہ غیر معتمد ہونے سے بچائیں اور جہاں تک جلد ممکن ہو جواب سے سرفراز فرمائیں اس امر کی نسبت سخت نزاع درپیش ہے؟

الجواب:۔ عن بن عمرؓ انه نظر يوما الى الكعبة فقال ما اعظمك وما اعظم حرمتك والمومن اعظم حرمة عندالله تعالى منك اخرجه الترمذى وحسنه (ص٤٤ ج٢، مطبوعه مجتبائى و رواه ابن ماجة مرفوعا عن ابن عمرو لفظه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يطوف بالكعبة يقول ما اطيبك واطيب ريحك واعظم حرمتك والذى نفس محمد بيده لحرمة المومن اعظم عند الله حرمة منك الخ ص٢٠٩ اصح الطابع،

حدیث نمبر۲:۔ عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اريت الجنة فرايت امرأة ابى طلحة وسمعت خشخشة امامى فاذا بلال رواه مسلم

(مشكوة ص ٥٦٧)

حدیث نمبر۳:۔ عن جابر سمعت البنى صلى الله عليه

سے افضلیت کا لزوم کیسے ضروری ہوگا جب کہ حدیث نمبر ۶ میں تقدم بلالؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر منقول ہے اسی لئے اس تقدم کو شراح حدیث نے تقدم الخادم علی المخدوم سے مفسر کیا ہے پس ایسا ہی یہاں ممکن ہے نیز عرش جو کہ تجلی گاہ خاص حق ہے اور اس کی صنعت میں کسی بشر کو دخل نہیں ظاہر ابیت معظم سے افضل ہے باوجود اس کے اس کی حرکت ایک امتی کے لئے حدیث نمبر ۳ میں مذکور ہے سو اسی طرح اگر بیت معظم کسی مقبول امتی کے لئے حرکت کرے تو کیا استبعاد ہے نیز روح اس حرکت کی اشتیاق ہے سو جنت جو کہ حق تعالیٰ کے تجلی خاص کا دار ہے حدیث نمبر ۴ میں اس کا مشتاق ہونا بعض اقیان مقبولین کی طرف وارد ہے تو کعبہ کا اشتیاق بھی کسی مقبول امتی کی طرف کیا مستبعد ہے۔

پس ان حدیثوں سے خود زیارت و طواف کا استبعاد تو دفع ہو گیا جو کہ بحث نقلی تھی اب صرف یہ بحث عقلی باقی رہی کہ خانہ کعبہ اتنا بھاری جسم ہے یہ کیسے منتقل ہو سکتا ہے سو اول تو ان اللہ علی کل شئی قدیر میں اس کا جواب عام موجود ہے دوسرے حدیث نمبر ۷ کے ضمیمہ میں جواب خاص بھی ہے جو خصائص کبریٰ جلد اول ص ۱۶۰ میں نقل کیا ہے تخریج احمد والن ابی شیبہ والنسائی والبز ازوالطبر انی وابی نعیم بسند صحیح اور یہ سب گفتگو قول اول کے متعلق تھی رہا قول ثانی کہ یہ ناممکن ہے سو استفسار یہ ہے کہ آیا عقلاً ناممکن ہے یا شرعاً یا عادۃً اول کا انتفاء ظاہر ہے اگر شق ثانی ہے تو معترض کے ذمہ اس کا ثبوت ہے وانی لہ ذلک، اور اگر شق ثالث ہے تو مسلم ہے بلکہ مفید ہے کیونکہ کرامت ایسے ہی واقعہ میں ہے جو عادۃً ممتنع ہو ورنہ کرامت نہ ہوگی اب ایک شبہ باقی ہے وہ یہ کہ حس اس کی مکذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی جگہ سے غائب ہوا ہو سو ایسا ہی شبہ حدیث سابع کے ضمیمہ میں

ہوتا ہے سو جو اس کا جواب ہے وہی اس کا جواب ہے، اور وہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وقت اتفاق سے کعبہ کا دیکھنے والا کوئی نہ ہو اذا اراد الله تعالیٰ شیئاھیا اسبابہ۔ اور یہ اس وقت ہے جب یہی جسم منتقل ہوا ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کا محکوم علیہ ہے جس طرح حدیث نمبر ۴ میں آپ نے بلالؓ کی مثال کو دیکھا تھا ورنہ بلالؓ یقیناً اس وقت زمین پر تھے، اب صرف ایک عامیانہ شبہ رہا کہ اس کی سند جب تک حسب شرائط محدثین صحیح نہ ہو اس کا قائل ہونا درست نہیں سو اس کا جواب یہ ہے کہ خود محدثین نے غیر احکام کی احادیث میں سند کے متعلق ایسی تنقید نہیں کی یہ تو اس سے بھی کم ہے یہاں صرف اتنا کافی ہے کہ راوی ظاہراً ثقہ ہو اور اس واقعہ کا کوئی مکذب نہ ہو

اس تقریر سے اس کا جواب بھی نکل آیا جو سوال میں ہے کہ اگر قرآن و حدیث سے مدلل کیا جاوے الخ وہ جواب یہ ہے کہ اگر مدلل کرنے سے یہ مراد ہے کہ بعینہ وہی واقعہ یا اس کی نظیر قرآن و حدیث میں ہو تب تو اس کے ضروری ہونے کی دلیل ہم قرآن و حدیث ہی سے مانگتے ہیں نیز ائمہ محدثین کی کرامات کو کیا اس طرح ثابت کیا جا سکتا ہے، اور اگر یہ مراد ہے کہ جن اصول پر وہ مبنی ہے وہ قرآن و حدیث کے خلاف نہ ہوں تو بحمد اللہ تعالیٰ یہ امر حاصل ہے۔

تنبیہ : یہ سب اصلاح تھی غلو فی الانکار کی باقی جو غالی فی الاثبات ہیں علماً یا عملاً ان کی اصلاح بھی واجب ہے واللہ اعلم۔

(امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۴۹ تا ۴۵۲)

حضرات غیر مقلدین حضرت حکیم الامت تھانوی کی نظر میں

عارف باللہ، خسرو دربار اشرفی حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب

مجذوب قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔
اہلحدیث کے متعلق حضرت والا فرمایا کرتے ہیں کہ اگر بدگمانی اور بدزبانی نہ کریں تو خیر یہ بھی سلف کا ایک طریق ہے گو خلف کا قیاس سلف پر اس باب میں مع الفارق ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ مجھ سے متعدد غیر مقلد بیعت بھی ہیں میں اس میں سخت نہیں ہوں۔ انہیں بھی بیعت کرلیتا ہوں بشرطیکہ تقلید کو جائز سمجھتے ہوں گو واجب بھی نہ سمجھتے ہوں مگر معصیت بھی نہ سمجھتے ہوں لیکن جس کو دل ملنا کہتے ہیں وہ باوجود قلب کو متوجہ کرنے کے بھی نہیں ہوتا۔ ان کی نیکی میں شک نہیں لیکن نیکی بدرجہ محبوبیت نہیں کیونکہ ان حضرات میں عموماً ادب کی کمی ہوتی ہے۔ بے باک ہوتے ہیں اور تقویٰ کا اہتمام بھی بہت کم کرتے ہیں۔ اس سے ایک گونہ انقباض ہوتا ہے۔

(اشرف السوانح ج ۱ ص ۳۰۶، ص ۲۰۷)

غیر مقلدین سے بوقت بیعت بدگمانی اور بدزبانی نہ کرنے کی شرائط

فرمایا کہ میں بیعت کے وقت غیر مقلدین سے شرط کرلیتا ہوں کہ بدزبانی اور بدگمانی نہ کرنی ہوگی اور تقلید کو حرام نہ خیال کریں اور یہ کہ ہماری مجلس میں غیر مقلدین کا ذکر بھی ہوا کرے گا مگر وہ غیر مقلدین مراد ہوں گے جو معاند ہیں۔ تمہیں یہی سمجھنا ہوگا۔ (الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۸)

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا حضرت حکیم الامت تھانوی کی صحبت میں برکت ہونے کا اعتراف

فرمایا کہ یہاں ایک غیر مقلد آگئے اور کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہم نے تھانہ بھون آنے کی نسبت دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ "واقعی

ان کی صحبت موجب برکت ہے مگر اہلحدیث کے سخت مخالف ہیں" فرمایا کہ اگر اہلحدیث حق پر ہیں تو صحبت کا موجب برکت ہونا کیا معنی اور اگر باطل پر ہیں تو مخالفت ضروری ہے مولوی ہو کر اجتماع نقیضین کیا۔ میں نے کہا کہ مولوی محمد جمال صاحب کو بھی دق کیا۔ فرمایا کیوں۔ میں نے کہا کہ کہتے ہیں کہ اس میں جماعت کی ہتکی ہے فوراً فرمایا کہ سب کی تو نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۳۹)

ایک غیر مقلد کو اس کی درخواست بیعت کے جواب میں ارشاد کہ "کیا تم میری تقلید کرو گے؟"

فرمایا کہ غیر مقلد کا خط آیا تھا کہ "مجھ کو بھی بیعت کر لو گے۔ میں نے جواب دیا کہ "تم میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں"؟ پھر جواب دیر کے بعد آیا کہ اس کا جواب تو نہیں آتا مگر بیعت کا ارادہ ہے۔

فرمایا کہ اس کا جواب مجھ سے پوچھتا تو بتلا دیتا کیونکہ علم کا اخفاء اچھا نہیں۔ اس کو شبہ یہ ہوا کہ میرا اتباع کرنے کا وعدہ کرے تو پھر یہ اشکال ہوگا کہ جب میری تقلید کرو گے تو امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیوں نہیں کرو گے سو جواب یہ ہے کہ آپ کی تقلید کروں گا کیونکہ آپ کی تقلید معالجہ میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی تقلید نہ کروں گا کیونکہ ان کی تقلید احکام میں ہوتی ہے اور احکام میرے نزدیک منصوص ہے۔

(الکلام الحسن ملفوظ ۳)

یہ بھی فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کی تقلید تو ان احکام میں کرائی جاتی ہے جن میں دلیل کی ضرورت ہے اور شیخ کی تقلید صرف طرق معالجہ میں ہے جن میں تجربہ کافی ہے مثلاً کبر کا مذموم ہونا تو نص سے ثابت ہے اس میں تقلید

نہیں شیخ سے صرف طریق ازالہ معلوم کر کے عمل کرنا ہوتا ہے جیسے ڈاکٹروں کی اطاعت کرنا۔

(کلمۃ الحق ص ۱۳)

مولانا رومی، جامی، اور شیرازی کے اقوال کی تاویل کی کیوں ضرورت ہے۔

ارشاد فرمایا کہ ایک نیم غیر مقلد نے مجھ سے کہا کہ مولانا رومی، جامی، وشیرازی کے اقوال کی تاویل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ ان کے ظاہری الفاظ پر حکم کیوں نہیں لگا دیا جاتا۔ میں نے کہا دہ ضرورت ایک حدیث سے ثابت ہے۔ کہنے لگے کونسی حدیث میں ضرورت آئی ہے میں نے کہا کہ حدیث میں ہے کہ دو جنازے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گزرے اور صحابہؓ نے ایک کی مدح کی اور ایک کی مذمت۔ آپ نے دونوں پر فرمایا قد وجبت۔ آگے وجبت کی تفسیر جنت اور نار سے (فرمائی) اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ انتم شهداء الله فی الارض۔ اتنا تو حدیث سے ثابت ہے۔ اب آپ چل کر جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر ان بزرگوں کی نسبت دریافت کریں تو ہر شخص ان کا بزرگ ہونا بیان کرے گا تو اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ یہ اولیاء ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے قول کی توجیہ کرتے ہیں۔

(کلمۃ الحق ۳۰، ص ۳۱)

غیر مقلدین کا حضرت امام اعظم کو کم حدیث پہنچنے کا بہتان

فرمایا غیر مقلدین کہتے ہیں کہ امام صاحب کو سترہ حدیثیں پہنچی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس سے بھی کم پہنچیں تو امام صاحب کا اور زیادہ کمال ظاہر

ہوتا کیونکہ جو شخص علم حدیث میں اتنا کم ہو اور پھر بھی وہ جو کچھ کہے اور لاکھوں مسائل بیان کرے اور وہ سب حدیث کے موافق ہوں تو اس کا مجتہد اعظم ہونا بہت زیادہ مسلم ہوگیا۔ یہ ابن خلکان مؤرخ کی جسارت ہے ورنہ صرف امام محمد کی وہ احادیث جو وہ اپنی کتابوں میں امام صاحب رحمتہ اللہ سے روایت کرتے ہیں صدہا ملیں گی۔

(کلمۃ الحق ص ۷۳، ص ۷۴)

آمین بالشر کسی کا مذہب نہیں

فرمایا پہلے انگریز بڑے لائق آتے تھے۔ ایک ریاست میں آمین کا جھگڑا تھا تو ایک انگریز نے اپنی تحقیقات میں لکھا کہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آمین تین قسم پر ہے آمین بالسر یہ مذہب ہے بعض علماء کا۔ اور آمین بالجہر یہ بھی مذہب ہے بعض علماء کا۔ اور ایک قسم ہے آمین بالشر وہ کسی کا مذہب نہیں ہے اور اس وقت اسی کا زیادہ وقوع ہے۔

(کلمۃ الحق ص ۶۱)

آمین بالجہر اور رفع یدین

مولانا سلیمان صاحب پھلواری کی ظرافت کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک دفعہ مولوی صاحب نے ایک قصہ وعظ میں بیان کیا کہ ایک صاحب غیر مقلد بہت لڑاکا تھے۔ ایک مسجد میں انہوں نے آمین بالجہر کہی۔ اس وقت جماعت میں ایک گاؤں کا آدمی بھی تھا۔ اس نے کہا ہمارے گاؤں میں آکر آمین کہو۔ پوچھا تمہارا گاؤں کہاں ہے؟ اس نے پتہ نشان بتلایا۔ یہ بزرگ قصداً وہاں گئے اور نماز پڑھی۔ آمین جہر سے کہی پھر کیا تھا لوگوں نے رفع یدین شروع کردیا۔

(سفر نامہ لاہور و لکھنؤ ص ۲۷۶)

ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے

ہمارے پیشوا حضرت امام اعظم خود کسی کے مقلد نہ تھے

فرمایا میں نے ایک جگہ بیان کیا تھا کہ ہم علی الاطلاق غیر مقلدین کو برا نہیں کہتے دیکھئے امام ابو حنیفہ خود مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں لیکن اس زمانہ کے اکثر غیر مقلدین کی ہم کو شکایت ہے ان میں عموماً الا ماشاء اللہ دو خصلتیں بہت بری ہیں ایک ائمہ کے ساتھ بد گمانی دوسرے ان کی شان میں بد گمانی۔ باقی ہم نفس غیر مقلدی کو حرام نہیں کہتے غیر مقلدی بھی ایک مسلک ہے لیکن اس وقت کے مفاسد کو دیکھ کر ہم کو پسند نہیں بہت سی چیزیں جائز ہوتی ہیں مگر بعض طبائع کے نزدیک ناپسند ہوتی ہیں مثلاً اوجھڑی شرعاً جائز ہے مگر نفیس مزاج اور لطیف الطبع لوگ اس کو پسند نہیں کرتے (بل بعض الاشیاء المباحۃ ابغض عند اللہ ایضا فقدروی ای بعض الحلال عنداللہ الطلاق او کما قال جامع

(سفر نامہ لکھنو ولاہور ص ۳۶)

غیر مقلدین کے مجمع میں ایک وعظ

فرمایا غیر مقلدین کے مجمع میں بمقام قنوج ایک دفعہ وعظ ہوا تو میں نے کہا مسائل غیر منصوص میں تم بھی رائے کی تقلید کرو گے دوسرے یہ کہ رائے اپنے سے بڑے کی لینی چاہئے۔ تیسرے یہ کہ مسائل غیر منصوصہ منصوصہ سے عدد میں زیادہ ہیں۔ چوتھے یہ کہ ہندوستان میں سوائے حنیفہ کے اور کوئی مذہب رائج نہیں تو لا محالہ آپ امام صاحب کی تابعداری کریں گے۔ باقی یہ شبہ کہ پھر تو ہم حنفی ہو گئے تو فرق نہ رہا۔ فرق میں بتلا دیتا ہوں وہ یہ کہ

حنفیہ کی دو قسمیں ہیں ایک نمبر اول وہ تو ہم ہوئے دوسرے، نمبر دوم وہ یہ کہ اکثر مسائل میں تو تابع اور بعض میں خلاف تو تم دوم نمبر حنفیہ کے ہوئے اور اس سے فائدہ کہ نزاع کم ہو جائے گا۔

(الکلام الحسن حصہ دوم)

تقلید میں نفس کا معالجہ ہے

فرمایا تقلید میں سیدھی بات یہ ہے کہ نفس کا معالجہ ہے ورنہ تجربہ سے ثابت ہے کہ نفس آزاد ہو کر رخص کو تلاش کرتا ہے اس کا مشاہدہ کرلیا جائے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۸۲)

غیر مقلدین کیلئے ہر جزو کیلئے نص کی ضرورت ہے

فرمایا چونکہ غیر مقلدین کیلئے ہر جزو کیلئے نص کی ضرورت ہے اس لئے قواعد کلیہ ان کیلئے کوئی شئی نہیں۔ ایک عالم نے ایک غیر مقلد مولوی صاحب سے دریافت کیا اور ایسا سوال کیا کہ کسی اور کو شاید نہ سوجھا ہو وہ یہ کہ پہلے یہ پوچھا کہ جو عمدًا نماز ترک کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟ انہوں نے کہا من ترك الصلوٰة متعمدًا فقد کفر پھر کہا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟ کہا کہ نہیں ہوئی۔ کہا کہ پھر وہ مسلمان ہے یا کافر۔ وہ غیر مقلد مولوی صاحب رک گئے اور کہا کہ میں تو کافر نہیں کہہ سکتا۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۲۰۳)

آمین بالسر سے متعلق حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا ارشاد

فرمایا مولانا محمد یعقوب سے ایک غیر مقلد نے کہا کہ جس جگہ آمین

بالجہر نہ کہتے ہوں وہاں آمین بالجہر کہنا احیاء سنت ہے مولانا نے فرمایا کہ پھر جس جگہ آمین بالجہر کا عمل ہے وہاں آمین بالسر کہا کرو کیونکہ آمین بالسر بھی سنت ہے وہاں اس کا احیاء کرو۔ اس نے کہا واہ صاحب آمین دونوں جگہ پٹوں (سبحان اللہ کس طرح سمجھایا)

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۴۷۴)

کان پور میں اربعین کے امتحان میں ایک غیر مقلد مولوی صاحب کا طالب علم سے سوال اور اس کا قدرتی جواب بالحدیث

فرمایا کان پور میں ایک دفعہ اربعین (حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں چالیس حدیثیں ہوں) کا امتحان ہو رہا تھا۔ اس مجمع میں ایک مولوی صاحب غیر مقلد بھی تھے۔ اتفاق سے یہ حدیث امتحان میں آئی۔ من حج ولم یزرنی فقد جفا یعنی جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے جفا کی۔

اس پر مولوی صاحب نے کہا کہ اس سے مقصود مدینہ کا جانا ثابت نہیں ہوتا اس میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہے۔ قبر شریف کی زیارت تو نہیں۔ اس کے بعد متصل یہ حدیث تھی۔

من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی حیاتی یعنی جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔

تو وہ مولوی صاحب خاموش ہوگئے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۴۲۱)

ترک تقلید قابل ترک ہے

فرمایا ترک تقلید پر مواخذہ تو قیامت میں نہ ہوگا مگر بے برکتی کی چیز

ضرور ہے اس واسطے ترک تقلید قابل ترک ہے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۵۲۶)

بیس تراویح کا پوچھنے والے کو جواب

ایک شخص نے خط لکھا کہ بیس تراویح کا کیا ثبوت ہے؟ جواب میں فرمایا کہ کیا مجتہدین پر اعتبار نہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر دوبارہ اس شخص نے لکھا کہ نہیں تو یہ جواب دوں گا کہ پھر مجھ پر کیسے اعتبار کیا اور ابو حنیفہ کو چھوڑا یا یہ لکھوں گا کہ اپنے کسی معتقد فیہ مولوی سے پوچھو۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۵۴۱)

سورۂ لقمان کی ایک آیت سے امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کی تقلید کا ثبوت

فرمایا واتبع سبیل من اناب الی (سورۂ لقمان) سے امام صاحب کی تقلید ثابت ہوتی ہے کیونکہ اصابت فی مسائل الدینیہ انابت کا فرد ہے اور مسائل اجتہادیہ امام ابو حنیفہؒ کے زیادہ ہیں اس واسطے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں واتبع میں خطاب عام ہے جیسا سیاق سے معلوم ہوتا ہے مجتہد میں ذوق ہوتا ہے جس کی وجہ سے اختلاف ہو گیا ہے خود مجتہدین میں۔ مجتہدین اور صوفیاء میں مثلاً امام ابو حنیفہ نے یہ فرمایا ہے کہ مندوب اور مباح میں جب مفسدہ ہو تو ان کو چھوڑ دیں گے اور مستحب یا بعنوان دیگر مندوب مقصود بالذات میں مستحب کو کریں گے اور مفسدہ کو ترک کریں گے۔ مفسدہ کی وجہ سے مستحب کو ترک نہ کریں گے مثلاً صلوٰۃ فجر میں جمعہ کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ دھر اور الم تنزیل پڑھی۔ شوافع نے اسے مستحب قرار دیا اور امام صاحب نے فرمایا یہ مکروہ ہے اس سے مفسدہ پیدا ہوتا ہے وہ ہے فساد عقیدہ (کہ یہ واجب ہے)

اور خود یہ مقصود بالذات ہے ہی نہیں' اس واسطے اس کو ترک کر دیں گے باقی یہ کہ یہ مقصود بالذات نہیں۔ یہ امام صاحب کا ذوق ہے۔ ذوق کا پتہ صاحب ذوق کو ہوتا ہے' اس کی مثال بیان فرمائی کہ مثلاً کسی نے کہا کٹورے میں ٹھنڈا پانی لاؤ۔ اب یہاں تین چیزیں ہیں پانی' ٹھنڈا' کٹورا۔ صاحب ذوق سمجھتا ہے کہ کٹورا مقصود نہیں پانی ٹھنڈا مقصود ہے کٹورے میں اگر مفسدہ نہیں تو لائے گا ورنہ اسے غیر مقصود کہہ کر ترک کر دے گا۔ فاقد الذوق کٹورا تلاش کرے اور اگر نہ ملا تو آکر کہہ دے گا کہ کٹورا نہیں ملتا۔ یہ نہایت عمدہ مثال ہے۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۲۴۹)

عمل بالحدیث کی صورت ہی صورت

فرمایا میرا اول میلان غیر مقلدین کی طرف تھا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں دہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب کے مجمع میں ہوں اور مولوی صاحب چھاچھ (لسی) تقسیم کر رہے ہیں مجھ کو بھی دی مگر میں نے نہ لی حالانکہ مجھ کو بیداری میں چھاچھ بہت مرغوب ہے۔ میں نے اس کی تعبیر یہ لی کہ دین کی تشبیہ دودھ سے آئی ہے اور چھاچھ کی شکل دودھ کی ہے معنی نہیں۔ اس طرح کی شکل عمل بالحدیث کی ہے معنی عمل نہیں۔ عمل بالحدیث تو ان کا ہے مگر درجہ بتلا دیا کہ یہ صورت ہی صورت ہے معنی نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ ۴۱۸)

غیر مقلدیت کی جڑ کاٹ دینا

فرمایا اگر کوئی غیر مقلدین میں سے بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اس سے یہ شرط لگاتا ہوں کہ کسی کو بدعتی نہ کہنا اور بدزبانی و بدگمانی نہ کرنا۔ اس سے غیر مقلدیت کی جڑ کاٹ دیتا۔ باقی رفع یدین اور آمین یہ تو غیر مقلدیت

نہیں۔

(الکلام الحسن حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۹۳)

مجموعہ رخص

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اکثر غیر مقلدوں کا مذہب تمام رخص کا مجموعہ ہے وتر اور تراویح کی مختلف روایتوں میں سے ایک اور آٹھ والی لے لی۔ اگر کوئی شخص اسی طرح رخصتیں ڈھونڈا کرے تو اتباع کیا ہوا۔

(قصص الاکابر ص ۱۷۰)

ایک غیر مقلد کے سوال کا جواب

فرمایا کہ ایک غیر مقلد نے میرے ایک مضمون میں میرے نام کے ساتھ لفظ حنفی لکھا ہوا دیکھ کر مجھ سے سوال کیا کہ اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے جواب دیا ہندوستان میں اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنے کی اس لئے ضرورت ہے تاکہ لوگ غیر مقلد نہ سمجھ لیں۔ یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گئے۔

(قصص الاکابر ص ۲۳)

حنفی اور محمدی

فرمایا کہ بہت سے غیر مقلد حضرات اپنے کو محمدی کہتے اور لکھتے ہیں اور حنفی اور شافعی کہنے کو شرک قرر دیتے ہیں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر حنفی شافعی شرک ہے تو محمدی کہنا کیوں شرک سے خارج ہو گیا۔

(مجالس حکیم الامت ص ۱۵۹)

امتحان کی نیت سے آنے والے غیر مقلد عالم کا امتحان

فرمایا امر تسر کے ایک غیر مقلد صاحب نے مجھ کو لکھا کہ تم نے شر القرون کے صوفیہ کی اپنی کتابوں میں حمایت کی ہے۔ میں نے جواب دیا کہ کیا شر القرون میں سب ہی شر ہیں۔ پھر یہ صاحب تھانہ بھون بھی آئے تھے اور آنے سے پہلے یہ صاف لکھ دیا کہ جانچ کرنے آتا ہوں مگر یہاں انہی کی جانچ ہو گئی اس طرح سے کہ ان کے بیٹھے ہوئے ایک صاحب نے پوچھا کہ مجھ پر قوت شہوانیہ کا غلبہ ہے اور نکاح کی وسعت نہیں تو وہ بزرگ مجھ سے پہلے ہی فوراً بول اٹھے کہ روزے رکھو اور حدیث پڑھ دی ومن لم یستطع فعلیه بالصوم فانه له وجاء اس نے کہا کہ روزے بھی رکھے مگر کچھ نہیں ہوا بس وہ تو ختم ہو گئے۔ دخل در معقولات کے بجائے در منقولات کیا تھا مگر ان کی قابلیت تو ختم ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ روایت میں یہ لفظ ہے فعلیه بالصوم علی لزوم کے لئے ہے پھر لزوم یا اعتقادی ہے یا عملی اور ظاہر ہے کہ علاج میں اعتقادی مراد نہیں ہو سکتا تو لزوم عملی مراد ہوا اور لزوم عملی تکرار سے ہوتا ہے اس لئے حدیث کا مدلول یہ ہے کہ کثرت سے مسلسل رکھو اس کی کثرت سے قوت بہیمیہ منکسر ہو گی چنانچہ رمضان میں اول اول ضعف نہیں ہوتا حالانکہ صوم کا تحقق ہوا بلکہ اخیر میں ہوتا ہے کیونکہ کثرت کا تحقق ہوا۔ اور راز اس میں یہ ہے کہ ضعف نفس صوم سے نہیں ہوتا بلکہ کھانے کا جو وقت معتاد بدلا جاتا ہے دوسرے وقت میں کھانا ویسے جزو بدن نہیں ہوتا اس لئے ضعف ہوتا ہے پس مدار ضعف کا مخالفت عادت ہے اور یہی راز ہے صوم دہر کی ممانعت میں۔ کیونکہ جب وہی عادت ہو جائے گی تو قوت بہیمیہ میں ضعف نہ ہو گا۔ بعض اہل طریق نے فرمایا ہے کہ جس نے رات کو پیٹ بھر کر کھایا تو اس نے روزے کی روح کو نہیں پہچانا۔ میں نے اس کا جواب دیا ہے کہ

ضعف مخالفت عادت سے ہوتا ہے یعنی مثلاً سحری میں خوب کھالیا لیکن عادت کے وقت یاد آیا اور کھانے کو ملا نہیں تو اس سے ضعف ہوا۔ اور اگر کم کھانا روزے کی روح ہوتی تو حدیث شریف میں صاف ممانعت ہوتی پیٹ بھر کر کھانے کی بلکہ ایک حدیث میں تو روزہ افطار کرانے کی فضیلت میں یہ لفظ ہیں۔ اشبع صائماً اگر شبع مذموم ہوتا تو اشباع جو اس کا سبب ہے ضرور مذموم ہوتا۔ تب ان مولانا کی آنکھیں کھلیں اور معلوم ہوا کہ پڑھنا اور ہے اور جاننا اور۔ اس پر فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ایک پڑھنا ہے ایک گننا تو گننے کی کوشش کرنا چاہئے اور گننے کی مثال میں ایک حکایت بیان فرمائی۔ ایک شخص ہدایہ کے حافظ تھے ان سے کسی غیر حافظ ہدایہ کی گفتگو ہوئی۔ غیر حافظ نے وہ مسئلہ ہدایہ میں بتایا حافظ نے کہا کہ ہدایہ میں نہیں۔ اس نے کہا ہدایہ میں ہے لاؤ۔ ہدایہ آیا تو اس نے دکھایا کہ دیکھو یہ مسئلہ اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے یہ دیکھ کر وہ رونے لگے کہ بھائی پڑھا تو ہم نے مگر سمجھا تم نے۔ بس بعض لوگوں کی سطحی نظر ہوتی ہے گہری نہیں ہوتی۔

(سفر نامہ لاہور و لکھنؤ ص ۲۳۶، ۲۳۷)

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی صاحب تصانیف کثیرہ رحمتہ اللہ علیہ تقلید کو واجب سمجھتے تھے

(۱) فرمایا کہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی تقلید کے متعلق علمی تحقیق میں تو ذرا ڈھیلے تھے یعنی تقلید کو واجب کہنے میں متشدد نہ تھے مگر عملاً کبھی حنفیت کو نہیں چھوڑا۔ شہرت زیادہ ہونے اور مرجع بن جانے میں یہ بڑی آفت ہے کہ آدمی کو دعویٰ پیدا ہو جاتا ہے عجب نہ تھا کہ مولانا کو اجتہاد کا سا دعویٰ پیدا ہو جاتا اور تقلید سے نکل جاتے مگر ان پر فضل یہ ہو گیا کہ مولوی صدیق

حسن خان صاحب سے گفتگو ہو گئی اس سے غیر مقلدی کے مفاسد کھل گئے ورنہ چل نکلے تھے۔ میں نے (حضرت سیدنا مولانا مرشدنا حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ نے) مولانا کو دیکھا ہے۔ متقی پرہیزگار تھے اور نظر بہت تھی گو بہت عمیق نہ تھی اور بقدر ضرورت عمیق بھی تھی۔ بڑی خوبی یہ تھی کہ مولانا کے سب کاموں میں للّٰہیت تھی۔ خدا ان کی مغفرت فرما دے۔

حسن العزیز جلد چہارم ص ۹ ۴ (قصص الاکابر ص ۲۱)

مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نواب صاحب سے مناظرہ کے بعد تقلید میں سخت ہو گئے تھے

(۲) فرمایا کہ غیر مقلدوں کے متعلق مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی کی رائے اول نرم تھی مگر اس مناظرہ سے جو نواب صدیق حسن خاں صاحب سے ان کا خود ہوا سخت ہو گئے تھے ورنہ بہت ہی نرم تھے بڑے صاحب کمال تھے عمر تقریباً ۳۸ یا ۴۰ سال کی ہوئی کسی نے جادو کرا دیا تھا۔ مولوی صاحب کے سرہانے سے ایک شیشی خون کی دلی ہوئی نکلی تھی اس سے شبہ ہوتا ہے کہ کسی نے سحر کیا اس میں انتقال ہو گیا اس تھوڑی سی عمر میں بہت کام کیا سمجھ میں نہیں آتا وقت میں بہت ہی برکت تھی ہر فن سے مناسبت تھی اور ہر فن کی خدمت کی۔

الافاضات الیومیہ ص ۸۱ ۴ قصص الاکابر ۲۱)

ایک غیر مقلد مرید اور حضرت حاجی صاحب کی وسعت نظری کی حکایت

فرمایا کہ حضرت حاجی صاحبؒ سے ایک غیر مقلد شخص بیعت ہوئے

اور انہوں نے یہ شرط کی کہ میں مقلد نہ ہوؤں گا۔ بلکہ غیر مقلد ہی رہوں گا۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے؟ بیعت ہونے کے بعد جو نماز کا وقت آیا تو انہوں نے نہ آمین زور سے کہی اور نہ رفع یدین کیا' کسی نے حضرت حاجی صاحب سے ذکر کیا کہ حضرت آپ کا تصرف ظاہر ہوا' فلاں شخص جو غیر مقلد تھے' وہ مقلد ہو گئے' حضرت حاجی صاحب نے ان غیر مقلد صاحب کو بلا کر فرمایا کہ بھائی کیوں کیا تمہاری تحقیق بدل گئی' یا صرف میری وجہ سے ایسا کیا' اگر تم نے میری وجہ سے ایسا کیا ہو' تو میں ترک سنت کا وبال اپنی گردن پر لینا نہیں چاہتا۔ ہاں اگر تمہاری تحقیق ہی بدل گئی تو مضائقہ نہیں۔ یہ بیان فرما کر حضرت والا یعنی صاحب ملفوظ (پیر و مرشد مولانا محمد اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ) نے فرمایا کہ کسی فقیر کا یہ منہ ہو سکتا ہے کہ جو ایسی بات کہے' کم وبیش ہر اہل سلسلہ کے اندر تعصب پایا جاتا ہے' مگر ہمارے حضرت حاجی صاحب کی ذات اس سے بالکل پاک صاف تھی' جیسا کہ قصہ سے ظاہر ہے (جامع عفی عنہ) نیز یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کا علم ایک سمندر تھا جو کہ موجیں مار رہا تھا حالانکہ آپ ظاہری عالم نہ تھے حق تعالیٰ نے اس سے بھی آپ کو علیحدہ رکھا تھا۔

(قصص الاکابر ۷۴)

دوسروں کو حدیث کا مخالف سمجھنا بد گمانی ہے

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدین میں بد گمانی کا مرض بہت زیادہ ہے دوسروں کو حدیث کا مخالف ہی سمجھتے ہیں اور اپنے کو عامل بالحدیث ان کے عمل بالحدیث کی حقیقت مجھ کو تو ایک خواب میں زمانہ طالب علمی میں بتلا دی گئی تھی۔ گو خواب حجت شرعیہ نہیں لیکن مومن کے لئے مبشرات میں سے ضرور ہے جبکہ شریعت کے خلاف نہ ہو بالخصوص

جبکہ شریعت سے شاہد ہو۔ میں نے یہ دیکھا کہ مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی کے مکان پر ایک مجمع ہے اس میں چھاچھ تقسیم ہو رہی ہے ایک شخص میرے پاس بھی لایا مگر میں نے لینے سے انکار کر دیا حدیث میں دودھ کی تعبیر علم دین آئی ہے پس اس میں ان کے مسلک کی حقیقت بتلائی گئی کہ ان کا مسلک صورت تو دین کی ہے مگر اس میں روح حقیقت دین کی نہیں جیسے چھاچھ میں سے مکھن نکال لیا جاتا ہے مگر صورت دودھ کی ہوتی ہے۔

(قصص الاکابر ۳۴)

ایک خطرناک طریق

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ غیر مقلدوں میں ایک بات بری ہے وہ جڑ ہے تمام خرابیوں کی وہ بدگمانی ہے اور اسی سے بدزبانی پیدا ہوتی ہے اگر یہ بات اس گروہ میں نہ ہوتی تو یہ بھی ایک طریق ہے گو خطرناک ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۲۶)

تبرائی مذہب

ایک مولوی صاحب کے جواب میں فرمایا کہ آپ غیر مقلدوں کی اسی بات کو لئے پھرتے ہیں، اس میں تو گنجائش بھی ہے۔ ان میں تو بہت سے لوگ چار نکاح سے زائد کو جائز کہتے ہیں ایسے لوگ غیر مقلدین کیا بدعتی ہوئے، جس طرح بہت سے فرقے بدعتیوں کے ہیں منجملہ ان کے ایک فرقہ بدعتی یہ بھی ہے۔ ایک غیر مقلد صاحب نے دادا کی بیوی سے نکاح کو جائز لکھ دیا۔ خیر اب تو رجوع کر لیا ہے۔ ان بزرگ پر خود غیر مقلدوں نے کفر کا فتویٰ دیا ہے یہ بھی عجیب فرقہ ہے ان میں اکثر بے باک، گستاخ، دلیر ہوتے ہیں۔ ذرا خوف

آخرت بھی نہیں ہوتا' جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ شیعوں کی طرح ایسوں کا بھی تبرائی مذہب ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ٦ ص ۲۹۴)

ہر بات کو بدعت کہنا درست نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلد ہر بات کو بدعت کہتے ہیں خصوص طریق کے اندر جن چیزوں کا درجہ محض تدابیر کا ہے ان کو بھی بدعت کہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایسی چیزوں کی ایک عجیب مثال دی تھی کہ ایک طبیب نے نسخہ میں شربت بزوری لکھا۔ ایک موقع تو ایسا ہے کہ وہاں شربت بزوری بنا بنایا ملتا ہے وہ لا کر استعمال کرے گا اور ایک موقع ایسا ہے کہ وہاں بنا بنایا نہیں ملتا تو وہ نسخہ کے اجزاء خرید کر لایا' چولھا بنایا' دیگچی لی' آگ جلائی' اب اگر کوئی اس کو بدعت کہے کہ طبیب کی تجویز پر زیادت کی تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا۔ اسی طرح دین کے متعلق کسی ایجاد کی دو قسمیں ہیں ایک احداث فی الدین اور ایک احداث للدین۔ اول بدعت ہے اور دوسری قسم چونکہ کسی مامور بہ کی تحصیل و تکمیل کی تدبیر ہے خود مقصود بالذات نہیں لہذا بدعت نہیں سو طریق میں جو ایسی چیزیں ہیں یہ سب تدابیر کے درجہ میں ہیں۔ سو اگر تدبیر جسمانی کی تدابیر کو بدعت کہا جائے یہ بھی بدعت کہلائی جاسکتی ہے ورنہ نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۱۴۰'۱۴۱)

غیر مقلدین کے اصول اجتہاد منصوص نہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ آج کل کے غیر مقلدین کی بے انصافی ملاحظہ کیجئے جو اپنے اجتہاد سے اصول قائم کئے ہیں کہ وہ بھی منصوص نہیں۔

ان کو تو تمام دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں اور عمل کرنے پر ترغیب دیتے ہیں اور حنفیہ نے جو اصول قائم کئے ہیں جو اجتہادی ہونے میں ان کے ہم پلہ ہیں ان کو تسلیم نہیں کرتے آخر ان میں اور ان میں فرق کیا ہے کہ ان کے قائم کردہ اصول تو بدعت نہ ہوں اور حنفیہ کے اصول بدعت ہوں جو دلیل ان کی سنیت کی بیان کی جائے گی۔ وہی جواب اور دلیل ہماری طرف سے ہوگا دیکھیں جواب ملتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۴۴)

غیر مقلد ہونا آسان ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلد ہونا تو بہت آسان ہے البتہ مقلد ہونا مشکل ہے کیونکہ غیر مقلدی میں تو یہ ہے کہ جو جی میں آیا کرلیا جسے چاہا بدعت کہہ دیا جسے چاہا سنت کہہ دیا کوئی معیار ہی نہیں مگر مقلد ایسا نہیں کرسکتا' اس کو قدم قدم پر دیکھ بھال کرنے کی ضرورت ہے۔ آزاد غیر مقلدوں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سانڈ ہوتے ہیں اس کھیت میں منہ مارا' کبھی اس کھیت میں نہ کوئی کھونٹا ہے نہ تھان تو ان کا کیا۔ اس کو تو کوئی کرے غرض ایسے لوگوں میں خودرائی کا بڑا مرض ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۴۷۷' ۴۷۸)

اتباع حق کی برکت

فرمایا کہ ایک غیر مقلد بہت ڈرتے ڈرتے بغرض بیعت میرے پاس آئے (کیونکہ ان کے رفقاء سفر نے ان کو ڈرا دیا تھا کہ جب تم وہاں جاؤ گے تو نکال دیئے جاؤ گے) انہوں نے مجھ سے بیعت کو کہا میں نے اس شرط کو منظور کرکے بیعت کرلیا اور یہ سمجھا دیا کہ کسی سے بھی خواہ وہ مقلد ہو یا غیر مقلد لڑنا

جھگڑنا مت نہ مباحثہ کرنا اور اپنی بیوی کو بھی مرید کرلیا میں نے اس سے بھی یہی شرط کرلی دو چار بار آنے کے بعد مقلد تھے یہ اتباع حق کی برکت ہے اکثر مناظروں سے قلب میں ظلمت پیدا ہو جاتی ہے یہ طریقہ باطن میں بہت مضر ہے۔

(جدید ملفوظات ص ۸۱)

احناف پر خواہ مخواہ بدگمانی کرنے والے

ایک مولوی صاحب کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا کہ یہ حنفیت میں بہت ہی ڈھیلے تھے مگر اب یہ کہنے لگے ہیں کہ کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک امام صاحب پہنچے وہاں تک کوئی بھی نہیں پہنچا۔ ابن تیمیہ وابن القیم کے اب بھی بیحد معتقد ہیں مگر اب اس تغیر مذکور کے بعد ان کی بھی کچھ زیادہ رعایت نہیں کرتے چنانچہ ابن القیم نے حنفیہ کے بعض فروع پر جو اعتراض کئے ہیں ان ہی مولوی صاحب نے ان کا بڑے شدومد سے جواب لکھا ہے اور واقعی بات یہ ہے کہ حنفیہ پر اکثر خواہ مخواہ کی بدگمانی کرلی گئی ہے ورنہ بے غبار مسائل پر اعتراض عجیب بات ہے۔ مذہب حنفی کو بعضے نادان حدیث سے بعید سمجھتے ہیں مگر مذہب میں اصل چیز اصول ہیں سو ان کے اصول کو دیکھا جائے تو سب مذاہب سے زیادہ اقرب الی الحدیث ہیں ان ہی اصول کے توافق کی بنا پر میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ حنفیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو ہمیشہ بدنام کیا گیا ہے اسی طرح چشتیہ کے اصول پر نظر نہ کرنے سے ان کو بھی بدنام کیا گیا ہے ایک مولوی صاحب نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ جب حضراتِ چشتیہ کے اس قدر پاکیزہ اصول ہیں پھر یہ بدنام کیوں ہیں میں نے کہا کہ زیادہ تر سماع کی وجہ سے اگر یہ گانا نہ سنتے تو ان سے زیادہ کوئی بھی نیک نام مشہور نہ ہوتا مگر الحمدللہ کہ ہمارے سلسلہ کے قریب کے حضرات تو بالکل ہی نہ سنتے تھے۔ سو

ماشاء اللہ ان سے نفع بھی بہت ہوا۔

(الافاضات الیومیہ ج د ص ۹۷)

آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں احادیث سے ثابت ہیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلد بھی عجب چیز ہیں ان کی عبادات میں بھی نیت فساد کی ہوتی ہے اللہ کے واسطے وہ بھی نہیں ہوتی۔ آمین بالجہر بیشک سنت ہے مگر ان کا مقصود محض فساد کرنا ہوتا ہے پس اصل میں اس فساد سے منع کیا جاتا ہے۔ ایک مقام پر ایسے ہی اختلاف میں ایک انگریز تحقیقات کیلئے متعین ہوا۔ اور اس نے اپنے فیصلہ میں یہ عجیب بات لکھی کہ آمین کی تین قسمیں ہیں۔ ایک آمین بالجہر شافعیہ کا مذہب ہے اس کی تائید میں احادیث وارد ہیں۔ ایک آمین بالسر یہ حنفیہ کا مذہب ہے اس میں بھی حدیثیں وارد ہیں ایک آمین بالشر یہ کسی امام کا مذہب نہیں اور نہ اس میں کوئی حدیث وارد ہے اس لئے اس سے منع کیا جانا چاہیئے غرض بعض کو عبادات میں بھی شر اور فساد ہی مقصود ہوتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج د ص ۱۳۲)

غیر مقلدیت سرکشی اور بزرگوں کی گستاخی میں پہلا قدم

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر فقہاء رحمتہ اللہ علیہ نہ ہوتے تو سب بھٹکتے پھرتے وہ حضرات تمام دین کو مدون فرما گئے فرمایا واقعی اندھیر ہوتا یہ غیر مقلد بڑے مدعی ہیں اجتہاد کے لئے ہر شخص ان میں سے اپنے کو مجتہد خیال کرتا ہے میں کہا کرتا ہوں کہ اس کے موازنہ کی آسان صورت یہ ہے کہ قرآن وحدیث سے تم بھی استنباط کرو ان مسائل کو جو فقہاء

کی کتابوں میں تم نے نہ دیکھے ہوں اور پھر فقہاء کے استنباط کئے ہوئے ان ہی مسائل سے موازنہ کرو معلوم ہو جائے گا کہ کیا فرق ہے کام کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کام کس طرح ہوتا ہے فرمایا کہ یہ غیر مقلدی نہایت خطرناک چیز ہے اس کا انجام سرکشی اور بزرگوں کی شان میں گستاخی یہ اس کا اولین قدم ہے۔ اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک شخص دہلی آیا تھا۔ اس وقت دہلی میں گورنمنٹ نے جامع مسجد میں وعظ کہنے کی ممانعت کردی تھی بہت جھگڑے فساد ہو چکے تھے اس شخص کی کوشش سے وعظ کی بندش ٹوٹ گئی اس نے خود وعظ کہنا شروع کیا اس کا عقیدہ تھا کہ نماز تو فرض ہے مگر وقت شرط نہیں میں نے بھی اس کا وعظ سنا تھا بڑا پکا اور کٹر غیر مقلد تھا وعظ میں کہا تھا۔ وجعلنا من بین اید یھم سدا ومن خلفھم سداً فاغیشینا ھم فھم لا یبصرون اور یہ ترجمہ کیا تھا کہ کردی ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار یعنی صرف کی اور پیچھے ایک دیوار یعنی نحو کی اور چھالیا ہم نے ان کو یعنی منطق سے پس ہو گئے وہ اندھے یعنی ان علوم میں پڑ کر حقیقت سے بے خبر ہو گئے۔ غرضیکہ صرف و نحو منطق کو بدعت کہتا تھا مگر ایک جماعت اس کے ساتھ اور اس کی ہم عقیدہ ہو گئی تھی یہ حالت ہے عوام کی ان پر بھروسہ کر کے کسی کام کو کرنا سخت نادانی اور غفلت کی بات ہے ان کے نہ عقائد کا اعتبار نہ ان کی محبت کا اعتبار نہ مخالفت کا اعتبار جو جی میں آیا کر لیا جس کے چاہے معتقد ہو گئے دہلی جیسی جگہ کہ وہ اہل علم کا گھر ہے بڑے بڑے علماء صلحاء بزرگان دین کا مرکز رہا ہے مگر جہالت کا پھر بھی بازار گرم اور کھلا ہوا ہے کیا اعتبار کیا جائے کسی کا وقت پر حقیقت کھلتی ہے جب کوئی کام آکر پڑتا ہے یا ایسا کوئی راہ زن دین کا ڈاکو گمراہ کرنے کھڑا ہو جاتا ہے ہزاروں برساتی مینڈک کی طرح نکل کر ساتھ ہو لیتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ ص ۱۸۷، ۱۸۸)

ائمہ مجتہدین کو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ابن تیمیہ نے بعض مسائل میں بہت ہی تشدد سے کام لیا ہے جیسے توسل وغیرہ کے مسئلہ میں اسی طرح اہل ظاہر نے بھی مثلاً انہوں نے قیاس کو حرام کہا ہے اور ہم پھر بھی ان کے اقوال کی تاویل کرتے ہیں مگر وہ ہمارے اقوال کو اگر ان کے خلاف ہوں بلا تاویل رد کرتے ہیں غرض ہم تو ان کی رعایت کرتے ہیں اور وہ ہماری رعایت نہیں کرتے چنانچہ ہم ترک تقلید کو مطلقاً حرام نہیں کہتے اور وہ تقلید کو علی الاطلاق حرام کہتے ہیں اس سے وہ اس درجہ میں آگئے ہیں تحبو نہم ولا یحبو نکم ہاں بعض قیاس کو حرام کہا جاسکتا ہے جیسا ابلیس نے کیا تھا بعض نص کے مقابلہ میں ورنہ قیاس شرعی کو حرام کہنا تمام امت کی تضلیل ہے کیونکہ ائمہ مجتہدین کے تمام فتوے کو تتبع کر کے دیکھئے اس میں زیادہ حصہ قیاسات واجتہادات ہی کا ہے ان کو گمراہ کہنا تمام امت کو گمراہ کہنا ہے خود صحابہ کو دیکھئے زیادہ تر فتوے قیاس ہی پر مبنی ہیں۔ البتہ وہ قیاس نصوص پر مبنی ہے۔ آج کل تارکین تقلید میں بھی اس رنگ کے لوگ ہیں اور بکثرت دیکھا جاتا ہے کہ ان لوگوں میں بڑی جرأت ہوتی ہے بے دھڑک بدون سوچے سمجھے جو چاہتے ہیں فتوے دے بیٹھتے ہیں۔ خود ان کے بعضے مقتداؤں کی باوجود تبحر ہونے کے یہ حالت ہے کہ جس وقت قلم ہاتھ میں لے کر چلتے ہیں دوسری طرف نہیں دیکھتے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ مخالف کے ادلہ کو نقل کرتے ہیں مگر ان کا جواب تک نہیں دیتے بعض کے وسیع النظر ہونے میں شک نہیں مگر نظر میں عمق نہیں۔ ایک ظریف نے بیان کیا تھا ایک مرتبہ کہ تبحر کی دو قسمیں ہیں ایک کدو تبحر اور ایک مچھلی تبحر کدو سارے دریا میں پھرتا ہے مگر اوپر اوپر اور مچھلی عمق میں پہنچتی ہے تو ان

لوگوں کا تبحر ایسا ہے جیسے کدو تبحر کہ اوپر اوپر پھرتے ہیں اندر کی کچھ خبر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۱ص ۳۰۵'۳۰۶)

مدعیان عامل بالحدیث کے حدیث سمجھنے کی حقیقت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعضے غیر مقلدوں کو حدیث دانی اور عامل بالحدیث ہونے کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے عمل کے وقت کورے نظر آتے ہیں اور حدیث کو سمجھتے۔ خاک بھی نہیں ایک غیر مقلد کی یہ حکایت سنی ہے کہ وہ جب امامت کرتے تو نماز میں کھڑے ہوئے ہلا کرتے۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ نماز میں یہ کیا حرکت تھی کہا کہ حدیث میں آیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی ہم نے تو آج تک کوئی ایسی حدیث نہ سنی نہ دیکھی۔ آج کل چونکہ بڑی بڑی حدیثوں کی کتابوں کے ترجمہ اردو میں چھپ گئے ہیں وہ ایک کتاب مترجم اٹھا لائے اس میں امام کے متعلق حدیث تھی کہ من ام منکم فلیخفف یعنی امام کو چاہئے کہ وہ خفیف یعنی ہلکی نماز پڑھے تاکہ مقتدیوں پر گرانی نہ ہو۔ آپ نے اس ہلکی بیائے معروف کے لفظ کو ہلکے بیائے مجہول پڑھا اور عمل شروع کر دیا۔ بس یہ ان کی سمجھ کی حقیقت ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۷ ص ۹۷'۹۸)

اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن پر ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حضرت اعتقاد کا بڑا مدار حسن ظن پر ہے جس کے ساتھ حسن ظن ہوتا ہے اس کی ہر بات اچھی معلوم ہوتی ہے اور جس کے ساتھ حسن ظن نہ ہو اس کی اچھی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تو سوء ظن کا خاص مرض ہے کسی کے

ساتھ بھی حسن ظن نہیں بڑے ہی جری ہوتے ہیں جو جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں جو چاہیں کہہ ڈالتے ہیں ایک سنت کی حمایت میں دوسری سنت کا ابطال کرنے لگتے ہیں اور اس کو مردہ سنت کا احیاء کہتے ہیں اس کے متعلق مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا تھا مولانا شہید رحمتہ اللہ علیہ کو انہوں نے جہر بالتامین کے متعلق کہا تھا کہ حضرت آمین بالجہر سنت ہے اور یہ سنت مردہ ہو چکی ہے اس لئے اس کے زندہ کرنے کی ضرورت ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے فرمایا کہ یہ حدیث اس سنت کے باب میں ہے جس کے مقابل بدعت ہو اور جہاں سنت کے مقابل سنت ہو وہاں یہ نہیں اور آمین بالسر بھی سنت ہے تو اس کا وجود بھی سنت کی حیات ہے مولانا شہید نے کچھ جواب نہیں دیا واقعی عجیب جواب ہے۔ حضرت مولانا دیو بندی ایک بار خورجہ تشریف لے گئے وہاں پر بھی ایک غیر مقلد نے یہ کہا تھا کہ یہ سنت مردہ ہو گئی ہے اس لئے میں جہر سے کہتا ہوں آپ نے فرمایا لیکن غیر مقلدوں میں آمین بالسر مردہ ہو گئی وہاں آمین بالسر کہا کرو تو وہ غیر مقلد گھبرا کر کہتا ہے واہ صاحب خوب فرمایا کہ یہاں بھی پٹوں اور وہاں بھی۔

(الافاضات الیومیہ ج ۲ ص ۳۱۹، ۳۲۰)

تقلید کو شرک سمجھنا یہ کس قدر جہالت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ یہ غیر مقلدین کا فرقہ بھی باستثناء بعض اس قدر گستاخ ہے کہ میرے پاس ان لوگوں کے متعدد خطوط بیعت کی درخواست کیلئے آئے میں صرف اتنا ہی پوچھ لیتا تھا کہ تم تقلید کو کیسا سمجھتے ہو تو اکثر جگہ سے صاف یہی جواب لکھا ہوا آتا تھا کہ ہم تقلید کو شرک سمجھتے ہیں۔ میں لکھ دیتا تھا کہ میں مقلد ہوں اور تم اس کو شرک سمجھتے ہو تو پھر مشرک سے بیعت ہونا کہاں جائز ہے۔ عقلمند بیعت بھی ہونا چاہتے ہیں اور جس سے

بعت ہوں اس کو مشرک بھی سمجھتے ہیں کچھ اصول اور حدود ہی نہیں اس قدر گستاخ ہیں الاماشاء اللہ۔ اور جاہلوں کی تو شکایت ہی کیا بعض مولوی اپنی کتابوں میں لکھ گئے کہ تقلید حرام ہے اور یہ بھی لکھا کہ مقلدین جس قدر ہیں سب کو حدیث سے بعد ہے خصوص حنفیہ کو سب سے زیادہ بعد ہے۔ فرمایا کہ بس قرب تو حدیث سے جناب ہی کو تھا۔ ان کے عامل بالحدیث ہونے پر تعجب ہے کونسی قسم کے عامل بالحدیث ہیں۔ اردو میں خطبہ پڑھنے کو جائز سمجھتے ہیں اس میں حدیث کو نہیں دیکھتے۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ میرا مجموعہ خطب اس لئے نہیں خریدتے کہ اس میں اردو میں خطبہ پڑھنے کو مکروہ لکھا ہے جب سنت پر عمل نہ ہوا تو یہ فرقہ بھی بدعتی ہی ہو مگر ان کو یہ بھی خبر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۱۷۹)

ابن تیمیہ اور ابن القیم نے آخر کس کی تصنیفات دیکھی تھیں

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مجھ سے کہنے لگے کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تصنیفات دیکھو۔ میں نے کہا ہم نے ان سے بڑوں کی تصنیفات دیکھی ہیں۔ اور میں نے یہ بھی کہا کہ آخر ابن تیمیہ اور ابن القیم نے کس کی تصنیفات دیکھی تھیں ان کی ہم نے دیکھ لیں یہ ایسی ہی بات ہے کہ جیسے بعض لوگ حزب البحر کی اجازت لیا کرتے ہیں۔ میں لکھا کرتا ہوں کہ حزب البحر کے مصنف نے کس چیز سے برکت حاصل کی تھی اور جب حزب البحر نہ تھی تو کس چیز سے برکت حاصل کی جاتی تھی وہ چیز کیوں نہیں لیتے۔

(الافاضات الیومیہ ج۸ ص ۳۶۶)

رسالہ تمہید الفرش فی تحدید العرش لکھنے کا سبب ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ رسالہ السنۃ الجلیہ فی الچشتیہ العلیہ جو میں نے لکھا ہے اس کے بعد اور کسی رسالہ کے لکھنے کا ارادہ نہ تھا تالیف کا سلسلہ قطع کردینے کا ارادہ تھا مگر ایک غیر مقلد صاحب کی عنایت سے ایک رسالہ اور لکھنا پڑا تمہید الفرش فی تحدید العرش جس میں استواء علی العرش کی بحث ہے گو صفات کے باب میں کلام کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے اس سے ہمیشہ میں خود بھی منع کرتا ہوں اور اپنے بزرگوں کو بھی اس سے بچتے دیکھا ہے باقی متقدمین نے جو اس میں کچھ کلام کیا ہے وہ منع کے درجہ میں تھا متاخرین نے دعویٰ کے درجہ میں کرلی اور اب تو اس میں بہت ہی غلو ہو گیا بلا ضرورت اس میں کلام کرنے کو میں خود بدعت سمجھتا ہوں مگر بضرورت کلام کرنا پڑتا ہے سلف کا یہی عمل تھا اس کے متعلق ایک حکایت سنی ہے کہ ایک شخص شیخ ابو الحسن اشعریؒ سے ملنے آئے اتفاق سے وہی مل گئے ان ہی سے پوچھا کہ میں ابو الحسن اشعری سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں کہ کہ آؤ میں ملاقات کرادوں گا میرے ساتھ چلو ابو الحسن اس وقت خلیفہ کے دربار میں جارہے تھے وہاں ایک مسئلہ کلامیہ پر اہل بدعت سے کلام کرنا تھا مناظرہ کی صورت تھی وہاں پہنچے۔ وہاں سب نے تقریریں کیں بعد میں ابو الحسن اشعری نے جو تقریر کی اس نے سب کو پست کردیا۔ جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس وقت ان مہمان سے کہا کہ تم نے ابو الحسن اشعری کو دیکھا اس نے کہا کہ نہیں فرمایا میں ہی ہوں وہ شخص بے حد مسرور ہوا اور کہا کہ جیسا سنا تھا اس سے زائد پایا۔ مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی آپ نے سب سے پہلے گفتگو کیوں نہیں کی اگر آپ پہلے گفتگو کرتے تو ان

میں سے کوئی بھی تقریر نہ کر سکتا ابو الحسن اشعری نے اس کا جو جواب دیا میں تو اس جواب کی بناء پر ابو الحسن اشعری کا معتقد ہو گیا کہا کہ ہم ان مسائل میں بلا ضرورت گفتگو کرنے کو بدعت سمجھتے ہیں لیکن اہل بدعت جب کلام کر چکے تو اب ہمارا کلام کرنا ضرورت کی وجہ سے ہوا بدعت نہ رہا۔ پھر فرمایا میں اس جواب سے ابو الحسن کا بیحد معتقد ہوں۔ دو وجہ سے ایک اس لئے کہ اپنے بزرگوں سے اعتقاد بڑھا دوسرے یہ کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ متقدین نے بلا ضرورت ایسے مسائل میں کلام نہیں کیا بضرورت کلام کیا اس سے میرے اس خیال کی تائید ہوئی جو میں پہلے سے سمجھے ہوئے تھا کہ یہ کلام بضرورت مدافعت تھا درجہ منع میں اسی طرح اس رسالہ میں میرا کلام کرنا بھی بضرورت ہوا اور حیرت ہے کہ ابو الحسن اشعری اتنے تو محتاط پھر ان پر ضلالت اور بدعت کا فتوئی دیا جاوے اور جنہوں نے یہ فتوئی دیا ہے انہوں نے خود استواء علی العرش کی ایسی تقریر کی ہے جس سے بالکل تجسیم و تمکن کا شبہ ہوتا ہے گو ان کی مراد تجسیم نہیں لیکن ظاہریت کے ضرور قائل ہیں مگر خیر اس کی تو بلا کیف گنجائش ہے لیکن اس کے ساتھ جو استواء کو صفت مانتے ہیں اس میں ان پر ایک سخت اشکال ہوتا ہے کہ عرش یقیناً حادث ہے جب عرش نہ تھا ظاہر ہے کہ اس وقت استواء علی العرش کا تحقق بھی نہ تھا۔ عرش کے بعد اس کا تحقق ہوا تو اگر استواء علی العرش صفات میں سے ہے اور صفت حادث نہیں ہو سکتی تو اس وقت قبل عرش استواء کے کیا معنے تھے تو اس وقت بھی وہی معنیٰ کیوں نہ لئے جائیں یہ بڑی ہی لطیف بات ہے اللہ نے دل میں ڈالدی اور چونکہ ان مسائل میں کلام کرنے کو خطرناک سمجھتا ہوں اس لئے اس رسالہ کے لکھنے کے وقت قلب کو اس درجہ تکلیف ہوئی کہ میں ہر ہر جاہل کو دیکھ کر تمنا کرتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا تو اس بحث میں میرا ذہن نہیں چلتا یہ حالت

مجھ پر گزری ہے۔ مگر معترض صاحب نے نہایت بے باکی سے جو منہ پر آیا کہہ دیا اور جو جی میں آیا سمجھ لیا یہ بھی خیال نہیں ہوا کہ میں زبان سے کیا کہہ رہا ہوں پھر بھی میں نے ان کی نسبت کوئی سخت بات نہیں لکھی۔ بہت ہی قلم کو روک کر مضمون لکھا ہے اور اس مسئلہ میں یہ سنت متکلمین کے حضرات صوفیاء کے اقوال سے بہت مدد ملی ہے مگر ان ہی غیر مقلد صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ تم شر القرون کے صوفیاء کی حمایت کرتے ہو میں نے اس کو تو کوئی جواب نہیں دیا مگر میں کہتا ہوں کہ شر القرون میں سب اہل قرون شر ہی ہوتے ہیں اگر یہ بات ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تم شر القرون کے محدثین کی حمایت کرتے ہو۔ اگر وہ یہ کہیں کہ محدثین خود شر نہ تھے تو ہم کہیں گے کہ صوفیاء بھی سب خود شر نہ تھے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۶۸، ۷۰)

بعض غیر مقلدین واعظین کا انتہائی غلو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بعض لوگ دل کے بڑے قوی ہوتے ہیں۔ بھوپال میں ایک رکن ریاست نے جو غیر مقلد تھے ایک وعظ میں استواء علی العرش کے مسئلہ پر تقریر کی بعض غیر مقلدین کو اس مسئلہ میں بہت غلو ہوگیا ہے۔ چونکہ واعظ صاحب نے مجسمہ کے مشابہ کلام کیا اس وقت تقریر میں ایک ولایتی مولوی صاحب بھی تھے۔ واعظ صاحب کا ہاتھ پکڑ کر منبر سے کھینچ کر نیچے ڈال کر کوٹنا شروع کیا۔ پولیس نے مزاحمت کرنا چاہا مگر عوام کھڑے ہوگئے کہ اگر تم نے کچھ دخل دیا ہم تمہارا مقابلہ کریں گے بیگم صاحب سے شکایت کی گئی انہوں نے بجائے کچھ کارروائی کرنے کے ان مولوی صاحب سے معافی مانگی اور آئندہ کیلئے قانون بنا دیا کہ کوئی رکن ریاست وعظ نہ کہے دیکھئے یہ بھی پہلے ہی لوگوں کی باتیں تھیں۔ دل میں اہل علم اور اہل دین کی

عظمت تھی اب تو نفوس میں شرارت ہے اتنی قدرت پر نہیں معلوم کیا کچھ کرتے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۱۵)

لکھنؤ کے ایک مدعی عامل بالحدیث کی حضرت حکیم الامتؒ سے درخواست بیعت

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک عامل بالحدیث لکھنؤ سے آئے تھے کئی روز قیام کر کے آج چلے گئے۔ بڑے جوشیلے آدمی ہیں۔ بیعت ہونے کے لئے کہتے تھے۔ میں نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا کہ میں فلاں غیر مقلد عالم سے بیعت بھی ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب تو اور بھی ضرورت نہیں۔ دوسرے اگر ان کو معلوم ہوا تو ممکن ہے کہ وہ برا مانیں۔ میں نے یہ بھی کہا کہ بعض مشائخ کو تو اس کی پروا نہیں ہوتی اور بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں ان پر اثر ہوتا ہے جیسے استاد شاگرد کے تعلق میں بعینہ یہی تقسیم ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ میری طبیعت اس قسم کی ہے کہ اپنے سلسلہ کا آدمی اگر کسی دوسرے سلسلہ میں چلا جائے تو کبھی پروا نہیں ہوتی اگر چلا ہی گیا تو لے کیا گیا۔ ہاں دے گیا وہ کیا دے گیا یعنی راحت مگر بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کو اس سے کدورت ہو جاتی ہے اور کدورت سے نفرت اور نفرت سے عداوت تک کی نوبت آجاتی ہے اور یہ کھلا نقص ہے۔ میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ ایک شیخ کے ہوتے ہوئے بشرطیکہ متبع سنت ہو تم نہ مردوں سے ملو نہ زندوں سے اس سے آدمی گڑبڑ میں پڑ جاتا ہے بس یہ مذہب رکھو۔

دل آرامیکہ داری دل دروبند دگر چشم از ہمہ عالم فروبند

کہنے لگے میں نے بعض لوگوں سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ کوئی

حرج نہیں یہ بیعت سلوک ہو گی اور پہلی بیعت توبہ۔ میں نے کہا کہ انہوں نے بیعت میں کیا عہد لیا تھا کہا کہ کتاب وسنت کا اتباع اور امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ بس یہی یہاں ہے اور یہی اصل سلوک ہے تو دونوں ایک ہی چیز ہو گیا۔

(الاضافات الیومیہ ج ۵ ص ۱۴۶)

تقلید کو شرک کہنے والے سے طبعی نفرت

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ بعض غیر مقلدین بیباک ہوتے ہیں۔ میں اس کے متعلق اپنی حالت کہتا ہوں کہ جو شخص تقلید مجتہدین کو حرام کہتا ہے میں اپنے قلب میں اس سے نفرت پاتا ہوں اور اگر جواز کا قائل ہو گو واجب نہ سمجھے اس سے نفرت نہیں پاتا ورنہ اس سے قلب میں بعد ہوتا ہے اور بعض تو اس مسئلہ میں بڑے ہی سخت ہیں اس تقلید کو شرک کہتے ہیں بڑی دلیری کی بات ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۴۷)

غیر مقلدوں میں تدین بہت کم دیکھا ہے

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ غیر مقلدی بھی عجیب چیز ہے کثرت سے ان لوگوں میں تدین بہت کم دیکھا ہے عملی صورت میں بھی نہایت ہی پیچھے ہیں۔ احتیاط کا تو ان میں نام ونشان نہیں۔ بس گھر میں بیٹھے ہوئے اسے بدعتی کہہ دیا اسے مشرک کہہ دیا۔ اور خود اپنی حالت نہیں دیکھتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ میں نے استواء علی العرش کے مسئلہ کو تفسیر بیان القرآن میں اس طرح ترتیب دیا تھا کہ متن میں تو متاخرین کے قول کو رکھا تھا۔ اور حاشیہ پر متقدمین کے قول کو۔ اور متاخرین کے قول کو متن میں رکھنے کی بجز سہولت

فہم عوام کے کوئی خاص وجہ نہ تھی لیکن یہ کیا معلوم تھا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جو ہر وقت اعتراض ہی کیلئے تیار رہتے ہیں۔ ایک غیر مقلد صاحب نے عنایت فرما کر اس طرف توجہ فرمائی اور اپنے خاص جذبات کا ثبوت دیا۔ اگر حدود کے اندر مشورہ دیتے تو میں قبول کرلیتا۔ لیکن متاخرین کے طرز اور مسلک کو اور ان کے قول کو سراسر جہل اور اعتزال بتلایا۔ محض گستاخی اور بیباکی ہے اس لئے مجھ کو واقعی ناگوار ہوا۔ مگر میں نے پھر بھی ان کی بلکہ انصاف کی رعایت سے متقدمین کا قول متن میں رکھ دیا۔ اور متاخرین کا قول حاشیہ میں کردیا مگر یہ پھر بھی راضی نہیں ہوئے بلکہ ان بزرگ نے متاخرین کے مسلک کا تو ابطال کیا اور سلف کا مسلک جو بیان کیا تو بالکل مجسمہ اور شبہ کے طرز پر اور مجھ سے بھی اسی پر اصرار کیا۔ یہ ان معترضین کا علم ہے۔ یہ قابلیت ہے یہ دین ہے اور پھر علمی مبحث میں قدم۔ ایک دفعہ مجھ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی تصانیف دیکھا کریں۔ میں نے کہا تم نے تو دیکھیں ہیں۔ تمہارے اندر بڑی شان تحقیق پیدا ہوگئی۔ میں ہمیشہ ایسے مباحث میں پڑنے سے بچا اور یہی مسلک اپنے بزرگوں کا رہا۔ مگر ضرورت کو کیا کروں۔ جس وقت یہ بحث لکھ رہا تھا تو ہر جاہل شخص کو دیکھ کر رشک ہوتا تھا کہ کاش میں بھی جاہل ہوتا۔ تو اس مبحث پر ذہن نہ چلتا تو اس وقت جاہل ہونے کی تمنا کرتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی فضل ایزدی نے دستگیری فرمائی اور یہ خیال آیا کہ یہ تمنا بھی تو علم ہی کی بدولت ہوئی تو جہل کو کسی حالت میں علم پر ترجیح نہیں۔ تب جاکر قلب کو سکون ہوا۔ ایسے دقائق میں صوفیہ کی توجیہ سب میں زیادہ اقرب دیکھی گئیں۔ ان سے بڑی تشفی ہوئی۔ مگر یہ معترض صاحب صوفیہ ہی کے مخالف ہیں۔ پھر راہ کہاں نیز اس میں بھی اختلاف ہے کہ استواء علی العرش صفت ہے یا فعل۔ ان اہل ظاہر میں مشہور ہے کہ صفت ہے لیکن اگر صفت ہے تو

عرش حادث ہے اور صفت ہے قدیم تو قبل محدث عرش جو استواء علی العرش کی صورت تھی وہی اب بھی تسلیم کرلو ورنہ صفت میں تغیر لازم آوے گا۔ یہ عجیب وغریب الزامی حجت ہے جو حق تعالیٰ نے ذہن میں ڈالی اور اس مبحث میں لکھنے کے وقت جو اقوال نظر سے گزرے ان کے تراجم سے ذہن میں عجیب کشمکش ہوئی۔ مگر خیر جس طرح سے ہوسکا اس کے متعلق ایک رسالہ تیار ہوگیا جس کا نام تمہید الفرش فی تحدید العرش ہے اور اصل تو یہ ہے کہ ذات وصفات کی کنہ کون معلوم کرسکتا ہے اس لئے آگے بڑھتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے۔ اور واقعی کیا کوئی ادراک کرسکتا ہے اسی لئے منع فرمادیا کہ ذات صفات کی بحث میں نہ پڑنا چاہئے۔ یہی امر معقول ہے اس لئے بحث سے بھی کوئی حقیقت معلوم نہیں کرسکتا جیسے اندھے مادر زاد کو کہا جائے کہ لون کی حقیقت میں خوض نہ کر۔ منع کرنا یقیناً معقول ہے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت کو باوجود خوض کرنے کے بھی نہیں سمجھ سکتا۔

(الافاضات الیومیہ ج ٦ ص ٧ ٢٢٢ تا ٢٢٩)

ایک غیر مقلد صاحب کا عقیدہ توحید ملاحظہ ہو

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب کا خط آیا ہے لکھا ہے کہ میری بیوی بیمار تھی میں نے آپ کو دعا کو لکھا تھا وہ مرگئی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے توجہ نہیں کی ایسے بیہودہ خطوط بھی آتے ہیں۔ آج لکھا ہے کہ میں نکاح کرنا چاہتا ہوں ایک ہفتہ تک برابر دعا کردو۔ میں نے لکھا ہے کہ اگر نکاح نہ ہوا تو پھر وہی الزام دوگے کہ توجہ نہیں کی۔ میں محنت کروں، دعا کروں اور اوپر سے الزام اپنے سر لوں۔ ایسی حالت میں نہ تم کو مجھ سے دعا کرانا چاہئے اور نہ مجھ کو کرنا چاہئے۔ اور میں نے یہ بھی پوچھا ہے کہ کیا تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ اگر میں دعا کرتا یا متوجہ ہوتا تو وہ موت سے بچ جاتی۔ یہ جن کا خط ہے ایک غیر

مقلد صاحب ہیں۔ حنفیوں کو مشرک بتلاتے ہیں اور خود یہ عقیدے ہیں ان کی توحید بھی ملاحظہ ہو۔ بس باتیں ہی بناتے ہیں آگے صفر ہے کچھ خبر نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۲۴۲)

ایک سمجھدار غیر مقلد کی حاضری واستفادہ

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد مولوی صاحب لکھنؤ سے یہاں آئے تھے۔ نہایت صفائی کی باتیں کیں۔ بڑا جی خوش ہوا۔ خوش فہم اور سمجھدار آدمی تھے۔ ملتے ہی کہنے لگے کہ شاید بعد میں آپ کو یہ معلوم ہو کر کہ یہ فلاں جماعت کا شخص ہے تنگی ہوتی اس لئے میں پہلے ہی عرض کئے دیتا ہوں کہ میں عامل بالحدیث ہوں۔ میں نے کہا کہ میں آپ کے صدق اور خلوص کی قدر کرتا ہوں اور میں بھی صاف بتلائے دیتا ہوں کہ ہمارے یہاں اتنی تنگی نہیں کہ محض فرعی اختلاف سے انقباض ہو ہاں جن لوگوں کا شیوہ بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنا اور بد تمیزی اور بد تہذیبی سے کلام کرنا ہے ایسے لوگوں سے ضرور لڑائی ہے۔ یہ مولوی صاحب حسین عرب صاحب کے پوتے ہیں جو بھوپال میں تھے۔ کئی روز رہے اور بڑے لطف سے رہے۔ ویسے بھی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ ان لوگوں کو عامل بالحدیث ہونے کا بڑا دعویٰ ہے۔ دوسروں کو بدعتی اور مشرک ہی سمجھتے ہیں کہتے تھے کہ یہاں پر تو کوئی بات بھی حدیث کے خلاف نہ دیکھی۔ دو مسئلے بھی پوچھے ایک تو یہ کہ اہل قبور سے فیض ہوتا ہے یا نہیں میں نے کہا کہ ہوتا ہے اور حدیث سے ثابت ہے اس پر ان کو حیرت ہوئی کہ حدیث سے اہل قبور سے فیض ہونا کہاں ثابت ہوگا اس لئے کہ ساری عمر حدیث میں گزر گئی کسی حدیث میں نہیں دیکھا۔ میں نے کہا کہ سنئے ترمذی میں حدیث ہے کہ کسی صحابی نے لاعلمی میں ایک قبر پر خیمہ لگا لیا۔ وہاں ایک آدمی سورۃ ملک پڑھ رہا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے

ذکر کیا آپ نے فرمایا یہ سورت مردہ کو عذاب قبر سے نجات دیتی ہے۔ دیکھئے قرآن کا سننا فیض ہے یا نہیں اور مردے سے قرآن سنا تو اہل قبور سے فیض ہوا یا نہیں۔ بجد مسرور ہوئے خوش ہوئے کہ آج تک اس طرف نظر نہ گئی۔ دوسرا مسئلہ سماع موتی کا پوچھا اور کہا کہ انك لا تسمع الموتی قرآن میں ہے جس سے اس کی نفی معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ حدیث میں وقوع سماع مصرح ہے اور اس آیت سے نفی نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ یہاں پر حق تعالیٰ نے کفار کو موتی سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ میں ایک مشبہ ہوتا ہے اور ایک مشبہ بہ اور ایک وجہ تشبیہ جو دونوں میں مشترک ہوتی ہے تو یہاں وہ عدم سماع مراد ہے جو موتی اور کفار میں مشترک ہے اور اموات کا سماع وعدم سماع تو معلوم نہیں مگر کفار کا تو معلوم ہے کہ قرآن وحدیث کو سنتے ہیں مگر وہ سماع نافع نہیں اور یہ معلوم ہے کہ مشبہ مشبہ بہ میں وجہ شبہ میں تماثل ہوتا ہے۔ پس کفار سے جو سماع منفی ہے یعنی سماع نافع ویسا ہی سماع اموات سے منفی ہوگا نہ کہ مطلق سماع۔ بجد دعا دی۔ پھر بیعت کی درخواست کی۔ میں نے کہا کہ اس میں تعجیل مناسب نہیں۔ پھر بیان کیا کہ میں فلاں عالم غیر مقلد سے بیعت بھی ہو چکا ہوں۔ میں نے کہا کہ اب تکرار بیعت کی ضرورت۔ کہنے لگے کہ ان سے بیعت توبہ ہو جاوےگی آپ سے بیعت طریقت۔ میں نے کہا کہ یہ بتلائیے کہ انہوں نے بوقت بیعت آپ سے کیا عہد لیا تھا۔ کہا کہ کتاب سنت پر عمل اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ میں نے کہا کہ یہی یہاں پر ہے اس کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں۔ بس مقصود حاصل ہے۔ اس پر سوال کیا کہ کیا تکرار بیعت خلاف شریعت ہے۔ معصیت ہے میں نے کہا کہ معصیت تو نہیں مگر بواسطہ مفضی ہو سکتی ہے معصیت کی طرف وہ یہ کہ جب شیخ اول کو معلوم ہوگا کہ یہاں کے تعلق کے بعد فلاں جگہ تعلق پیدا کیا تو بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں

کہ وہ انقباض کا اثر قبول کرتی ہیں تو اس اثر سے حب فی اللہ میں کمی ہوگی یا بالکل ہی زائل ہو جائے گی۔ پھر اس کے ساتھ ہی تکدر ہوگا اور یہ تکدر اذیت ہے اور حب فی اللہ کا بقاء واجب ہے اور اذیت سے بچانا بھی واجب ہے اور یہ تکرار بیعت سبب ہوا اس واجب کے اخلال کا تو بواسطہ مفضی ہوا معصیت کی طرف۔ حیرت میں تھے بیچارے کہ یہاں تو ہر چیز حدیث کے ماتحت ہے۔ سمجھ تو گئے ہونگے کہ ہم حدیث قرآن کو خاک نہیں سمجھتے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ ہر چیز بقدر ضرورت قلب میں پیدا فرما دیتے ہیں۔ بحمد اللہ تعالیٰ اپنے بزرگوں سے ضرورت کی ہر چیز کانوں میں پڑ چکی ہے جس نے زیادہ کتابوں کے دیکھنے سے بھی مستغنی کر دیا ہے۔ اور کتابیں تو پہلے ہی سے نہیں آتی تھیں۔ نہ کبھی طالب علمی کے زمانہ میں زیادہ کنج وکاوش کی گئی اور نہ اس کے بعد کتب بینی کی طرف رغبت ہوئی۔ بس یہ جو کچھ ہے اپنے بزرگوں کی دعا کی برکت اور خداوند جل جلالہ کا فضل ہے کہ گاڑی کہیں اٹکتی نہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۷۲'۲۷۲)

ایک غیر مقلد صاحب کو اجتہاد کی حقیقت سمجھانے کی کوشش

فرمایا کہ ایک غیر مقلد نے ریل کے سفر میں مجھ سے پوچھا کہ اجتہاد کیا ہوتا ہے۔ میں نے کہا کہ تمہیں کیا سمجھاؤں تمہیں اس کا ذوق ہی نہیں پھر میں نے کہا کہ تم حقیقت اجتہاد کی تو کیا سمجھو گے میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں اس کا جواب دو اس سے کچھ پتہ اس کا لگ جائے گا دو شخص سفر میں ہیں جو سب اوصاف میں یکساں ہیں شرافت میں وجاہت میں ثقاہت میں اور جتنی صفتیں بھی امامت کیلئے قابل ترجیح ہوتی ہیں وہ سب دونوں میں بالکل برابر موجود ہیں۔ اور کسی حیثیت سے ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں۔ دونوں سو کر اٹھے تو ان میں سے ایک کو غسل جنابت کی حاجت ہوگئی۔ اور سفر میں ایسے

مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا۔ جب نماز کا وقت آیا تو دونوں نے تیمم کیا ایک نے غسل کا ایک نے وضو کا اس صورت میں بتاؤ کہ امامت کیلئے ان دونوں میں سے کونسا زیادہ مستحق ہوگا ان غیر مقلد صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جس نے وضو کا تیمم کیا ہے وہ امام بننے کا زیادہ مستحق ہوگا کیونکہ اس کو حدث اصغر تھا اور دوسرے کو حدث اکبر اور پاکی دونوں کو یکساں حاصل ہے مگر ناپاکی ایک کی بڑھی ہوئی تھی یعنی جس کو حدث اکبر تھا تو حدث اصغر والے کی پاکی زائد اور قوی ہوئی۔ میں نے کہا مگر فقہاء کی رائے اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ جس نے غسل کا تیمم کیا ہے اس کو امام بننا چاہئے اور فقہاء نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ یہاں اصل وضو ہے اور تیمم اس کا نائب اسی طرح غسل اصل ہے اور تیمم اس کا نائب ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرا یہ کہ غسل افضل ہے وضو سے اور تیسرا یہ کہ افضل کا نائب افضل ہوتا ہے تو غسل کا تیمم بھی افضل ہوگا وضو کے تیمم سے لہٰذا جس نے غسل کا تیمم کیا ہے وہ بہ نسبت اس کے جس نے وضو کا تیمم کیا ہے اقوی فی الطہارۃ ہوگا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے اجتہاد کا یہ سن کر غیر مقلد صاحب کو حیرت ہوگئی کہا واقعی حکم تو یہی ہونا چاہئے۔ میری رائے غلط تھی میرا ذہن تو اس حقیقت تک پہنچا ہی نہیں اھ میں کہتا ہوں یہ تو لوگوں کی رسائی ذہن کی حالت ہے اور اس پر دعویٰ ہے اجتہاد کا۔ کہتے ہیں کہ جب قرآن وحدیث موجود ہیں پھر کسی کی تقلید کی ضرورت کیا ہے۔ قرآن وحدیث سے خود ہی احکام معلوم کر سکتے ہی مگر یہ نہیں دیکھتے کہ فہم کی بھی ضرورت ہے پھر فرمایا کہ ہم لوگوں میں یہ صفات تو موجود ہی نہیں۔ تقویٰ، طہارت، خشیت، صدق، اخلاص ان سے فہم میں نورانیت پیدا ہوتی تھی اور فہم کی ضرورت ظاہر ہے جس سے یہ حقائق منکشف ہوتے تھے اور ان دقائق تک ذہن پہنچ جاتا تھا ایک واقعہ یاد آیا آپ حیرت کریں گے کہ

علماء متقدمین میں کس درجہ تدین اور انصاف تھا۔ دو عالموں کا غیر مدبوغ چمڑے کی پاکی ناپاکی کے متعلق اختلاف تھا۔ باہم مناظرہ ہوا تو ان میں سے ایک نے دوسرے کو ساکت کردیا۔ مگر اسی جلسہ میں ان غالب صاحب نے دوسرے صاحب کا جن کو ساکت کردیا تھا قول اختیار کرلیا گو دلائل سے ان کو ساکت کردیا تھا لیکن دوران مناظرہ میں ان کا قول ان کے دل کو لگ گیا لہذا اپنے قول سے رجوع کرلیا۔ اس زمانہ میں یہ حالت تھی تقویٰ طہارت کی۔ اب تو تہجد و تسبیح کو سمجھتے ہیں بزرگی حالانکہ بزرگی یہ ہے۔ ؂

اگرچہ شیخ نے داڑھی بڑھائی سن کی سی
مگر وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

کیا ٹھکانا ہے حق پسندی کا کہ باوجود غالب آجانے کے اپنی ہار مان لی اور اپنی شرمندگی کا بھی کچھ خیال نہ کیا۔

(الافاضات الیومیہ ج ۹ ص ۲۲۱، ۲۲۲)

کیا تدین اور امانت کا نہ ہونا غیر مقلدین کی نشانی ہے ؟

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک اخبار ایک مقام سے نکلتا ہے یہ بعض مدعیان عمل بالحدیث کا پرچہ ہے اس میں میری ایک عبارت جو ایک آیت کی تفسیر کے متعلق ہے ناتمام نقل کرکے شبہ کیا گیا ہے کس قدر غضب اور ظلم کی بات ہے بعض لوگوں میں تدین اور امانت کا نام نہیں ہوتا دعویٰ ہی دعویٰ ہوتا ہے اہل حدیث ہونے کا نیز اعتراض کرکے مجھ کو یہ مشورہ بھی دیا ہے کہ ابن تیمیہ اور ابن القیم کی کتابیں دیکھا کرو میں کہتا ہوں کہ تم دیکھ کر بہت محقق ہو گئے میری جس عبارت پر شبہ کیا تھا میں اس سے پیشتر اس کا جواب بھی دے چکا ہوں تدین در امانت کی بات تو یہ تھی کہ میرے اس جواب کو نقل کرے اس سے تعرض کرتے کچھ خدا کا خوف بھی تو چاہئیے کہ میری ناتمام

عبارت نقل کر کے اعتراض کر دیا یہ نہ سوچا کہ اگر کسی نے وہ مقام پورا دیکھا تو وہ کیا کہے گا میں ان کو تو کوئی جواب نہ دونگا مگر انشاء اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس مقام کو نقل کرا کر شائع کر دوں گا ایسے بے احتیاط لوگوں سے خطاب کرنا ہی لا حاصل ہے واذاخا طبهم الجاهلون قالوا سلما پر عمل کا یہی موقع ہے آج کل کے اکثر غیر مقلدوں میں تقویٰ طہارت نہیں ہوتا الاماشاء اللہ پھر ان بزرگ صاحب اخبار کو میری غلطی ہی نکالنا تھی تو مجھ کو خاص طور پر اطلاع کر دینا کافی تھا اخبار ہی میں چھاپنے کی کون ضرورت تھی اور وہ بھی نام کے ساتھ اور اگر میرے مضمون کے متعلق یہ خیال تھا کہ اس کی اشاعت ہو چکی اس سے لوگ گمراہ ہوں گے اس لئے اشاعت ضروری ہے تو صرف یہ لکھ دینا کافی تھا کہ ایک ایسی تفسیر ہماری نظر سے گذری جو سلف کے خلاف ہے ہم بغرض اطلاع اس کی اشاعت کرتے ہیں مگر یہ تو جب کرتے جبکہ اس اشاعت سے دین مقصود ہوتا مقصود تو فخر ہے کہ ہم نے فلاں شخص کی غلطی پکڑی پھر وہ بھی غلط تحریف کر کے مضمون کی پوری عبارت بھی تو نقل نہیں کی ایسی حرکت تو شرعاً بھی جائز نہیں میں نے ان کو یہ بھی لکھا تھا کہ سوال کے طریقہ سے سوال کرو بلا ضرورت اعتراض کا لہجہ نہیں ہونا چاہئیے تو آپ نے اس کا بھی سنت ہونا ثابت کیا ہے کہ حدیث میں آیا ہے حضرت عائشہؓ نے حضور سے حساب یسیر کے متعلق ایسے ہی لہجہ میں سوال کیا تھا یہ ہیں عامل بالحدیث اور ان کو دعویٰ ہے حدیث دانی کا اتنا بھی معلوم نہیں کہ اگر اس لہجہ کا تحقق علی سبیل التنزیل تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی یہ فرق ہے وہاں بے تکلفی تھی وہاں لہجہ پر نظر نہ تھی دوسرا شخص تو اپنے قیاس کا یہ جواب دیتا کہ تم بھی میری بیوی بن جاؤ پھر لہجہ کا میں بھی خیال نہ کرونگا اگر میری پوری عبارت نقل کر کے اعتراض کیا جاتا تو مجھ کو اسقدر رنج نہ ہوتا اور الحمد للہ مجھ کو اپنی زلات

لغزشوں پر کبھی اصرار نہیں ہوتا سمجھ میں آتے ہی رجوع کر لیتا ہوں پر اس فضول بلکہ موذی طرز کی کیا ضرورت تھی میرا تو قدیم سے معمول ہے کہ جب کوئی میری غلطی پر متنبہ کرتا ہے تو سب سے اول مجھ کو یہی احتمال ہوتا ہے کہ ضرور مجھ سے غلطی ہوئی ہو گی اس کے بعد پھر اس میں غور کرتا ہوں یہ خدا کا ایک بہت بڑا فضل ہے کہ میں اول ہی سے اپنی غلطی قبول کرنے کو تیار ہوتا ہوں اور دوسرے اکثر لوگ اول اس کے جواب کی تلاش میں لگ جاتے ہیں سب بزرگوں سے زیادہ یہ بات حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ میں تھی کہ اپنی غلطی کو فوراً تسلیم فرما کر رجوع فرما لیتے تھے۔ اور الحمد للہ میرے یہاں تو اس کا ایک مستقل شعبہ ہے جس کا نام ترجیح الراجح ہے اس میں برابر اپنی غلطیوں کو شائع کرتا رہتا ہوں پھر تہذیب کے ساتھ سوال کرنے پر ایک واقعہ بیان کیا کہ مجھ کو ایک مرتبہ حیدر آباد دکن میں میرے ایک دوست نے مدعو کیا تھا میں نے وہاں ایک وعظ میں ایک مضمون بیان کیا وہ تھا ایک لطیفہ مگر بیان کیا گیا صورت استدلال میں وہاں ایک بڑے معزز و ممتاز شخص ہیں فخر یار جنگ انہوں نے مجھ سے مقام وعظ پر نہیں بلکہ جائے قیام پر آکر نہایت نرم لہجہ میں اس مقام کے متعلق اس پاکیزہ عنوان سے دریافت کیا کہ یہ استدلال کس درجہ کا ہے میں نے ان کا شبہ سمجھ کر صاف کہہ دیا کہ یہ کسی درجہ کا بھی استدلال نہیں محض ایک لطیفہ ہے جس کی صورت استدلال کی ہو گئی سو ان کے اس سلیقہ سے سوال کرنے سے کوئی ناگواری نہیں ہوئی اور مزاحاً فرمایا کہ اگر بد سلیقگی سے سوال کرتے تو میں اس کے اثر سے ناگ وارد یعنی مشابہ سانپ کے ہو جاتا ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۱۰۶ تا ص ۱۰۸)

محمدی کہنا کس تاویل سے جائز ہے؟

ایک صاحب کے سوال کے جواب کے سلسلہ میں فرمایا کہ ایک غیر مقلد قاضی صاحب یہاں پر آئے تھے یہاں کی تعلیم پر ذکر بالجہر کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا کہ یہ تو بدعت ہے کہنے لگے کہ میاں اس میں مزا آتا ہے اس میں بدعت کی کیا بات ہے گویا ان کے یہاں مزہ پر مدار تھا جس میں مزہ ہو وہ بدعت نہیں ہماری جماعت کے بے حد معتقد تھے مگر تھے غیر مقلد۔

ہر شخص اپنے خیال میں مست ہے کوئی کیفیات کے پیچھے پڑا ہوا ہے اصل مقصود جو کہ طریق کی روح ہے وہ محض تعلق مع اللہ ہے اس کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگی الاماشاء اللہ جو چیز ہے وہ یہ ہے کہ صحیح معنی میں بندہ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہو جائے مگر اس کی کسی کو فکر نہیں وہی غیر مقلد قاضی صاحب یہ بھی کہتے تھے کہ یہاں جتنی باتیں ہیں سب سنت کے موافق ہیں صرف ایک بات کے متعلق کہا کہ بدعت ہے وہ یہ نسبتیں ہیں یہ چشتی قادری، نقشبندی، سہروردی بس یہ بدعت ہے اور یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ میں نے سن کر کہا کہ یہ کہنا کوئی ضروری تھوڑا ہی ہے تم صرف یہ کہا کرو کہ ہم شریعت والے ہیں یہ نسبتیں تو اصطلاحات اور خاص حالات کی تعبیر کی سہولت کے لئے ہیں آخر یہ غیر مقلد بھی تو اپنے کو محمدی کہتے ہیں یہ بھی تو نسبت ہی ہے تو کیا محمدی کہنا بھی بدعت ہے اس لئے کہ شریعت تو خدا کی ہے تو بجائے محمدی کے اپنے کو الٰہی کہا کرو اور اگر محمدی کہنا کسی تاویل سے جائز ہے تو حنفی شافعی مالکی، حنبلی چشتی، نقشبندی، قادری، سہروردی کہنا بھی جائز ہو گا

گو ان تعبیرات کا معبر عنہ جدا جدا حقائق ہیں مگر وہ حقائق دین کے خلاف نہیں پھر اس میں بدعت کی کیا بات ہے یہ تحقیق نسبت کی اور یہ جواب محمدی کی نظیر پیش کر کے فرمایا۔ کہ یہ ہمارے استاد علیہ الرحمۃ کا افادہ ہے

ہزاروں مناظرے ایک طرف اور یہ سادے اور بے تکلف نکتے ایک طرف واقعی ہمارے یہ حضرات حقیقت کو منکشف فرمادیتے ہیں۔ ہمارے حضرات کے علوم ماشاء اللہ تعالیٰ متقدمین کے علوم کے مشابہ تھے اور یہ واقعہ ہے کہ علوم اصل میں متقدمین ہی کے پاس تھے باقی متاخرین کے الفاظ بے شک نہایت چکنی چپڑی عبارتیں نہایت مرتب تقریریں نہایت مہذب مگر متقدمین کے کلام کی برابر ان میں مغز نہیں قرآن و حدیث کے الفاظ نہایت سادہ اور وہی طرز بزرگوں کے کلام کا ہے مگر ان کی وقعت جو اس وقت قلوب میں کم ہے یہ خرابی نئی اصطلاحات دماغ میں رچ جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے پھر اس میں ترقی ہوتے ہوتے دنیاداروں اور بے علموں تک کا رنگ لے لیا گیا چنانچہ اب وہ طرز ہی کلام کا بدل گیا علماء تک کی تقریریں دوسرے نئے جاہلانہ رنگ میں ہونے لگیں بالکل ہی کایا پلٹ ہو گئی علماء کی تقریر اور تصانیف کا رنگ نیچریوں کے طرز پر ہونے لگا ان کا وعظ ایسا ہونے لگا جیسے کوئی لیکچر دے رہا ہو نہ وہ ملاحت ہے نہ اثر ہے بلکہ اور وحشت معلوم ہوتی ہے علماء کو چاہیے وہ کام میں اپنے بزرگان سلف کا طرز اختیار کریں اس ہی میں برکت ہے اور وہی طرز موثر ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۴ ص ۳۶۹ تا ص ۳۷۱)

تقلید شخصی کی کیوں ضرورت پیش آئی

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ اس سے بفضلہ تعالیٰ ان کی بالکل تسلی ہو گئی طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور

چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے ان کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً ان کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہوگئی اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان ہوگیا وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہویٰ (خواہش نفسانی) کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھا کہ عمل احتیاط کی بات پر کرتے تھے بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہویٰ کا ہوگیا ہے ہر حکم میں اپنی نفسانی غرض کو تلاش کرنے لگے اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس و ہویٰ کا رہ جائے گا جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے سو تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہویٰ کا علاج ہے۔

(الافاضات الیومیہ ج ۳ ص ۳۱۲ تا ۳۱۳)

مسئلہ فیض قبور کا ظنی ہے

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ فلاں غیر مقلد عالم نے فیض قبور کا بڑے زور شور سے رد لکھا ہے حالانکہ مسئلہ ظنی ہے اس میں ایسے جزم سے حکم نہ کرنا چاہئے بے چارے سمجھے ہی نہیں۔ جماعت حقہ کے خلاف یا ان کا غلو کے ساتھ رد وہی کرے گا جو حقیقت کو نہیں سمجھا۔ ہمارے بزرگوں کی جماعت حقہ پر حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان پر حقیقت کو واضح کر دیا گیا۔ پھر ایک غیر مقلد عالم کا ذکر فرمایا کہ ایسے رہتے تھے بے چارے گمنام یہاں رہتے ہوئے کسی بات میں دخل نہیں دیا۔ اگر ایسے غیر مقلد ہوں تو کوئی شکایت نہیں ہمیں کسی سے عداوت نہیں بغض نہیں۔ ایک غیر مقلد عالم یہاں پر آئے تھے۔ تھے بے چارے سلیم الطبع میں نے ایک سلسلہ

گفتگو میں ان سے کہا کہ صاحب سب مدار اعتماد پر ہے آپ حضرات کو ابن تیمیہ کے ساتھ حسن ظن ہے ان پر اعتماد ہے یہ سمجھتے ہو کہ وہ جو کہتے ہیں قرآن وحدیث سے کہتے ہیں گو فتوے کے ساتھ اس کے دلائل کا ذکر نہ کریں چنانچہ میرے پاس ان کی بعض تصانیف ہیں دھڑا دھڑ لکھتے چلے جاتے ہیں نہ کہیں آیت کا پتہ نہ حدیث کا مگر پھر بھی آپ کو اعتماد ہے بس اسی طرح ہم ائمہ مجتہدین پر حسن ظن اور اعتماد رکھتے ہیں کہ وہ بھی کتاب وسنت کے خلاف نہ کہیں گے اگرچہ ان کے کلام میں مذکور نہ ہو غرض ہم بھی اعتماد پر ہیں تم بھی اعتماد پر ہو یہاں تک تو ایک ہی بات ہے اب آگے فرق صرف یہ رہ گیا کہ ایک طرف ابو حنیفہؒ ہیں اور ایک طرف ابن تیمیہ ترجیح کا فیصلہ خود کر لو۔

(الافاضات الیومیہ ج ۶ ص ۱۴۶)

نابینا غیر مقلد کو عمل بالظاہر کا نقصان

فرمایا کہ ایک نابینا غیر مقلد نے کہیں وعظ کہا اس میں یہ بیان کیا کہ لوگوں نے تاویلیں کر کے دین کو خراب کر دیا تاویلوں کی کچھ ضرورت نہیں بس ظواہر پر عمل کرنا چاہیئے ایک صاحب نے انہیں خوب جواب دیا کہ اچھا میں کہتا ہوں کہ تم دوزخی ہو اور یہ قرآن شریف کی اس آیت سے ثابت ہے۔ ومن کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الاخرة اعمیٰ چونکہ تم نابینا ہو اس لئے اس آیت کے موافق دوزخی ہو ان غیر مقلد نے جواب دیا کہ یہاں اس کا یہ مطلب نہیں ہے ان صاحب نے کہا کہ آپ یہ تاویل کیوں کرتے ہیں ظاہر پر عمل کیجئے آپ تو فرما چکے ہیں کہ ظاہر پر عمل کرنا چاہئے پس موقعہ محل کا دیکھنا تو معنی کے اندر بقول آپ کے ضروری ہے ہی نہیں اس پر وہ غیر مقلد خاموش ہو کر شرمندہ ہوئے۔

(حسن العزیز ج ۲ ص ۱۲۴)

رسالہ حقیقت الطریقت دیکھ کر ایک غیر مقلد صاحب کا بیعت ہونا

فرمایا کہ تصوف کا لوگوں نے ناس کر دیا رسوم کا نام تصوف رہ گیا عوام تو بدعت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا یہی تصوف ہے اور خواص میں جو غیر محقق ہیں وہ اوراد پڑھ لینے اور رات کو جاگنے اور حرارت ورارت ذوق شوق ہونے کو بس تصوف سمجھنے لگتے ہیں اور یہ گمان عام ہو گیا تھا کہ حدیثوں میں تصوف نہیں ہے بس صوفیوں ہی کے کلام میں ہے ماموں صاحب تو فرمایا کرتے تھے کہ وہ تصوف نہیں جو حدیث میں نہ ہو اور وہ حدیث نہیں جس میں تصوف نہ ہو غرض تصوف اتنا پھیلا ہوا ہے کہ کوئی حدیث اس سے خالی نہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ حدیث میں ہے ہی نہیں۔

دہلی میں حقیقۃ الطریقت : میرا رسالہ ایک غیر مقلد نے زمانہ تالیف میں دیکھا تھا دیکھ کر کہا یہ کس شخص کی ہے ایک دوست نے میرا نام بتایا پھر ان غیر مقلد نے کہا ان کو لکھ دینا کہ اس میں اختصار نہ کریں خوب لکھیں اسی رسالہ میں ایک مقام پر بیعت طریقت کا حدیث سے اثبات ہے ایک صاحب جن کو عدم تقلید کی طرف میلان تھا کہنے لگے کہ ہم تو بیعت کو بدعت سمجھتے تھے میں نے کہا دیکھ لو جس حدیث سے اثبات ہے وہ میری گھڑی ہوئی تو ہے نہیں دلالت کو دیکھ لو پھر وہ مجھ سے بیعت ہوئے اور غیر مقلدی چھوڑ دی غیر مقلد بھی بعض مجھ سے پوچھ کر ذکر شغل کرتے ہیں میں تشدد نہیں کرتا البتہ یہ اقرار لے لیتا ہوں کہ بزرگوں کی شان میں گستاخی نہ کرنا اور بدگمانی نہ کرنا کہ حنفیہ خلاف حدیث کے ہیں۔ غیر مقلدوں سے یہ شرط بھی کر لیتا ہوں کہ جہاں فتنہ ہو وہاں آمین بالجہر اور رفع یدین نہ کرنا کیونکہ یہ محض مستحبات ہیں

حنفیہ میں بڑے عالم دیکھے البتہ ان کو یہاں اس پر شبہ ہوا کہ چشتیہ نقشبندیہ یہ کیابات ہے میں نے کہانہ سہی کام کیئے جائزبزرگوں کا اتباع کرو۔

ایک بیان میں میں نے کہا کہ غیر مقلد بھی تو حنفیہ ہیں کیونکہ کوئی گیہوں کا ڈھیر ایسا نہیں ہوتا جس میں جو نہ ہو مگر باعتبار غالب کے وہ ڈھیر گیہوں کا کہلاتا ہے اسی طرح تارکین تقلید کے اعمال میں بھی غالب حنفیت ہی ہے کیونکہ دو قسم کے اعمال ہیں دیانات اور معاملات۔ معاملات میں تو حنفیہ ہی کے فتوے سے اکثر کام لیتے ہو اور دیانات میں بھی غیر منصوص زیادہ ہیں جن میں حنفیت کا لباس لیا جاتا ہے تو خلاف کی مقدار بہت کم ہوئی بس اس کے پیچھے کیوں علیحدہ ہوتے ہو چنانچہ ایک منصف غیر مقلد نے کہا کہ غیر مقلد تو عالم ہو سکتا ہے ہم جاہل کیا تقلید کو چھوڑیں گے۔ ہمیں جب تمہاری تقلید سے عار نہیں آتی تو امام ابو حنفیہ کی تقلید سے کیا عار آوے گی مثلاً ہم پہلے مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اب آپ سے پوچھ کر عمل کرتے ہیں۔

(حسن العزیز ج ۲ ص ۲۷۱، ۲۷۲)

خطبہ جمعہ کے بعد اردو میں اس کا ترجمہ سنانا (یا تقریر) کرنا بدعت ہے

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرتؒ نے تو خطبے نہایت مختصر تحریر فرمائے ہیں جس سے لوگوں پر ذرہ برابر گرانی نہیں ہوتی فرمایا جی ہاں کوئی خطبہ سورہ مرسلات سے زیادہ نہیں فرمایا کہ ایک خطبہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمہ اللہ علیہ کا بھی مختصر اور جامع ہے میں پہلے اسی کو پڑھا کرتا تھا اب اپنے لکھے ہوئے خطبے پڑھتا ہوں ان میں بحمد اللہ ہر باب کے

احکام موجود ہیں نہایت جامع اور مختصر ہیں اس خطبہ کے متعلق مجھ کو خیال تھا کہ غیر مقلدین زیادہ پسند کریں گے اس لئے کہ ان میں تمامتر آیات واحادیث ہیں مگر معلوم ہوا کہ محض اس لئے خفا ہیں کہ اردو میں خطبہ پڑھنے کی اس میں ممانعت ہے اس لئے نہیں خریدتے اور نہ پڑھتے ہیں غیر مقلد بھی عجیب چیز ہیں بجز دو چار چیزوں کے کسی حدیث کے بھی عامل نہیں مثلاً رفع یدین۔ آمین بالجہر بھلا اردو میں خطبہ پڑھنا کبھی سلف میں اس کا معمول رہا ہے کبھی حضور نے پڑھا ہے صحابہؓ نے پڑھا ہے کسی کا تو معمول دکھائیں تو کیا ایسی حالت میں یہ اردو میں خطبہ بدعت نہ ہوگا کچھ نہیں غیر مقلدی نام اسی کا ہے کہ جو اپنے جی میں آئے وہ کریں۔

(افاضات الیومیہ ج ۲ ص ۶۱، ۶۲)

ایک غیر مقلد عالم کا ساس کو حلال کرنا

حکایت ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت سے شادی کی تھی پھر ساس پر دل آگیا تو ایک غیر مقلد عالم کے پاس گیا اور کہا مولوی صاحب کوئی صورت ایسی بھی ہے کہ ساس سے نکاح ہو جائے کہا ہاں بتلا دیا دے گا اس نے کچھ سو دو سو روپے دینا چاہے کہا اتنے میں یہ فتویٰ نہیں لکھ سکتا۔ کچھ تو ہو واقعی ایمان فروشی بھی کرے تو دنیا کچھ تو ہو غرض ہزار پر معاملہ طے ہوا اور فتویٰ لکھا گیا وہ فتویٰ میں نے بھی دیکھا ہے اس میں لکھا تھا کہ ساس بیشک حرام ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ساس کسے کہتے ہیں ساس کہتے ہیں منکوحہ کی ماں کو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح منعقد ہوا ہو اور اس شخص کی عورت چونکہ جاہل ہے اور جاہل عورتوں کی زبان سے اکثر کلمات کفریہ نکل جاتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ اس کے منہ سے بھی کلمہ کفریہ نکلا ہوگا اور نکاح کے وقت اس کو کلمے پڑھائے نہیں گئے اس لئے یہ مرتدہ ہے اور مرتد کے ساتھ نکاح

صحیح نہیں ہوتا لہذا یہ عورت منکوحہ نہیں ہے تو اس کی ماں ساس بھی نہیں پس اس کی ماں کے ساتھ نکاح درست ہے رہا یہ کہ وہ منکوحہ کی ماں نہیں تو منکوحہ کی ماں تو ہے جس سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت مصاہرت کا مسئلہ ابو حنیفہؒ کا اجتہادی مسئلہ ہے جو ہم پر حجت نہیں۔

ف: حرمت مصاہرت کو اس نے غیر مقلدوں کی مد میں اڑا دیا اور ساس کو منکوحہ کی تکفیر سے اڑا دیا اور یہ سب ترکیبیں ہزار روپے نے سکھائیں۔

جب علماء میں بھی ایسے ایسے موجود ہیں تو بے چارے دنیادار وکلاء کا تو کام ہی چٹے بٹے لڑانا ان سے تو کوئی بات بھی بعید نہیں۔

(اصلاح ذات البین ص ۶)

غیر مقلدین بھی اصل مذہب میں مقلد ہیں

فرمایا ایک شخص غیر مقلد پر تاپ گڑھ میں ملے اور فاتحہ خلف الامام کے متعلق سوال کیا میں نے کہا آپ کو دوسرے سب مسائل محقق ہو گئے۔ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا میں نے کہا کہ اچھا آپ مسلمان ہیں پھر میں آپ سے دلیل پوچھوں گا اور دنیا بھر کے مذاہب کو پیش کر کے سب کی تردید کراؤں گا اگر آپ ایک جگہ بھی جھجکے تو آپ مقلد ہیں اور جب کہ آپ اصل مذہب میں مقلد ہیں تو فرعی مسائل میں تقلید کرتے کیوں عار آتی ہے بات وہی ہے کہ لوگوں کو اس وقت کام کرنا مقصود نہیں ہے ورنہ کام کرنے والوں کی صورت ہی اور ہوتی ہے۔

(ضرورۃ العلم بالدین ص ۱۰)

مقلد سلف کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں

فرمایا غیر مقلد اپنی فہم کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور مقلد سلف کے ذریعہ حدیث پر عمل کرتے ہیں اور سلف صالحین کی فہم و عقل و ورع و تقویٰ و دیانت و امانت و خشیت و احتیاط ہمارے اور آپ سے زیادہ تھی تو بتلاؤ عمل بالحدیث کس کا کامل ہوا اہل انصاف خود فیصلہ کر لیں۔

(ارضاء الحق حصہ اول ص ۲۴)

مذہب حنفی اختیار کرنے کا مفہوم

فرمایا "مذہب حنفی" اختیار کرو کہنے کے یہ معنی نہیں کہ شریعت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتباع شریعت میں جو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ہے وہ اختیار کرو۔ یہاں سے ان معترضین کا اعتراض بھی جاتا رہے گا جو مقلدین امام ابو حنیفہؒ کی نسبت کہا کرتے ہیں کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت امام ابو حنیفہ کا اتباع کرتے ہیں۔

(ترغیب الاضحیہ ص ۶)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کرنے والا مرتد ہو کر مرتا ہے

غیر مقلدین کے سلسلہ میں فرمایا کہ حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ اگر یہ سلف کی شان میں بد گمان اور بد زبان نہ ہوں تو پھر بے شک یہ رفع یدین کریں یا آمین بالجہر کہیں اس سلسلہ میں مولانا داؤد غزنویؒ کے والد مولانا عبد الجبار صاحبؒ کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو یہ نصیحت کی کہ کسی مسئلہ میں اپنی رائے اور فیصلہ کو اس وقت تک صحیح نہ جاننا جب تک کہ اس میں

ائمہ مجتہدین میں سے کوئی امام تمہارے ساتھ نہ ہو اور مولوی عبدالجبار صاحبؒ کے والد مولوی عبداللہ صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ وہ کہا کرتے تھے جو امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کرتا ہے وہ آخر کار ضرور مرتد ہو جاتا ہے ارتداد سے خالی نہیں رہتا چنانچہ ایک شخص نے ان کے سامنے حضرت امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخی کی اس پر مولوی عبداللہ صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ ضرور مرتد ہو جائے گا چنانچہ تھوڑے ہی دن کے بعد وہ مرزائی ہو گیا مولوی عبداللہ صاحبؒ غیر مقلد ابن حزم کی کتابوں کے مطالعہ سے منع فرماتے تھے کیونکہ ابن حزم امام ابو حنیفہؒ کی شان میں گستاخ ہے۔

(القول العزیز ج ۱ ص ۲۸)

ترک تقلید میں بے برکتی یقینی ہے

فرمایا ترک تقلید میں قیامت میں مواخذہ تو نہ ہو گا کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں مگر بے برکتی یقینی ہے۔

(الکلام الحسن ج ۱ ص ۴۳)

غیر مقلدین کی مثال

فرمایا غلاۃ مبتدعین کے مقابلہ میں غیر مقلد ایسے ہیں جیسے رافضیوں کے مقابلہ میں خارجی ہیں۔

(الکلام الحسن ج ۱ ص ۴۶)

مولانا محمد حسین بٹالوی اہلحدیث کی انصاف پسندی غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ

مولانا موصوف غیر مقلد تھے مگر منصف مزاج حضرتؒ نے فرمایا کہ میں نے خود ان کے رسالہ اشاعت السنۃ میں ان کا یہ مضمون دیکھا ہے جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ "پچیس سال کے تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ غیر مقلدی بے دینی کا دروازہ ہے"
حضرت گنگوہیؒ نے اس قول کو سبیل السداد میں نقل کیا ہے۔
(مجالس حکیم الامت ج ۲ ص ۲۴۲)

نجات کی دو ہی صورتیں ہیں

فرمایا کہ علوم قرآن و سنت میں یا خود ماہر محقق ہو یا پھر کسی ماہر کا مقلد ہو۔

ارشاد فرمایا کہ آیت قرآن لو کنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحٰب السعیر یہ اھل جنہم کا قول ہے جو دخول جنہم کے وقت کہیں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم دو صفتوں میں سے کسی ایک صفت کے بھی حامل ہوتے تو جنہم میں نہ جاتے وہ یہ کہ یا تو ہم دین کے عالموں کی بات سنتے یا خود اپنی عقل سے دین کے احکام سمجھتے اس سے معلوم ہوا کہ نجات ان دونوں طریقوں میں منحصر ہے۔

(مجالس حکیم الامت ج ۸ ص ۴۲)

عدم تقلید میں اتباع نفس وھوئی ہے

ارشاد فرمایا کہ قنوج میں ایک سب رجسٹرار ملے۔ ان کو تقلید شخصی اور طریق تصوف کے متعلق اس قسم کا تردد تھا کہ ان کو کسی تقریر تحریر سے شفا نہیں ہوتی تھی۔ انہوں نے وہ شبہات میرے سامنے پیش کئے میں نے ان کو جواب دیا جس سے بفضلہ تعالٰی ان کی بالکل تسلی ہو گئی۔ طریق تصوف کے متعلق ان کو یہ غلط فہمی تھی کہ وہ اشغال اور قیود کو تصوف سمجھے ہوئے تھے اور چونکہ وہ کتاب و سنت میں وارد نہیں اس لئے تصوف کو بے اصل سمجھتے تھے ان

کو تصوف کی حقیقت سمجھا کر یہ سمجھایا کہ یہ قیود امور زائد ہیں کہ مصلحتاً ان کو علاج کے طور پر برتا جاتا ہے اس سمجھانے سے ان کی تسلی ہو گئی اور تقلید کے بارے میں اس وقت ان سے وجوب اور عدم وجوب تقلید پر بحث نہیں کی گئی صرف ان کو ایک مصلحت تقلید کی بتلائی جس سے اس امر میں بھی ان کا پورا اطمینان ہو گیا کہ وہ مصلحت یہ تھی کہ پہلے زمانہ میں جبکہ تقلید شخصی شائع نہ تھی اتباع ہوئی کا غلبہ نہ تھا اس لئے ان لوگوں کو عدم تقلید مضر نہ تھی بلکہ نافع تھی کہ عمل بالاحوط کرتے تھے بعد اس کے ہم لوگوں میں غلبہ اتباع ہوئی کا ہو گیا طبیعت ہر حکم میں موافقت غرض کو تلاش کرنے لگی اس لئے عدم تقلید میں بالکل اتباع نفس وہوئی کا رہ جائے گا۔ جو کہ شریعت میں سخت مذموم ہے۔ تقلید مذہب معین اس مرض اتباع ہوئی کا علاج ہے۔

(مقالات حکمت ص ۵۴)

انقطاع اجتہاد کا سبب

غیر مقلد کہا کرتے ہیں کہ کیا حنفیوں کے پاس انقطاع اجتہاد کی وحی آگئی ہے حالانکہ قدرتی قاعدہ ہے کہ ہر شے عموماً اپنی ضرورت کے وقت ہی ہوا کرتی ہے جس فصل میں عموماً بارش کی جانب حاجت ہوتی ہے اسی فصل میں بارش ہونے کا قاعدہ ہے اسی طرح ہوائیں حاجت کے وقت چلا کرتی ہیں۔ جہاں سردی زیادہ ہوتی ہے وہاں کے جانوروں کے اون بڑے ہوتے ہیں اسی طرح جب تک تدوین حدیث کی ضرورت تھی بڑے بڑے قوی حافظہ کے لوگ پیدا ہوتے تھے اب ویسے نہیں ہوتے (کاتب اور تو اور اہلحدیث میں سے بھی کسی کو بخاری اور مسلم تک خود امام بخاری اور مسلم کی طرح مع سند حفظ نہیں) اسی طرح جب تک تدوین دین کی ضرورت تھی قوت اجتہادیہ لوگوں میں بخوبی موجود تھی اب چونکہ دین مدون ہو چکا ہے اور اصول و قواعد ممہد ہو

چکے ہیں اب اجتہاد کی اتنی ضرورت نہیں رہی ہاں جس قدر اجتہاد کی اب بھی ضرورت پڑتی ہے اتنی قوت اجتہادیہ باقی ہے۔ (کاتب یعنی اصول مجتہدین کے تحت میں جزئیات جدیدہ کا حکم استخراج کر لینا۔

(مقالات حکمت ص ۳۸۷)

روضہ اقدس کی زیارت کیلئے جانا طریق عشق میں فرض ہے

فرمایا کہ ایک بار حضرت حاجی صاحبؒ اور ایک متشدد غیر مقلد سے مناظرہ ہوا وہ غیر مقلد مدینہ منورہ جانے سے منع کرتا تھا و لاتشد الرحال الا الی ثلثة مساجد۔ استدلال تھا حضرت نے فرمایا کہ زیارت ابوین طلب علم وغیرہ کے لئے سفر جائز نہیں اس کا اس نے جواب نہیں دیا پھر وہ کہنے لگا اگر جانا جائز بھی ہو تو کوئی فرض واجب تو ہو گا نہیں کہ خواہ مخواہ جائے۔ حضرت نے فرمایا ہاں شرعاً تو فرض نہیں لیکن طریق عشق میں تو ہے خیال کیجئے سلیمان بیت المقدس بنائیں اور وہ قبلہ بن جائے حضرت ابراہیم مسجد بنائیں اور قبلہ قرار پائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بنائیں تو وہ کیا اتنی بھی نہ ہو کہ وہاں لوگ زیارت کو جایا کریں چونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عبدیت تھی اور شہرت ناپسند تھی اس لئے آپ کی مسجد قبلہ نہیں ہوئی۔ اس شخص نے کہا مسجد نبویؐ کے لئے تو جانا جائز ہے مگر روضہ شریف کے قصد سے نہ جانا چاہئے حضرتؒ نے فرمایا کہ مسجد نبویؐ میں فضیلت آئی کہاں سے وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہے تو مسجد کے لئے تو جانا جائز ہوا اور صاحب مسجد جن کی وجہ سے اس میں فضیلت آئی ان کی زیارت کے لئے جانا ناجائز ہو عجیب تماشا ہے وہ لاجواب ہوئے اور اگر کوئی کہے کہ آپ کی زیارت کہاں ہوتی ہے صرف قبر کی ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ ایک حدیث میں آپ نے دونوں کو مساوی فرمایا ہے۔ من زارنی بعد مماتی فکانما زارنی فی

حیاتی اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا اھدنا الصراط المستقیم پڑھتے وقت معنیٰ کا خیال کر کے پڑھا کرو اور ہدایت کی دعا مانگا کرو وہ کہنے لگا مجھے اس بارہ میں دعائے ہدایت کی ضرورت نہیں حضرت نے فرمایا دعا کرنے میں حرج کیا ہے ہم بھی دعا کرتے ہیں کہ اگر حق پر نہ ہوں تو خدا ہدایت کرے اس کے بعد قریب ہی مغرب کی نماز میں وہ غیر مقلدی کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا پھر اس نے کہا کہ میں تو مدینہ منورہ جاؤں گا اس وقت چھوڑا گیا اور مدینہ روانہ ہو گیا۔

(مقالات حکمت ص ۳۸۸)

غیر مقلد امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیا ہے؟

امامت غیر مقلد کے متعلق سوال کیا گیا فرمایا کہ پہلے تو میں کوئی حرج نہ سمجھتا تھا لیکن ایک واقعہ پیش آیا ایک بار میں ایک جگہ گیا وہاں ایک غیر مقلد بھی آئے تھے اور وہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے میں نے اس میں اقتداء کر لیا ان کے پیر میں ایک پٹی بندھی تھی مجھے خیال بھی نہ ہوا مغرب کے وقت وہ میرے پاس وضو کرنے بیٹھے میں نے دیکھا کہ انہوں نے پیر پر مسح کر لیا حالانکہ زخم بہت تھوڑا سا تھا میں نے کہا مسح کافی نہیں جہاں زخم نہیں ہے اور وضو کرنے سے ضرر نہیں ہوتا اس کو دھونا چاہئے انہوں نے کچھ التفات نہیں کیا مجھ کو معلوم ہوا کہ عصر کی نماز بھی انہوں نے ایسے ہی وضو سے پڑھائی ہے اور ظاہر ہے کہ جب وضو نہیں ہوا تو ان کی نماز کب ہوئی اور جب خود ان کی نماز نہیں ہوئی تو اقتداء کیسے ہوا غرض میں نے نماز کا اعادہ کیا اور اپنے ساتھیوں سے اعادہ کے لئے کہا اس کے علاوہ مولانا گنگوہیؒ فرماتے تھے کہ یہ لوگ کلوخ سے استنجا نہیں کرتے اور ہندوستان کے لوگوں کے قویٰ ایسے ہیں کہ شاذونادر ہی کسی کو قطرہ نہ آتا ہو ورنہ اکثر کو آتا ہے اگر متصل وضو کیا تو وضو نہیں ہوتا یا کم از کم پائجامہ تو ضرور نجس ہوتا ہے اگر بقدر درہم ہو جائے تو نماز

نہیں ہوتی اس لئے اقتداء مناسب نہیں۔

(مقالات حکمت ص ۳۸۸)

بہت اونچی آواز سے آمین کہنا غیر مقلدوں کی نیت فاسد کی دلیل ہے

ایک مرتبہ محمد مظہر سلمہ (برادر خورد مولانا صاحب) میرے ساتھ قنوج گئے وہاں جامع مسجد میں غیر مقلد بھی آئے تھے لوگوں نے ان سے تعرض کرنا چاہا میں نے منع کر دیا لوگ مان گئے اس کے بعد پہلی رکعت میں ان میں سے زیادہ لوگوں نے آمین پکار کر کہی اور جب دیکھا کہ کسی نے کچھ نہیں کہا تو دوسری رکعت میں پہلے سے کم لوگوں نے آمین کہی مجھے شبہ ہوا کرتا تھا کہ ان کے پکار کر آمین کہنے سے جو انقباض ہوا کرتا ہے یہ خباثت نفس کی دلیل ہے کیونکہ جو فعل سنت ہو اس سے انقباض کے کیا معنی نماز کے بعد محمد مظہر نے ایک لطیفہ بیان کیا جس سے وہ شبہ جاتا رہاوہ کہنے لگے یہ لوگ جس طرز سے آمین کہتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیت فاسد ہے۔ مقلدین کو چڑانے کی نیت زیادہ تر ہوتی ہے کیونکہ آمین دعا ہے اور اس میں خشوع و خضوع اور پستی کے آثار نمایاں ہونے چاہئیں خواہ زور ہی سے دعا کی جائے اور ان کے آمین کہنے میں یہ بات نہیں معلوم ہوتی ایک لٹھ سا مارتے ہیں خشوع و خضوع کے آثار نہیں معلوم ہوتے۔

(مقالات حکمت ص ۳۸۹)

فاتحہ خلف الامام کی دلیل پوچھنے والے کو جواب پہلے اصول کی تحقیق کرو

فرمایا کہ مجھ سے ایک عامی نے فاتحہ خلف الامام کی دلیل دریافت کی

میں نے اس سے کہا کہ میاں یہ تو ایک فرعی مسئلہ ہے پہلے اصول کی تحقیق کرو پھر اس میں گفتگو کرنا کہ اسلام حق بھی ہے اسلام پر مخالفین کے کیسے کیسے اعتراض ہیں پہلے تو ان کو دفع کرو، اگر وہ دفع ہو جائیں تو پھر میں اس کا بھی تمہیں جواب دے دوں گا میاں یہ سب فضول جھگڑا ہے اگر کوئی امام اعظمؒ کا مقلد ہے تو وہ نہ پڑھے اور اگر کوئی امام شافعیؒ کا مقلد ہے تو وہ پڑھ لیا کرے اس میں کوئی جھگڑے کی ضرورت نہیں۔

(مقالات حکمت ص ۴۱۱)

اختلاف قرات غیر مقلدوں کے وصل یا فصل نہ ہونے کے دعوے کو رد کرتا ہے

فرمایا کہ غیر مقلدین اس امر کے مدعی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مواقع آیات میں وصل فرمانا یا غیر مواقع آیات مین وقف فرمانا منقول نہیں لیکن فواصل کا اختلاف قرات اس دعوے کے اس جزو کو قطعاً رد کرتا ہے۔ کیونکہ یہ امر مجمع علیہ ہے کہ اختلاف قرات آرائے امت سے نہیں بلکہ مسموع و منقول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور اگر اجتہاد ورائے سے ہوتا تو اب بھی بہت سے مواقع ایسے ہیں جہاں متعدد اعراب ممکن ہیں لیکن وہاں صرف ایک ہی قرات ہے پس معلوم ہوا کہ اب جن مقامات پر اختلاف ہے وہ مسموع ہے نیز علاوہ اجماع کے اختلاف قرات متواتر منقول ہیں جن کے انکار کی گنجائش ہی نہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے ذو العرش المجید۔ مجید کی دال پر آیت یقیناً ہے لیکن پھر بھی اس میں صحابہؓ سے دو قرات منقول ہیں متواتراً بکسر الدال علی انه صفة للعرش وبضم الدال علی انه تابع لذو۔ پس یہ اختلاف اس امر کو صاف بتلاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

موقعہ پر گاہ گاہ وصل بھی فرمایا ہے ورنہ اعراب کیسے ظاہر ہوتا پھر وہ اعراب منقول کیسے ہوتا۔

(مقالات حکمت ص ۳۴۳،۳۴۴)

بدعتی زیادہ برے ہیں یا غیر مقلد

ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بدعتی زیادہ برے ہیں اور غیر مقلد غنیمت ہیں سو یہ من کل الوجوہ غلط ہے بلکہ بعض اعتبار سے غیر مقلد ہی زیادہ برے ہیں۔ بدعتیوں سے اس لئے کہ بدعتی اجتہاد نہیں کرتے غیر مقلد اجتہاد کرتے ہیں بدعتی تو بھنگڑوں کے معتقد مکاروں کے معتقد وہ بھلا امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کیسے چھوڑ سکتے ہیں اور یہ بزرگان سلف کی شان میں گستاخی کریں سو یہ علی الاطلاق کیسے اچھے ہو سکتے ہیں بد زبانی بدگمانی ان کا شعار ہے بڑا ہی بے باک اور گستاخ فرقہ ہے جس کو چاہتے ہیں جو جی میں آیا کہہ ڈالتے ہیں۔

(الافاضات الیومیہ ج ۸ ص ۲۳۸)

نمازی کے سامنے سے گزرنا

ایک کم علم غیر مقلد عالم جنہوں نے حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے سوال کرنے والے کو فوراً روزے رکھنے کا مشورہ دیا حضرت حکیم الامتؒ نے ہنوز جواب بھی نہیں دیا تھا مگر ان صاحب نے روزے بھی رکھے تھے اس کی تفصیل بھی گزر چکی ہے۔

ان ہی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان ہی مولانا صاحب کے عقاید دیکھے ایک خط میں لکھا کہ ملائکہ مجردات سے ہیں اتنے ناواقف آدمی ہیں پھر اوپر سے ناز بھی ہے کہ میں معقولی ہوں مگر باوجود اس کے کہ میں انہیں کم علم سمجھتا ہوں انہوں نے تفسیر میں ایک مشورہ دیا تو چونکہ وہ صحیح تھا اس لئے میں

نے اس کو بے تامل قبول کر لیا اور اپنی تفسیر کے سات مقامات ان کے مشورہ کے مطابق کر دئے کیونکہ انظرالی ماقال ولا تنظر الی من قال. انہیں اس کا بھی فخر ہے کہ میں نے تفسیر میں اصلاح دی حالانکہ فخر تو میں کر سکتا ہوں کہ ایسے کم علم کے مشورہ کو قبول کر لیا کیونکہ وہ اتفاق سے صحیح تھا یہ صاحب فلاں شہر میں طبیب ہیں لیکن معلوم ہوا کہ کسی کے قلب میں ان کی وقعت نہیں گٹور کھشا کی حمایت میں بھی انہوں نے مضمون لکھا تھا کیونکہ معالج زیادہ ہندو ہیں ایک سفر میں مجھ سے ملنے آئے تو سیاہ خضاب لگایا ہوا تھا لوگ انہیں دیکھ کر کہتے تھے وہ آئے سیاہ رو بیوی کی خاطر سیاہ خضاب لگاتے ہیں مگر کیا بیوی کو یہ خبر نہ ہو گی کہ میاں کی سفید داڑھی ہے یہ صاحب غیر مقلد ہیں مگر قدرے معتدل۔ اسی سلسلہ میں اکثر غیر مقلدین کی قلت درایت پر فرمایا کہ بعض لوگ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول پر سے کہ اگر نماز میں پڑھنے میں کوئی سامنے سے گزرے تو اس سے لڑے نہیں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ حدیث شریف میں تو صاف حکم ہے اور پھر بھی امام صاحب اس کی ممانعت کرتے ہیں مگر اس اعتراض میں تدبر سے کام لیا گیا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ امام صاحب کے اس قول کا ماخذ ایک بہت موٹی بات ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ نمازی کے سامنے سے گذرنے والے کو ہٹانے سے مقصود کیا ہے ظاہر ہے کہ نماز کی حفاظت مقصود ہے اور نماز میں دو چیزیں ہیں ایک نماز کی ذات اور ایک اس کی صفت ذات تو یہی ہے جو نماز کی ہیئت ہے یعنی اس کے مختلف ارکان اور اس کی صفت اس کا کمال ہے اور کمال صلوٰۃ کا یہ ہے کہ اس میں خشوع بھی ہو سترہ جو کھڑا کرتے ہیں وہ بھی تحصیل خشوع ہی کے لئے ہے تاکہ طبیعت نہ بٹے اور سامنے سے گذرنے والے کو ہٹانا بھی اسی واسطے ہے کہ نماز کے کمال خشوع میں اس کے گذرنے سے خلل پیدا ہوتا ہے اور سترہ کی

ایک غرض یہ بھی ہے کہ سامنے سے گذرنے والے کو خود ہٹانا نہ پڑے بلکہ وہ خود ہی بچ جائے سترہ کے اندر سے نہ گذرے اس تمہید کے بعد اب غور کیجئے کہ صفت تابع ذات کے ہوتی ہے یا کہ ذات صفت کی تابع ہوتی ہے ظاہر ہے کہ صفت ہی تابع ہوتی ہے پس اگر صفت کی ایسی حفاظت کی جائے جس سے ذات ہی غائب ہو جائے ظاہر ہے کہ ممنوع ہو گی اب سمجھو کہ جب تم سامنے سے گذرنے والے سے لڑو گے تو کیا وہ تم سے نہیں لڑے گا اور جب ہاتھا پائی ہوئی تو نماز ہی کہاں رہی جو اس کی صفت کی حفاظت کی ضرورت ہو اس واسطے امام صاحب نے اس کی ممانعت کی ہے اور فرمایا ہے کہ حدیث شریف میں جو فلیقاتل آیا ہے وہ زجر ہے تاکہ گذرنے والے کو اس حرکت کا پورا قبح معلوم ہو جائے مقصود دراصل لڑائی نہیں ہے بس اس پر خواہ مخواہ امام صاحب پر اعتراض ہے حالانکہ خود ہی حدیث کا مطلب نہیں سمجھے۔ چوں ندید ند حقیقت رہ افسانہ زدند

ایک غیر مقلد امام صاحب کا ہل ہل کر نماز پڑھانا حدیث کا مفہوم غلط سمجھنے کے سبب

فرمایا ایسے ہی ترجمہ دیکھنے والوں کی ایک یہ بھی حکایت ہے کہ ایک غیر مقلد صاحب جب امام بنتے تو ہل ہل کر نماز پڑھاتے اور تنہا نماز میں ذرا حرکت نہ کرتے کسی نے اس کا سبب پوچھا تو کہا حدیث میں آیا ہے من ام منکم فلیخفف۔ جس کا ترجمہ یہ لکھا ہوا تھا کہ جو امام بنے وہ ہلکی نماز پڑھائے ان حضرات نے ہلکی کو یوں پڑھا کہ ہاء کو کسرہ کر دیا اور یاء کو مجہول کر دیا یعنی ہل کے نماز پڑھائے اس لئے وہ امامت کے وقت خوب ہلتے تھے خدا بچائے اس جہالت سے ایسے ہی ایک دنیا پرست مولوی نے ایک شخص کو فتویٰ دے دیا تھا

جو میں نے لکھا ہوا بھی دیکھا تھا کہ ساس سے نکاح کرنا جائز ہے اور دلیل یہ بیان کی ساس وہ ہے جو منکوحہ کی ماں ہو اور منکوحہ وہ ہے جس سے نکاح صحیح ہو اور اس شخص کی بیوی جاہل ہے جس کی زبان سے کفریات کا صدور غالب ہے اور نکاح کے وقت تجدید ایمان ہوئی نہیں اس لئے وہ منکوحہ نکاح صحیح نہیں تو اس کی ماں ساس تھی نہیں کمبخت نے محض گمان و تخمین پر نکاح کو بھی فاسد کر دیا اور منکوحہ کی ماں کو بھی حلال کر دیا اور حرمت مصاہرت کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ ابو حنیفہؒ کی رائے ہے ہم اس کو نہیں مانتے۔

(ھم الاخرۃ ص ۱۴، ۱۵)

غیر مقلدین کی حدیث کے معاملہ میں عمل کی دوڑ صرف مسائل نماز تک محدود ہے

فرمایا قنوج میں ایک صاحب عامل بالحدیث سے ملاقات ہوئی مجھ سے کہنے لگے اجی حضرت ہم صرف نماز ہی کے چند مسئلوں میں حدیث پر عمل کرتے ہیں باقی معاملات میں حدیث کا نام بھی نہیں لیتے مثلاً میں عطر بیچتا ہوں اور اس میں تیل بھی ملاتا ہوں غرض عملاً ہم بہت کمزور ہیں۔

(تذکیر الاخرۃ ص ۱۳)

تقلید و اجتہاد پر ایک حکیمانہ منصفانہ تقریر

فرمایا کہ ایک عالم غیر مقلد مگر غیر متعصب یہاں آئے تھے میں نے ان سے کہا کہ تقلید کا مدار حسن ظن پر ہے جس شخص کے متعلق یہ گمان غالب ہوتا ہے کہ وہ دین کے معاملہ میں کوئی بات بے دلیل شرعی کے نہیں کہتے اس کا اتباع کر لیا جاتا ہے اگرچہ وہ کوئی دلیل بھی مسئلہ کی بیان نہ کرے۔ اسی کا نام تقلید ہے اور جس شخص کے متعلق یہ اعتقاد نہیں ہوتا وہ دلیل بھی

بیان کرے تو شبہ رہتا ہے دیکھئے حافظ ابن تیمیہ اپنے فتاوٰی میں اور بعض رسائل مثلاً رسالہ مظالم میں محض احکام لکھتے ہیں کوئی دلیل نہیں لکھتے مگر غیر مقلد حضرات چونکہ ان کے معتقد ہیں کہ وہ بے دلیل بات نہیں کرتے اس لئے ان کی بات کو مانتے ہیں تو حنفیہ کو بھی یہ حق ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے بیان کئے ہوئے مسائل پر باین اعتقاد عمل کر لیں کہ وہ کوئی بات بے دلیل نہیں فرمایا کرتے۔

پھر فرمایا کہ یہاں تک بات مساوات کی تھی کہ جس طرح غیر مقلد حضرات ابن تیمیہؒ کی بات بے دلیل بھی مان لیتے ہیں حنفیہ کو بھی یہی حق کیوں حاصل نہ ہو کہ وہ ابو حنیفہ کی بات بغیر دلیل کے محض حسن ظن کی بناء پر مان لیں مگر اب میں آگے بڑھتا ہوں اور ایک مثال سے یہ واضح کرتا ہوں کہ ابن تیمیہؒ کے اجتہاد اور امام اعظم ابو حنیفہ بلکہ ان کے شاگرد اور شاگردوں کے شاگردوں میں جو مجتہد ہوئے ہیں ان کے اجتہاد میں کیا فرق ہے۔

ابن تیمیہؒ نے کتاب مظالم میں لکھا ہے کہ اگر سلطان وقت کی طرف سے کوئی ظالمانہ ٹیکس اہل شہر کے ذمہ عائد کر دیا جائے تو اس سے اپنے آپ کو بچانا مطلقاً جائز نہیں بلکہ یہ تفصیل ہے کہ اگر کوئی خاص رقم مجموعی طور پر معین نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کوئی خاص معین رقم پورے شہر سے وصول کرنا ہے تو اس صورت میں اپنے آپ کو اس سے بچانا جائز نہیں کیونکہ جو بچ گیا تو اس کا حصہ بھی دوسرے مسلمانوں پر پڑ جائے گا وہ مزید ظلم میں مبتلا ہوں گے اور یہ شخص اس کا سبب بنے گا۔

اس کے مقابلہ میں فقہاء حنفیہ کہتے ہیں کہ اس ظلم سے جو بچ سکتا ہے اس کو بچ جانا مطلقاً جائز ہے اور اس کے بچ جانے سے جو زائد رقم دوسرے مسلمانوں پر پڑے گی اس کا سبب تو بیشک یہ ہوا مگر مباشر اس عملی ظلم کا وہ

سلطان یا اس کا نائب ہے نہ کہ یہ شخص اور مباشر مختار کے ہوتے ہوئے سبب کی طرف فعل کی نسبت نہیں ہوتی اس لئے صورت مذکورہ میں اس مزید ظلم کا گناہگار بھی وہی سلطان یا اس کا نائب ہے جس کے حکم سے یہ وصول کیا گیا ہے اب انصاف سے بتلائے کہ اجتہاد کس کا زیادہ بہتر ہے ان عالم صاحب نے صاف لفظوں میں اعتراف کیا کہ بیشک ابن تیمیہ اس درجہ کو نہیں پہنچے۔

اس کے بعد حضرتؒ نے فرمایا کہ حنفیہ کے اجتہاد کی دلیل میں ایک حدیث سے پیش کرتا ہوں وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت فی سبیل اللہ کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احییٰ ثم اقتل ثم احیی۔

میری یہ تمنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔ پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ اور پھر قتل کیا جاؤں۔

اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مقتول ہونے کی دعاء کر رہے ہیں اور یہ جبھی ہوگا کہ کوئی آپ کا قاتل بنے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ نبی کا قاتل اعلیٰ درجہ کا کافر اور جہنمی ہوگا تو گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس دعا کی وجہ سے سبب ہوئے ایک شخص کے جہنمی ہونے کا اگر اس کو گناہ کہا جاوے تو یہ عصمت کے خلاف ہے سوائے اس کے اور کیا جواب ہو سکتا ہے کہ سبب کی طرف نسبت فعل اس وقت ہوتی ہے جب کوئی فاعل مختار مباشرت عمل کرنے والا نہ ہو۔

پھر فرمایا کہ بعض غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ہمیں ان سے نفرت ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ ہم خود ایک غیر مقلد کے معتقد اور مقلد ہیں کیونکہ امام اعظم ابو حنیفہ کا غیر مقلد ہونا یقینی ہے پھر فرمایا کہ مگر ان کی تقلید بوجہ خود

مجتہد عالم ماہر ہونے کے جائز تھی اب جاہل لوگ یا معمولی عربی جاننے والے اپنے آپ کو ابو حنیفہ پر قیاس کر کے تقلید نہ کریں۔

(مجالس حکیم الامت)

ایک غیر مقلد کی دعوت اور حضرت کی حکیمانہ تعلیم

فرمایا کہ قنوج میں ایک غیر مقلد صاحب نے میری دعوت کی میں نے منظور کر لیا اہل سنت بھائیوں نے مجھے اشارہ سے منع کیا ان کو خطرہ تھا کہ یہ سب غیر مقلد ہیں اور کسی مقلد کو دعوت میں شریک نہیں کیا کہیں خدانخواستہ کوئی ایذاء پہنچے مگر مجھے شبہ نہ تھا اس لئے میں نے دعوت قبول کر لی جب وہاں پہنچا تو ایک شخص نے نواب صدیق حسن خاں صاحب کی ایک کتاب میں ایک مضمون تقلید کے خلاف دکھلایا اور پوچھا کہ آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ میں نے پوچھا کہ آپ کو نواب صاحب کے لکھے ہوئے میں کچھ تردد ہے یا نہیں؟ وہ آدمی ہوشیار تھا میری غرض سمجھ گیا اور کہنے لگا بس تسلی ہو گئی حضرتؒ نے فرمایا کہ اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ میں چونکہ اب آپ کا نمک کھاؤں گا آپ کا حق میرے ذمہ ہو گیا اس لئے میں محض خیر خواہی سے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ کہ ترک تقلید تو ایک مسئلہ ہے اس میں گنجائش ہے اگر آپ نیک نیتی سے کرتے ہیں تو ہمیں اس میں زیادہ کلام نہیں لیکن دو چیزیں آپ کے یہاں زیادہ شدید اور یقینی معصیت ہیں ان سے بچنے کا اہتمام کیجئے۔

(یعنی بد گمانی اور بد زبانی) (مجالس حکیم الامت ص ۲۷۳)

رفع یدین اور عدم رفع یدین آمین بالجہر اور آمین بالسر دونوں سنت میں ہیں

فرمایا کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید دہلویؒ نے بعض حنفیوں کے

غلو کو دیکھ کر خود جہر آمین اور رفع یدین شروع کر دیا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ نے ان سے فرمایا کہ جہر آمین اور رفع یدین بلاشبہ سنت سے ثابت ہیں اور بہت سے آئمہ مجتہدین کا اس پر عمل ہے اگر اس پر کوئی عمل کرے تو فی نفسہ کوئی مضائقہ نہیں لیکن جہاں سب لوگ حنفی ہیں وہاں اس عمل سے لوگوں کو خواہ مخواہ تشویش ہوتی ہے جس سے بچنا بہتر ہے مولانا اسماعیل شہیدؒ نے عرض کیا کہ حضرت حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مردہ سنت کو زندہ کرتا ہے اس کو سو شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اس جگہ یہ سنت مردہ ہو رہی ہے اس لئے میں اس کو زندہ کرتا ہوں۔

حضرت شاہ عبدالقادر نے فرمایا کہ میاں اسماعیل ہم تو سمجھتے تھے کہ تم بڑے فاضل عالم ہو گئے ہو کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ سنت کا مردہ ہونا وہاں صادق آتا ہے جہاں سنت کے خلاف کسی بدعت نے جگہ لے لی ہو اور جہاں ایک سنت کے مقابلہ میں دوسری سنت ہو اور آئمہ مجتہدین میں اختلاف ہو کوئی اس سنت کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے کوئی اس کے مقابل دوسری سنت کو ترجیح دے کر اس پر عمل کرتا ہے وہاں دونوں طرف سنت ہی سنت ہے کوئی بدعت نہیں اس لئے سنت مردہ نہیں تو پھر احیاء سنت کا اس موقع پر اطلاق کیسے صحیح ہو گا۔

کیونکہ جس طرح سنت سے جہر آمین اور رفع یدین ثابت ہے اسی طرح اخفاء آمین اور ترک رفع یدین بھی سنت ہی سے ثابت ہیں دونوں میں راجح و مرجوح کا فرق آئمہ مجتہدین کا کام ہے ان میں سے کچھ آئمہ نے جہر اور رفع کو ترجیح دے دی کچھ آئمہ نے ترک جہر اور رفع راجح قرار دیا۔ یہاں دونوں طرف میں کوئی بھی بدعت نہیں جس سے سنت مردہ ہو۔

احقر جامع کہتا ہے کہ آئمہ اربعہ کے متفق علیہ اصول سے یہ ثابت

ہے کہ جس مسئلے میں اجتہاد کی گنجائش ہو اور آئمہ مجتہدین اپنی اپنی صوابدید کے مطابق اس کی کوئی خاص صورت تجویز کر کے عمل کریں تو ان میں کوئی جانب منکر نہیں ہوتی دونوں جانبین معروف ہی فرد ہوتی ہیں اس لئے وہاں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خطاب بھی متوجہ نہیں ہوتا اور اپنے مسلک مختار کے مخالف عمل کرنے والوں پر تارک سنت ہونے کا الزام لگانا یا ان کو فاسق کہنا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

امام حدیث حافظ ابن عبدالبر مالکی نے اپنی کتاب جامع العلم میں اس کے متعلق جو مضمون نقل فرمایا ہے وہ اہل علم کو ہمیشہ مستحضر اور صفحہ قلب پر نقش رکھنا ضروری ہے تاکہ ان مفاسد سے بچ سکیں جن میں آج کل کے بہت سے علماء مبتلا ہیں کہ اجتہادی مسائل میں اختلاف کی بناء پر ایک دوسرے کی تفسیق و تکفیر تک پہنچ جاتے ہیں اور اکابر علماء کی شان میں بے ادبی کے مرتکب ہو جاتے ہیں جس کے نتیجہ میں دیندار مسلمان آپس میں ٹکراتے ہیں اور پھر خدا جانے کتنے صغیرہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(مجالس حکیم الامت ص ۶۸، ۶۹)

کامل مجتہد کی تقلید چھوڑ کر ناقص کی تقلید میں اتباع فہم ہے

فرمایا ایک طالب علم نے امام کے پیچھے سورۃ الفاتحہ پڑھی تو میں نے ان سے سوال کیا کہ تم نے امام کے پیچھے قرات کیوں کی؟ کہا مولوی عبدالحی صاحبؒ مرحوم نے لکھا ہے میں نے کہا سبحان اللہ کیا مولوی عبدالحی صاحبؒ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھے ہوئے ہیں کہ حضرت امام کی تقلید چھوڑ کر ان کی تقلید کرنے لگیں یہی حال ان مدعیان عامل بالحدیث کا ہے کہ ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر علامہ شوکانی وغیرہ کی، تقلید کرتے ہیں۔

(الحج ص ۲۸)

ایک جاہل مدعی اجتہاد کا ایک میل کی مسافت پر قصر کرنا

فرمایا مسافرت حسب المکان ہی کو اصطلاح فقہاء میں سفر کہا جاتا ہے جس کو تم بھی روز و شب کی اصطلاح میں سفر سے تعبیر کرتے ہو چنانچہ جس وقت یہ انتقال مکانی ہوتا ہے اس وقت قصر کا حکم دیا جاتا ہے اور انسان مسافر سے تعبیر کیا جاتا ہے ورنہ مقیم کہا جاتا ہے اور جس سفر کا فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر ہے جس کے اعتبار سے تم ہر وقت مسافر ہو یہ منشاء اور دارو مدار تغیر احکام کا نہیں اس سفر پر قصر ثابت نہیں اس کو خوب غور سے سن لو کبھی نفس و شیطان کے مغالطہ میں پھنس جاؤ کہ جب ہم بروئے حدیث مسافر ٹھیرے تو مسافر کے واسطے تو قصر کا حکم ثابت ہے رباعی نماز اس کے حق میں ثنائی ہوتی ہے لہذا ہم پھر کیوں بجائے دو کے چار پڑھیں اللہ دے اور بندہ لے چلو دو رکعتوں سے تو فرصت ملی جس طرح ایک جاہل کی حکایت ہے کہ وہ ہمیشہ قصر کیا کرتے تھے خواہ وطن اصلی ہی میں ہوں ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ ہر حالت میں قصر کرتے ہیں خواہ سفر میں ہوں یا حضر میں یہ تو صریح مخالفت ہے احکام فقہیہ شرعیہ کی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارا یہ فعل اگر فقہ کے مخالف ہے تو ہو حدیث کے تو موافق ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عابر سبیل اور مسافر کے الفاظ فرمائے ہیں اور ہماری حالت قیام فی الدنیا کو سفر سے تعبیر کیا ہے لہذا ہم اگر قصر کرتے ہیں تو کونسا برا کام کرتے ہیں۔ اسی طرح ایک اور صاحب تھے اگر ان کو ایک میل جانے کی بھی ضرورت پیش آتی تو وہ قصر کر لیا کرتے تھے ان سے کسی شخص نے کہا کہ آپ کا یہ طرز عمل عجیب نرالا ہے جو تمام روایات فقہیہ کے خلاف ہے کسی امام کے مذہب پر بھی ایک میل کی مسافت میں قصر نہیں آج تک کسی نے اس کو مدت سفر نہیں قرار دیا جواب دیا کہ ہمیں کسی امام کے مذہب سے کیا لینا جب نص صریح کلام

اللہ میں موجود ہے اذا ضربتم فی الارض (جب تم زمین پر سفر کرو) اس سے بڑھ کر اور کونسی نص ہو سکتی ہے کیونکہ ضرب فی الارض ایک میل کی مسافت پر بھی صادق آتا ہے لہذا ہم موجب اس آیت کے قصر کرتے ہیں تو اس شخص نے جواب دیا کہ اگر قصر کا ثبوت محض ضرب فی الارض۔ (زمین پر سفر کرنا) سے ہے تو اس کے معنی لغوی تو زمین پر قدم مارتے اور چلنے کے ہیں لہذا اگر آپ مکان سے مسجد میں آکر نماز پڑھا کریں تب بھی قصر کیا کریں اس وجہ سے کہ اطلاق لغوی موجود ہے۔ اتنی دور چلنے سے بھی آپ کے قول پر پیر مارنے کا اطلاق آسکتا ہے اس میں کسی مقرر کی تعیین تو ہے نہیں تاکہ اس کا لحاظ کیا جائے۔

(الدنیا والاخرہ ص ۲ تا ۲۲)

حضرات غیر مقلد بھی اکثر احادیث کو ضعیف کہہ کر ان پر عمل نہیں کرتے

ایک صاحب نے مجھ سے ریل میں پوچھا کہ اجتہاد کیا چیز ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی حقیقت میں آپ کو کس طرح بتلاؤں ہاں ایک مثال بیان کرتا ہوں اس سے آپ کو اجتہاد کا نمونہ معلوم ہو جائے گا وہ یہ کہ اگر دو شخص مسافر ایسے ہوں جو علم میں بھی مساوی قرأت میں بھی مساوی اور تقویٰ وورع میں بھی برابر ہیں عمر و نسب میں بھی یکساں ہیں پھر وہ دونوں رات کو سوئیں اور جب اٹھیں تو ایک کو احتلام ہو گیا ہو جس کے ذمہ غسل واجب ہے اور دوسرے کو احتلام نہیں ہوا اور دونوں ایسے مقام میں ہیں جہاں پانی دور تک نہیں ملتا اس لئے دونوں نے تیمم کیا ایک نے، غسل جنابت کا تیمم کیا ایک نے وضو کا تو بتلایئے ان دونوں میں امامت کے لئے کون افضل ہے کہا وہ شخص

جس نے وضو کا تیمم کیا ہے کیونکہ طہارت دونوں کی برابر ہے نجاست ایک کی اشد تھی میں نے کہا لیکن فقہاء فرماتے ہیں کہ جس نے غسل کا تیمم کیا ہے وہ افضل ہے اس پر وہ صاحب حیران ہو کر میرا منہ تکنے لگے کہ یہ کیونکر؟ میں نے کہا کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ تیمم فقدان ماء کے وقت طہارت کاملہ ہے تو جس نے غسل کا تیمم کیا ہے اس نے غسل کیا ہے اور جس نے وضو کا تیمم کیا ہے اس نے وضو کیا ہے اور غسل نہیں کیا اور غسل وضو سے افضل ہے دوسرے جس نے وضو کا تیمم کیا ہے ممکن ہے اس کے ذمہ کبھی غسل واجب ہو گیا ہو جس کی اسے خبر نہ ہوئی ہو اور جنابت والے نے چونکہ غسل کا تیمم کیا ہے تو اسکے لئے یہ احتمال اب منقطع ہو گیا کیونکہ اس نے اس وقت غسل کر لیا ہے تو اس کی طہارت ہر طرح کامل ہے اس کو سن کر وہ کہنے لگا کہ واقعی فقہا نے صحیح کہا میں نے کہا بس یہی اجتہاد کا نمونہ ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم لوگ استقلالاً فقہاء کے متبع ہیں بلکہ استقلالاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع کرتے ہیں مگر ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد فقہاء کے بیان فرمانے سے معلوم ہوئی کہ حضورؐ کی مراد یہ ہے جیسے کوئی شخص قانون کو وکیل سمجھ کر اس پر وکیل کے بتلانے کے موافق عمل کرے تو کیا آپ یہ کہیں گے کہ یہ شخص وکیل کا متبع ہے نہیں بلکہ قانون گورنمنٹ کا متبع ہے گورنمنٹ ہی کی اطاعت کر رہا ہے اسی طرح یہاں سمجھو (اور جو لوگ مقلدین کو فقہاء کا متبع کہتے ہیں وہ یہ نہیں دیکھتے کہ وہ لوگ خود اہل لغت اور اہل نحو و صرف اور محدثین کا اتباع کرتے ہیں کیوں کہ بدوں اہل لغت کے حدیث و قرآن کا سمجھنا محال ہے اسی طرح بدوں محدثین کے حدیث کا علم دشوار ہے تو یہ بھی حضورؐ کے متبع نہ ہوئے بلکہ ان وسائط کے متبع ہوئے اور اگر وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ محض فہم حدیث و فہم لغت قرآن میں واسطہ ہیں ان

ہدیۃ المحدث ص ۱۷

کے ذریعہ سے ہم صرف مراد رسول کو معلوم کرتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں تو بعینہ یہی جواب مقلدین کی طرف سے ہے کہ ہم بھی فقہاء کو محض فہم مراد رسول اللہ کا واسطہ بناتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں رہا یہ اشکال کہ مقلدین فقہاء کے قول سے رسول کے قول کو چھوڑ دیتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اگر ایک حدیث کو چھوڑتے ہیں تو کسی دوسری حدیث یا آیت پر عمل کرتے ہیں اور غیر مقلد بھی ساری احادیث پر عمل نہیں کرتے وہ بھی بہت سی احادیث کو کبھی منسوخ کہہ کر کبھی ضعیف بتا کر چھوڑ دیتے ہیں تو فقہاء نے ایسا کیا تو ناگوار کیوں ہے جیسا تم کو کسی حدیث کے ضعیف کہہ دینے کا حق ہے فقہاء کو بھی حق ہے جیسا تمہارے پاس حدیث کے صحیح و ضعیف ہونے کا معیار و قاعدہ ہے فقہا کے پاس بھی اس کا معیار و قاعدہ ہے اور اس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں کہ تمہارے ہی قواعد صحیح ہیں ان کے صحیح نہیں اگر قرآن و حدیث سے تم ان قواعد کو ثابت کر سکو تو ہمت کر کے بیان کرو۔ ولن تفعلوا ذلك ابداً

(الارتیاب والاغتیاب ص ۲۹،۳۰،۳۱)

معالجات شیخ کا حدیث سے ثابت کرنا ضروری نہیں

فرمایا معالجات میں صرف اس کی ضرورت ہے کہ شریعت میں اس کی ممانعت نہ ہو صراحۃً مذکور ہونا شرط نہیں ورنہ زکام میں بنفشہ اور گاؤزبان کا پینا بھی جائز نہ ہوگا کیونکہ حدیث میں اس کا کہاں ذکر ہے تو جو شخص ہر معالجہ کے لئے شیخ سے حدیث کا مطالبہ کرے گا۔ وہ کبھی تندرست نہیں ہو سکتا چنانچہ ایک مدعی عامل بالحدیث نے مجھے خط لکھا کہ میں طریق باطن حاصل کرنا چاہتا ہوں کیا آپ مجھ کو طریق کی تعلیم کر سکتے ہیں مگر میں تقلید کا منکر ہوں میں نے جواب میں لکھا کہ یہ بتلاؤ کہ طریق کے متعلق میں جو کچھ بتلاؤں گا اس

میں میری بھی تقلید کرو گے یا نہیں اس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا اگر یہ لکھتا کہ ہاں تقلید کروں گا تو اس پر یہ اشکال واقع ہوتا تھا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے تو انکار اور ایک مقلد حنفی کی تقلید کا اقرار اور اگر یہ لکھتا کہ تقلید نہ کروں گا تو میں جواب دیتا کہ اس حالت میں طریق کی تعلیم نہیں ہو سکتی کئی مہینوں کے بعد ان صاحب کا خط آیا کہ تم یہ سوال مجھ سے نہ کرو بس طریق کی تعلیم کرو میں ہنسنے لگا اور احباب سے کہا کہ اگر یہ شخص مجھ سے پوچھتا تو میں خود اس کو بتلا دیتا کہ تم یہ لکھو کہ ہاں تقلید کروں گا اور اس پر جو یہ اشکال ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے تو انکار ہے اور ایک مقلد کی تقریر کا اقرار ہے اس کا جواب یہ تھا کہ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید تو احکام میں کی جاتی ہے اور شیخ طریق کی تقلید معالجات اور امور انتظامیہ میں کی جاتی ہے اور اس تقلید کے جواز میں اختلاف نہیں بزرگوں کی جوتیوں کی برکت سے ہم خود اپنے لاجواب ہونے کی ترکیب بتلا دیتے ہیں بشرطیکہ مخاطب طالب ہو۔

(الارتیاب ص ۱۳، ۱۴)

حضرت شاہ اسماعیل دہلویؒ پکے حنفی تھے

فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے لکھا ہے کہ صحبت کے لئے اس شخص کو اختیار کرو جو محدث بھی ہو اور فقیہ بھی اور صوفی بھی اعتدال اسی سے ہوتا ہے یہ قول ان کا قول جمیل میں ہے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کا خاندان ماشاء اللہ ان اوصاف کا جامع ہے جن میں مولانا اسماعیل صاحبؒ بھی ہیں بعض لوگ مولانا کو غیر مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے میرے ایک استاد بیان فرماتے تھے کہ وہ سید صاحب کے قافلہ کے ایک شخص سے ملے ان سے پوچھا تھا کہ مولانا غیر مقلد تھے انہوں نے کہا یہ تو ہم کو معلوم نہیں لیکن یہ

صاحب کے تمام قافلہ میں یہ مشہور تھا کہ غیر مقلد چھوٹے رافضی ہوتے ہیں اس سے سمجھ لو کہ اس قافلہ میں کوئی غیر مقلد ہو سکتا ہے ایک حکایت اور فرمائی سند یاد نہیں کسی نے مولانا سے مسئلہ پوچھا فرمایا امام صاحب کے نزدیک یوں ہے اس نے کہا آپ اپنی تحقیق فرمائیے فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں امام صاحب کے سامنے مولانا کے غیر مقلد مشہور ہونے کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا نے بعض جاہل غالی مقلدین کے مقابلہ میں بعض مسائل خاص عنوان سے تعبیر کرائے اور ایک بار ان کے مقابلہ میں آمین زور سے کہہ دی کیونکہ غلو اس وقت ایسا تھا۔ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے زور سے آمین کہہ دی تھی تو اس کو مسجد کے اونچے فرش پر سے گرا دیا تھا مولانا کو اس پر بہت جوش ہوا اس کتاب میں ہے کہ آپ نے بیس مرتبہ آمین کہی شاہ عبدالعزیز صاحب سے لوگوں نے یہ واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ان کو سمجھائیے فرمایا وہ خود عالم ہیں اور تیز ہیں کہنے سے ضد بڑھ جائے گی خاموش رہو۔ مولانا نے ایک رسالہ بھی رفع یدین کے اثبات میں لکھا ہے لیکن غیر مقلد ہرگز نہ تھے ایک حکایت مولوی فخر الحسن صاحب بیان کرتے تھے اس سے بھی مولانا کے حنفی ہونے کی تائید ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مولانا کے ایک بیٹے محمد عمر نامی مجذوب تھے اور بہت بھولے لیکن بہت ذہین چنانچہ ایک شخص ان کے سامنے کنز لے گیا کہ اس کا سبق پڑھا دیجئے کہا میں نے یہ کتاب کبھی دیکھی نہیں مگر جب وہ طالب علم پڑھنے بیٹھا تو بہت اچھی طرح سے پڑھا دی حتی کہ تھوڑا پڑھ کر اس نے کتاب بند کی تو کہا بھائی دس ورق تو پڑھو اور بھولے ایسے تھے کہ ایک بار مولوی محبوب علی صاحب کے وعظ میں پہنچے مجمع بہت تھا مگر واعظ صاحب کی آواز پست تھی ان کو آواز نہ آئی تو گھر لوٹ کر گئے اور کہا کہ دعا کریں گے کہ اس واعظ کی آواز بڑھ جاوے اور دعا مانگی پھر فوراً آدمی بھجا دیکھنے کے لئے کہ بتلاؤ آواز

کچھ بڑھی یا نہیں۔ یہ صاحبزادے ایک دفعہ جامع مسجد کے حوض کے پاس کو گذرے وہاں غیر مقلدین میں مذاکرہ حدیث ہو رہا تھا یہ بھی بیٹھ گئے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ حضرت یہ لوگ غیر مقلد ہیں فرمایا بلا سے حدیث رسولؐ کا تو بیان ہو رہا ہے بیان کرنے والے نے ایک مقام میں امام صاحب پر کچھ طعن کیا انہوں نے ایک دھول رسید کی اور کہا چلو یہاں بے ایمان ہیں ان کی وجاہت بہت تھی کوئی بول نہ سکا۔ سو اس قصہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا غیر مقلد نہ تھے اگر غیر مقلد ہوتے تو ان کا بیٹا ایسا کیوں ہوتا واللہ اعلم

(حسن العزیز جلد چہارم ص۶۵۸)

بیس رکعت تراویح کی ایک عامی دلیل

فرمایا کہ ایک شخص دہلی کے نئے مجتہدین سے آٹھ تراویح سن کر مولانا شیخ محمد صاحب کے پاس آئے تھے انہیں تردد تھا کہ آٹھ یا بیس یہ نئے مجتہد اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہیں کیوں صاحب حدیث میں بیس بھی تو آئی ہیں ان پر کیوں نہ عمل کیا کہ ان کے ضمن میں آٹھ پر بھی عمل ہو جاتا بات کیا ہے کہ نفس کو سہولت تو آٹھ ہی میں ہے بیس کیونکر پڑھیں اصل یہ ہے کہ جو کچھ ان کے جی میں آتا ہے کرتے ہیں اور شاذ اور ضعیف حدیث کو بھی سہارا بنا لیتے ہیں۔

قاری عبدالرحمٰن صاحب ان کے غلاۃ (غلو کرنے والے) کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ یہ بیشک عامل بالحدیث ہیں لیکن الف لام الحدیث میں عوض مضاف الیہ کے ہے اور وہ مضاف الیہ نفس ہے یعنی عامل بحدیث النفس تو واقعی یہ لوگ حدیث نفس کے عامل ہیں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل نہیں یہ لوگ اپنے نفس کے موافق احادیث تلاش کیا کرتے ہیں جیسے کسی کی حکایت مشہور ہے کہ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں قرآن کا کونسا حکم سب

سے زیادہ پسند ہے کہا ربنا انزل علینا مآئدۃ من السمآء (ترجمہ۔ اے رب ہم پر آسمان سے مائدہ یعنی خوان نازل فرما) تو اسی طرح انہوں نے بھی تراویح کی تمام احادیث میں سے صرف آٹھ رکعت والی حدیث پسند کی حالانکہ بیس بھی آئیں ہیں اور وتر کی تمام احادیث میں سے ایک رکعت والی حدیث پسند کی حالانکہ تین رکعتیں بھی آئیں ہیں پانچ بھی آئی ہیں سات بھی آئی ہیں خیر وہ بے چارے ان کے بھکانے سے تردد میں پڑ گئے مولانا سے پوچھا مولانا نے فرمایا کہ بھئی سنو اگر محکمہ مال سے اطلاع آئے کہ مالگذاری داخل کرو اور تمہیں معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تم نے ایک نمبردار سے پوچھا کہ میرے ذمہ کتنی مال گذاری ہے اس نے کہا آٹھ روپے پھر تم نے دوسرے نمبردار سے پوچھا اس نے کہا بارہ روپے اس سے تردد بڑھا تم نے تیسرے سے پوچھا اس نے کہا بیس روپیہ تو اب بتاؤ تمہیں کچہری کتنی رقم لے کر جانا چاہیے انہوں نے کہا صاحب بیس روپے لے کر جانا چاہئے اگر اتنی ہوئی تو کسی سے مانگنا نہ پڑے گی اور اگر کم ہوئی تو رقم بچ رہے گی اور اگر میں رقم کم لے کر گیا اور وہاں ہوئی زیادہ تو کس سے مانگتا پھروں گا۔ مولانا نے فرمایا بس خوب سمجھ لو۔ اگر وہاں بیس رکعتیں طلب کی گئیں اور ہیں تمہارے پاس آٹھ تو کہاں سے لا کر دو گے اور اگر بیس ہیں اور طلب کم کی ہے تو بچ رہیں گی اور تمہارے کام آئیں گی کہنے لگے ٹھیک ہے سمجھ میں آگیا اب میں ہمیشہ بیس رکعتیں پڑھا کروں گا بس تسلی ہو گئی سبحان اللہ کیا طرز ہے سمجھانے کا حقیقت میں یہ لوگ حکماء امت ہوتے ہیں ایک اور عامی شخص نے مولانا سے پوچھا تھا کہ ولا الضالین ہے کہ ولا الظالین پوچھا قرآن میں لکھا کیا ہے اس نے کہا قرآن میں تو ولا الضالین لکھا ہے آپ نے فرمایا بس جو قرآن میں لکھا ہے وہی ٹھیک ہے واقعی ایسے عامی کو اس سے زیادہ سمجھانے کا اس سے بہتر کیا طریقہ ہو گا۔ (روح القیام ص۶۰،۶۱)

اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے

فرمایا مسلم کی حدیث مالی اراکم رافعی ایدیکم میں مولانا محمد یعقوب صاحبؒ نے فرمایا کہ اس سے رفع یدین سلام میں مراد ہے اور یہ حنفیہ کو زیادہ مفید ہے کیونکہ حالت سلام میں من وجہ داخل اور من وجہ خارج ہے اور علت آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اسکنوا فی الصلوۃ اور جس علت کو شارع خود فرمائیں وہ قطعی ہوتی ہے تو گویا جو حالت من وجہ داخل من وجہ خارج ہے اس سے رفع یدین بوجہ منافی سکون ہونے کے ناجائز ہے اور جو رفع یدین وسط صلوٰۃ میں ہو وہ بالطریق اولیٰ حالت صلوٰۃ کے خلاف ہو گی اور اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اصل نماز میں ترک رفع یدین ہے اور رفع جو ہوا تو عارض کی وجہ سے مثلاً تعلیم اصم وغیرہ۔

(الکلام الحسن جلد دوم ملفوظ ۴۲۴)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حنفی تھے اور حضورؐ نے انہیں تقلید پر مجبور کیا

فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ مجھ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں پر مجبور فرمایا اور میرا جی نہ چاہتا تھا اول تو مذاہب اربعہ سے خارج ہونے سے منع فرمایا دوسرے یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو صحابہ رضی اللہ عنھم سے افضل جاننے کو جی چاہتا تھا اس سے روکا اور افضلیت شیخین رضی اللہ عنھما پر مجبور کر لیا اور ترک اسباب مری اصلی خواہش تھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثبت الاسباب پر مجبور فرمایا اس اسباب

ظاہرہ کو اختیار کرنا سنت ہے۔

(امثال عبرت حصہ دوم ص ۲۵ قصص الاکابر ص ۱۳)

یہ بھی فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ محض مقلد نہ تھے محقق مقلد تھے۔

ختم شد